اللہ
آداب مریدین
الرسول ﷺ
الشیخ

Marfat.com

آدابِ مریدین

میاں مشتاق احمد عظیمی

مکتبہ عظیمیہ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۲۹۷۶
۱۳۳
۱۱۷۱۰
مشتاق احمد عظیمی

نام کتاب---------- آدابِ مریدین

مصنف---------- میاں مشتاق احمد عظیمی

ناشر---------- مکتبہ عظیمیہ اُردو بازار لاہور

مطبع---------- خادم پریس لاہور

کمپوزنگ---------- محمد عدیل مسعود

بااہتمام---------- ساجد مقصود عظیمی

قیمت---------- 150/روپے

برائے رابطہ:

۱۵۸۔مین بازار مزنگ لاہور

فون:7243541

Marfat.com

انتساب:

اپنے مرشدِ کریم

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

کے نام

جن کی قربت میں آداب سیکھے۔

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
	باب اول	
1	مقصدِ تخلیق	17
2	علم غیب	19
3	غیب کے نمائندے	23
4	تاریخی پس منظر	26
5	علم کی طرزیں	31
6	علم اور عالم کی فضیلت	41
	باب دوئم	
7	رابطہ شیخ	45
8	بیعت	49
9	بیعت کی اہمیت	57
10	حضرت سلطان باہوؒ کی نظر میں مرشد کی اہمیت	62
11	بیعت کا مقصد	67
12	ارادت کی اہلیت	69
13	بیعت کا قانون	71
14	دوسری بیعت	74

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
15	مرشد کامل کی تلاش	75
16	کامل مرشد	79
17	مراد اور مرید کا فرق	85
	باب سوئم	
18	مرید کا اعتقاد	90
19	آدابِ شیخ	94
20	آدابِ محفل	108
21	آدابِ گفتگو	113
22	روحانی لوگوں کو بے جا تنگ کرنا	115
23	شیخ کی مخالفت	119
24	مرشدِ کریم کی صحبت	130
25	مرشد سے محبت	133
26	سچی محبت کی علامات	147
27	کشف و کرامت کی جستجو	149
28	ذکر و فکر	156
29	خلوصِ نیت اور یقین کامل	159
30	خود سپردگی	165

Marfat.com

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
31	مستقل مزاجی	185
32	ذوق وشوق	194
33	اپنی حالت شیخ پر ظاہر کرنا	195
34	بلا اجازت عمل	198
	باب چہارم	
35	گناہوں سے توبہ	201
36	معاشرتی زندگی	202
37	سونے کے آداب	209
38	اہل وعیال سے برتاؤ	212
39	آدابِ لباس	213
40	کھانے کے آداب	213
41	آدابِ اعضاء	216
42	گفتگو کے آداب	217
43	کان کے آداب	219
44	آنکھ کے آداب	219
45	چلنے کے آداب	220
46	قلب کے آداب	221

Marfat.com

صفحہ نمبر	فہرست	نمبر شمار
221	دوست احباب کے آداب	47
224	لوگوں سے میل جول	48
225	مخلوقِ خدا کی خدمت	49
227	اوقات کار کا خیال	50
229	آدابِ سماع	51
	باب پنجم	
231	سالک کی تربیت	52
240	نفس کی معرفت	53
246	مرشد کامل کی موجودگی یا غیر موجودگی میں تربیت	54
247	تصور شیخ نسبت رابطہ	55
	باب ششم	
262	طرزِ فکر	56
282	نسبت شیخ	57
285	استغناء	58

Marfat.com

عرض ہے:

جس طرح ساری مخلوق میں انسان بہترین مخلوق ہے اسی طرح علم حاصل کرنے والا انسان نوعِ انسانی میں بہترین انسان ہے۔ طریقت، ایمان، معرفت اور رضائے الٰہی کے حصول میں کسی بھی طرح علم کی افادیت سے انکار ممکن نہیں ہر مرحلہ میں علم بنیادی ضرورت ہے۔ راہِ سلوک میں توحیدی عقیدہ کے ساتھ عبادات کو صحیح طریقے پر پورا کرنا اور معاملات درست رکھنا احوال قلب، حسن اخلاق اور تزکیہ نفس ہونا ضروری ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث میں علم کی قدرومنزلت اور عظمت و شان کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے:

ترجمہ:

"کیا جاننے والے اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں"

ترجمہ:

"اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجے بہت بلند فرمائے گا"

ترجمہ:

"اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما"

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

☆ ''جو شخص علم کی تلاش میں سفر کرے اللہ اس پر جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔''

☆ ''بیشک فرشتے طالب علم کی عظمت میں اس پر اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔''

☆ ''بیشک علم سیکھنے والوں کے واسطے زمین و آسمان کی مخلوق اور پانی کی مچھلیاں مغفرت طلب کرتی ہیں۔

☆ ''بیشک علم سیکھنے والوں کو اسطرح فضیلت ہے جس طرح چاند کو تاروں پر ہے۔''

بے شک علمائے حق، انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے وراثت میں درہم اور دینار کی بجائے علم چھوڑا ہے۔ جس نے علم سیکھا اس نے بڑا حصہ پایا۔

انسان کی شخصیت بنانے اور اخلاق سنوارنے میں صحبت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے اوصاف سے عملی اور روحانی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ انسان کی طبیعت میں اجتماعیت ہے۔ طبیعتاً اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہیں۔ اس کے دوست اور ساتھی ہوں۔ اگر کوئی مصاحبت کے لئے شری، فسادی، فاسق اور تفرقہ ڈالنے والوں کا انتخاب کرتا ہے تو اس کا اخلاق تباہ ہو جاتا ہے اور بتدریج اچھے اوصاف اس کے اندر سے ختم ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص ہم نشینی کے لئے اہل ایمان، اہل استقامت اور عارف باللہ لوگوں کو پسند کرتا ہے تو بہت جلد ان جیسا ہو جاتا ہے اور ان پاکیزہ نفس حضرات کی راہنمائی میں اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ عیوب اور برے اخلاق سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول خدا ﷺ کی صحبت میں رہ کر اپنے نفوس کا تزکیہ کیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر زمانے میں ایسے خاص خدا کے بندے پیدا ہوتے رہیں جو فنا فی الرسول ہو کر تزکیہ نفوس کا مقدس فریضہ انجام دے سکیں۔ صرف کتابوں کو پڑھ کر تزکیہ نفس کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگرچہ فن طباعت اور فن جراحت کا علم کتابوں میں مذکور ہے مگر کوئی طبیب یا ڈاکٹر ایسا نہیں ہے جس نے اسکول یا کالج میں باقاعدہ تعلیم نہ پائی ہو اور اس فن کی عملی تربیت حاصل نہ کی ہو۔

اگر امراض جسمانی کے ازالے کے لئے کتابی علم کے علاوہ میڈیکل کالج میں پڑھنا اور سرجنوں کی نگرانی میں آپریشن کرنا مہارت کے لئے اولین شرط ہے تو امراض روحانی کے ازالہ کے لئے روحانی کالج (خانقاہ) میں تربیت حاصل کرنا اور شیخ کامل کی نگرانی (نگاہ) میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کرنا بھی امر لازم ہے۔

ہر شخص کا مشاہدہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی فن (جراحی، نجاری، طباقی، خیاطی، جلاحی اور خطاطی) صاحب فن کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ تزکیہ نفس بھی ایک فن ہے اور بہت مشکل فن ہے۔ یہ فن کسی ماہر استاد کی صحبت کے

Marfat.com

بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔

صوفیائے کرام کی سوانح حیات کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر صوفی نے کچھ عرصہ کے لئے خلوت اختیار کی ہے۔ اس کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا ثبوت خود حضور ﷺ کی حیات مبارکہ سے ملتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تین سال تک غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمائی اور مراقبہ کیا یعنی اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کیا۔

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ اس پوری کائنات میں دو طرزیں کام کر رہی ہیں۔ ایک وہ طرز ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے اور دوسری طرز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں اور اس طرز فکر سے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ کہا ہے، آشنا لوگ، جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں، سرکش ہیں اور جن کی صفات میں شیطنت بھری ہوئی ہے وہ نعمتوں سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارنے والے لوگ بقول اللہ تعالیٰ کے کہ وہ ہمارے دوست ہیں اور دوستوں کی تعریف یہ بیان فرماتے ہیں کہ جو بندہ ہمارا دوست بن جاتا ہے ہم اس کے اوپر سے خوف اور غم اٹھا لیتے ہیں۔ خوف اور غم جس آدمی کی زندگی سے نکل جاتا ہے تو خوشی اور سرور کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔ یہ وہ انعام ہے جو ہمیں ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ مسلمان ہونے کے بعد حق باتوں پر یقین ضروری ہے جو ایمان کی شرائط

Marfat.com

میں داخل ہیں۔ ان میں پہلی بات غیب پر یقین ہے۔ ہم غیب پر یقین رکھتے ہیں انسان کے اندر کوئی ایسی آنکھ موجود ہے جو پردوں کے پیچھے دیکھتی ہے، کوئی کان اندر موجود ہیں جو ماورائی آوازیں سن کر ان کے معانی اور مفہوم کو سمجھتے ہیں اور آنکھیں زمان و مکان کی تمام حدبندیوں کو توڑ کر عرش پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتی ہیں۔ ایسا قلب موجود ہے جو محسوس کرتا ہے۔ قلب اللہ کا گھر ہے اور گھر میں مکین کو دیکھتا ہے۔ روحانیت اور تصوف سالکانِ طریقت کو اسی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

آدابِ مریدین لکھنے کا خیال میرے ذہن میں میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی INSPIRATION کی وجہ سے آیا۔ میرے مرشد کریم ایک مستغنیٰ مزاج اور انسانیت کی بے لوث خدمت کا جذبہ رکھنے والے انسان ہیں۔ اُن کو حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کی نسبت سے پیغمبرانہ طرزِ فکر منتقل ہوئی ہے اور اس پیغمبرانہ طرزِ فکر کو عام کرنے کے لئے انہوں نے عرصہ ۳۵ سال سے اخبارات اور جرائد میں کالم اور مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ نے اس سلسلہ میں بہت کام کیا ہے۔ اس وقت تک میرے مرشد کریم ۲۴ کتابوں اور ۷۵ پمفلٹ شائع کر چکے ہیں اور خانقاہی نظام کا ایک سلسلہ جو مراقبہ ہال کے نام سے مشہور ہے ۷۵ کے قریب تمام دنیا میں قائم ہیں۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ بنیادی بات یہ ہے کہ روحانی علوم سیکھنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی میں

Marfat.com

ودیعت فرمائی ہے۔ لیکن ان صلاحیتوں کو بھی بیدار کرنے اور بروئے کار لانے کے لئے ایک قاعدہ اور قانون ہے۔ قانون یہ ہے کہ وہی بندہ راہنمائی کر سکتا ہے جو خود اس قانون سے واقف ہو۔

موجودہ دور میں پیری مریدی کا رشتہ ایک رسم بن گیا ہے۔ روحانی علوم پھونک کے ذریعے حاصل کرنے کا رجحان عام ہو گیا ہے جبکہ کوئی بھی دنیاوی علم محنت اور سالوں کا وقت صرف کر کے سیکھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جہاں مادی علوم کی تکمیل ہوتی ہے وہاں سے روحانی علوم کی ابتداء ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیعت کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ اس بات کا اطمینان کرلیا جائے کہ وہ بندہ جس کے ہاتھ میں ہم اپنا ہاتھ دے رہے ہیں کیا وہ روحانیت سے واقف ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی قانون بنایا ہے کہ ایک دفعہ بیعت کرنے کے بعد کوئی آدمی اپنی مرضی سے نہ تو بیعت توڑ سکتا ہے اور نہ کسی اور جگہ بیعت ہو سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ مقدس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی بندہ جب اللہ تعالیٰ کے راستے پر قدم اُٹھائے تو اس کے اندر یقین مستحکم ہونا چاہئے۔ یہ بھی شرط ہے کہ پہلے اپنے روحانی استاد کو پرکھ لیا جائے اور اسکے ہاتھ پر بیعت ہونے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا جائے کہ مرشد میں روحانی صلاحیتیں موجود ہیں اور مرشد ان صلاحیتوں کا استعمال بھی جانتا ہے۔

زندگی کی تمام طرزوں میں بھی ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ایسے استادوں کے سپرد کرتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں یہ یقین ہوتا ہے

Marfat.com

کہ یہ استاد صحیح معنوں میں ہمارے بچے کی تعلیم و تربیت کرے گا۔ اسطرح روحانی استاد پر بھی یقین ہونا ضروری ہے کیونکہ روحانی علم کا حصول اور غیب بینی کی صلاحیت کا بیدار ہونا یقین پر منحصر ہے۔ بے یقین آدمی روحانی راستہ میں سفر نہیں کر سکتا۔

روحانی علوم کی دو قسمیں ہیں ایک کا اصطلاحی نام استدراج ہے جس کے ضمن میں جادو وغیرہ آتے ہیں اور دوسرے علم کا نام روحانیت یا رحمانی علوم ہیں۔ استدراج اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اللہ کی مخلوق کو تکلیف پہنچانے اور دنیا میں تخریب پھیلانے اور خرق عادت سے اپنی نمائش کرتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے، اللہ کا عرفان حاصل کرنے اور اپنی صلاحیتوں سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے والے تمام علوم اللہ سے ہم رشتہ ہیں۔ جس طرح کوئی بندہ قدم بقدم سفر کر کے اللہ کا عرفان حاصل کرتا ہے اسطرح کوئی بندہ اس راستہ کے متضاد راستہ پر سفر کر کے شیطان کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ شیطان کے عارف استدراج کے عامل کہلاتے ہیں۔

روحانیت کے یہ دو رخ بیان کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اللہ کے راستہ پر چلنے کے لئے انسان کو پہلے چھان بین کر لینی چاہئے کہ جس بندہ کو ہم اپنا رہنما یا پیرومرشد تسلیم کر رہے ہیں اس کے اندر روحانی علوم سکھانے کی صلاحیت موجود ہے یا نہیں اور کیا اس بندہ کے اندر روحانی علوم کا وہ ذخیرہ کام کر رہا ہے جو بندہ کو بارگاہ نبی کریم ﷺ میں پہنچا دیتا ہے یا وہ رُخ کام کر رہا ہے جس کو استدراج یا شیطانی علوم کہا گیا ہے اس لئے کہ استدراج کے

Marfat.com

ماہرین سے بھی فوق العادات حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ ناواقف لوگ کرامت یعنی روحانی قوتوں کا اظہار سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں کسی پر اعتراض کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ عرفان کے راستہ پر قدم اٹھانے سے پہلے اِس بات کا اطمینان کر لینا ضروری ہے کہ وہ بندہ جسے آپ اپنا رہنما تسلیم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے یا نہیں اور اس کی زندگی کے شب و روز بظاہر ہی نہیں باطنی طور پر بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ کتنا ہی طویل عرصہ کیوں نہ گزر جائے جب تک ایسا بندہ نہ ملے جو واقعتاً حضور ﷺ کے روحانی علوم کا حامل ہو بیعت نہیں کرنا چاہئے اور یہ معلوم کرنے کے لئے استادِ محترم سے قریب ہونا پڑے گا۔ اس کے شب و روز پر نگاہ رکھنی ہوگی اسکے معاملات کو دیکھنا ہوگا اور اسکے ذہن کو پڑھنا ہوگا کہ وہ دنیا کی ہوس میں مبتلا ہے یا نہیں۔ اسکے اندر استغناء ہے یا نہیں۔ وہ اپنے ذاتی معاملات اللہ کے اوپر چھوڑتا ہے یا بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایسے بندے کی ایک پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے ذہن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

'' ذہن کو آزاد کر کے کسی بندے کی خدمت میں پندرہ منٹ بیٹھیں۔ اگر بارہ منٹ تک ذہن اللہ کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ نہ ہو تو وہ بندہ استاد بنانے کے لائق ہے۔ انشاء اللہ اس سے عرفانِ نفس کا فیض ہو گا۔''

Marfat.com

اس کتاب کی تیاری میں مجھے بیشمار کتابوں سے اچھی باتیں حاصل کرنے میں کافی وقت لگا۔ آپ کو انشاء اللہ میری یہ کاوش بہت پسند آئے گی اور سلوک کے مسافروں کو وہ آداب حاصل ہو جائیں گے جو ایک مرید یا شاگرد کے لئے بہت ضروری ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ مجھے سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے ایک ادنیٰ سے کارکن کی حیثیت سے میری یہ کاوش مرشدِ کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی نظر میں قبول ہو اور ان کا روحانی فیض میرے اوپر محیط ہو اور مجھے تمام عالمین میں ان کی رفاقت نصیب ہو۔ (آمین)

ہکو سخن نہ ہور تمامی جو نعمت میں پائی
اوسے مرد سچے دا صدقہ اپنی نہیں کمائی
خشخش جتنا قدر نہ میرا اِس نوں سبھ واڈیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سائیاں

میاں مشتاق احمد عظیمی
روحانی فرزند
الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی
مراقبہ ہال ۔ ۱۵۸ مین بازار مزنگ لاہور
فون:7243541

تاریخ اشاعت:
۲۷ جنوری ۲۰۰۱ء

Marfat.com

باب اوّل

مقصدِ تخلیق:

جب کچھ نہیں تھا تو صرف اللہ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پہچان کے لئے ضروری تھا کہ کسی دوسری ہستی کا وجود ہو جو کہ پہچانے۔ اللہ تعالیٰ نے ''کن'' ارشاد فرمایا اور ساری کائنات تخلیق ہو گئی۔ گویا اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی لفظ ''کن'' کائنات کی صورت میں وجود پذیر ہوگیا۔ اسی حکم کی بناء پر وسیع و عریض اور لامتناہی کائنات، کھربوں کہکشانی نظام، کھربوں سیارگان اور ستارے وجود میں آئے۔ جب ہم اس لفظ 'کن' یعنی ''ہو جا'' پر غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کہنے والی ہستی کے ذہن میں ایسا پروگرام ہے جس کے تحت وہ کسی چیز کو نہ صرف وجود میں لانا چاہتی ہے بلکہ اسے قائم رکھنے کے لئے وسائل بھی فراہم کرتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا ذہن اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور یہ علم اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

''کن'' کہنے کے ساتھ ہی جب عالم ارواح میں کائنات تخلیق پائی تو وہ تمام صفات بھی کائنات کے اندر موجود ہوگئیں جن کی بنیاد پر

Marfat.com

کائنات کو تخلیق کیا گیا۔

اب تمام کائنات بشمول تمام نوعوں کے سکوت کی حالت میں تھی۔ کائنات کی حیثیت ایک گونگی بہری شئے کی تھی اس کو اپنا ادراک تو تھا مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ میں کیا ہوں؟ کیوں ہوں؟ کون ہوں؟ اور میرا بنانے والا کون ہے؟ اس لاعلمی کو علم سے بدلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کو کائنات کے سامنے پیش کیا اور فرمایا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ

کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب؟

تمام نوعیں اس آواز کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان کو سماعت عطا ہوئی۔ انہوں نے اللہ کی آواز کو سنا، دوسرے مرحلے میں ان کو صفت بصارت عطا ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تیسرے مرحلے میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوال پر سوچا سمجھا پھر اپنے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیا اور جواب میں فرمایا:

قَالُوْ بَلٰی

بیشک آپ ہی ہیں ہمارے رب

اس کے بعد انسان اور دوسری نوعوں کو کائناتی پراسس (Process) میں ڈال دیا گیا اور انسان لوحِ محفوظ اوّل، لوحِ محفوظ دوئم سے ہوتا ہوا عالم ناسوت یعنی اس مادی دنیا تک آ پہنچا۔

گویا تخلیقِ کائنات کا مقصد صرف اور صرف یہ نکلا کہ انسان

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کو پہچانے۔ دوسرے الفاظ میں خالق نے ایک تصویر بنائی اس تصویر میں اللہ نے انسان' حیوان' درخت' پودے' پہاڑ' پانی' آسمان وغیرہ بنائے اور اب وہ یہ چاہتا ہے کہ میری بنائی ہوئی تصویر مجھے پہچانے میری حمد بیان کرے۔ مگر اگر یہ تصویر اپنے ہی رنگوں میں الجھ رہے گی تو اپنے اصل مقصد یعنی اللہ کی پہچان سے دور ہو جائے گی اور مقصدِ تخلیق کی تکمیل ممکن نہیں ہو گی۔

علمِ غیب:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۔

''پڑھ اپنے رب کے حکم سے جو ہر چیز کا خالق ہے۔ بنایا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔فرشتوں نے کہا کہ یہ تو زمین پر فساد کرے گا۔اللہ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔اسکے بعد اللہ نے آدم کو تخلیق فرمایا اور آدم کو صفات کے علوم

Marfat.com

منتقل کئے اور کہا کہ فرشتوں کے سامنے بیان کرو۔آدم نے جب وہ علوم بیان کئے تو فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ بے شک ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں علم دیا اور اللہ کے حکم کے مطابق فرشتے سربسجود ہو گئے ۔گویا آدم کی فضیلت علم ٹھہری۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ انسان ناقابلِ تذکرہ شئے تھا ہم نے اس کو سنتا' دیکھتا' بنا دیا یعنی جب تک پتلے کے اندر دیکھنا اور سننا موجود نہیں تھا وہ ناقابلِ تذکرہ شئے قرار پایا گویا دیکھنا اور سننا بھی ایک علم کا درجہ رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ تم ہماری سماعت سے سنتے ہو ہماری بصارت سے دیکھتے ہو اور ہمارے فواد سے سوچتے ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی سماعت کو اور اللہ کی بصارت کو ہم غیب سے الگ نہیں کہہ سکتے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے اپنی صفات کی صورت میں ہمیں غیب منتقل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پتلے کے اندر اپنی روح ڈال دی اس طرح انسان کی تمام صفات کو ہم غیب ہی کہیں گے ۔اللہ کی روح یا اللہ کی پھونک یا اللہ کی جان کو غیب سے الگ کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ تصوف میں غیب سے مراد وہ نظام ہے جو ظاہر کی بنیاد ہے جو ظاہر کو فیڈ (feed) کر رہا ہے۔ لہذا انسان کے اندر روح سے زندگی برقرار ہے اور جب تک زندگی ہے حواس موجود ہیں۔ حواس میں دیکھنا' سننا' چکھنا' چھونا' سونگھنا تمام باتیں شامل ہیں۔

Marfat.com

اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی بنیاد غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ایسا غیب جو اللہ نے اپنی مرضی اپنی منشاء اور اپنی مشیت کے مطابق انسان کو عطا کیا ہے۔ یہ نعمت اللہ نے اس لئے عطا کی ہے کہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے۔

قرآن حکیم میں ہے:

''اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تا کہ وہ اس کا استعمال کرے اور جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اور اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں اس کا فائدہ انہی کو پہنچتا ہے اور جو لوگ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے ہیں۔ اس کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے۔ اللہ ان دونوں باتوں سے ماوراء ہے۔''

انسانی زندگی کا ارتقاء علم کے اوپر قائم ہے۔ ایک انسان جب اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو وقت کے ساتھ ساتھ اس کے شعور کی داغ بیل پڑتی جاتی ہے۔جس طرح وقت گزرتا رہتا ہے بچہ کے علم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک دن کے بچے کے پاس ایک دن کا علم ہے اور آہستہ آہستہ یہی علم اسکی پہچان بن جاتا ہے۔پھر جب ہم اس انسان کا نام لیتے ہیں تو نام لینے کے ساتھ ہی ہمارے ذہن میں اسکی ذات سے متعلق علم آشکار ہو جاتا ہے مثلاً اس کے چہرے کے نقوش' اسکی عادات' اچھائیاں' برائیاں سب ہمارے ذہن میں نمودار ہو جاتی ہیں۔گویا اس شخص کی صفات کا علم ہمارے علم میں آجاتا ہے۔اسی طرح

Marfat.com

ظاہری دنیا میں پائی جانے والی ہر شئے کے بارے میں مثال دی جا سکتی ہے گویا ذات صفات کا مجموعہ ہے جتنا زیادہ ان صفات کا علم ہوگا ذات کا علم ہمارے علم میں آشکار ہوتا جائے گا یعنی ہر شئے ایک علم کی حیثیت رکھتی ہے۔علم کے علاوہ کائنات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔جس طرح ظاہر ایک علم ہے اسی طرح باطن یا غیب بھی ایک علم ہے جس کی بنیاد پر ظاہر کا وجود قائم ہے۔ اسی علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الٓمٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۔

''بے شک یہ کتاب ہدایت دیتی ہے ان لوگوں کو جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں اور اس طرح یقین رکھتے ہیں کہ غیب ان کے مشاہدے میں آجاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو دو رخوں پر تخلیق فرمایا ہے تمام صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ غیب صرف اللہ کی ذات برحق ہے لیکن اس ذات برحق نے جتنا علم انسان کو عطا کر دیا وہ انسان کے اوپر اللہ کا انعام واکرام اور انسان کے لئے اول سعادت ہے۔ روحانی نقطہ نظر سے غیب وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمالیا ہے جو کسی کو حاصل نہیں ہے اور جو علم اللہ تعالیٰ نے بندوں پر آشکار کر دیا ہے اور اپنے بندوں کی روح میں انڈیل دیا ہے وہ اس غیب کے دائرے

112210

Marfat.com

میں آتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا پسند فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر سفر کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کر کے جب اس بندے تک پہنچے تو اللہ نے فرمایا:

''موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنی رحمت خاص سے ایک علم عطا کیا اور ہم نے اسے علم لدنی سکھایا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر اور صاحبِ کتاب نبی ہیں۔ ظاہر ہے کتاب کا نازل ہونا غیب سے باہر نہیں ہے اس لئے کہ ذاتِ حق غیب ہیں۔ جلیل القدر پیغمبر کی بظاہر ایک عام انسان سے ملاقات ہوئی اور پھر جو واقعات پیش آئے مثلاً کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کا قتل کر دینا، گرتی ہوئی دیوار کا بنا دینا، حضرت موسیٰ اور اس بندے کے درمیان یہ معاہدہ ہونا کہ حضرت موسیٰؑ اس بندے کی کسی بات پر نہیں بولیں گے۔ پھر اپنی بات پر قائم نہ رہنا اور اس بندے سے الگ ہو جانا اور اس بندے کا یہ بتانا کہ ان واقعات میں اللہ کی کیا حکمت ہے یہ ثابت کر رہا ہے کہ علمِ غیب کو اللہ نے بندے پر منکشف کر دیا ہے۔

غیب کے تماشے

قرآن میں بڑا واضح طور پر لکھا ہے کہ:

''ہم کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتے

Marfat.com

جب تک وہاں کوئی پیغمبر نہ بھیج دیں۔''

اب پیغمبر بتاتا ہے کہ آپ کا اصل origin جس کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو قائم رکھے ہوئے ہیں وہ صرف اور صرف غیب ہے' غیب کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ پیغمبر صرف اور صرف غیب کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اب غیب کے نمائندے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک نبی کہلاتا ہے اور ایک رسول کہلاتا ہے۔ان کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ضروری نہیں کہ کوئی پیغمبر نبی ہو اور ضروری نہیں کہ کوئی پیغمبر نبی بھی ہو اور رسول بھی۔

نبی کا مطلب ہے غیب بین۔ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ نبی ایسے انسان کو کہتے ہیں جو غیب کو دیکھتا ہو' غیب کا مشاہدہ کرتا ہو اور غیب کے اندر تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔نبی کی تعلیمات یہ ہوتی ہیں کہ کسی طرح انسان کو غیب میں داخل کر دیا جائے۔ نبی کا کام ہوتا ہے کہ کسی طرح انسان کو وہ علوم سکھائے جائیں جن کے حصول کے لئے مادی حواس کی نفی کرنی پڑتی ہے اور روح کی صلاحیتوں کو عروج دے کر درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔

جبکہ رسول کہتے ہیں غیب کے قاصد کو۔ اللہ اور مخلوق کے درمیان وہ ایک رابطے کا باعث ہوتے ہیں۔ کچھ پیغمبر ایسے ہیں جو صرف نبی ہیں اور کچھ پیغمبر ایسے ہیں جو صرف رسول ہیں جبکہ چند پیغمبر ایسے ہیں جو نبی بھی ہیں اور رسول بھی۔ رسول شریعت نافذ کرتا ہے اور شریعت کی انتہا معاشرتی نظم و ضبط ہے۔ شریعت وہ علم ہے جس کے ذریعے

Marfat.com

معاشرے میں معاملات بااحسن طریقے سے انجام پائے جائیں یعنی زندگی کا وہ شعبہ جس میں آپ کا ظاہر involve ہے اور آپ ایک دوسرے سے روابط رکھے ہوئے ہیں یہ شریعت ہے۔ شریعت کے علم کی حیثیت یہ ہے کہ معاشرہ کس حد تک آرام و سکون سے' مطمئن طریقے سے رہ سکتا ہے۔

دنیا میں رہتے ہوئے لازم ہے کہ شریعت کو اپنایا جائے۔ اگر انسان کسی ایسے جزیرے پر چلا جائے جہاں کوئی دوسرا انسان موجود نہیں تو چاہے وہاں گالیاں بکتا رہے وہ چاہے تو وہاں کوئی لباس نہ پہنے اسے کوئی روک ٹوک نہیں۔ مگر جونہی ایک شخص فرد کی حیثیت سے دوسرے فرد سے ملتا ہے تو شریعت کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں افراد ایک دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہیں اس لئے ایک ایسے قانون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو کہ دونوں افراد پر نافذ ہو۔ شریعت اللہ کا قانون نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت میں نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ تبدل۔ لہٰذا یہ ایک ایسا قانون ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے مثلاً حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں ہفتہ کے دن کاروبار ممنوع تھا جب کہ حضور ﷺ نے تمام دنوں میں کاروبار کرنے کی اجازت دی گویا شریعت کا تعلق کائناتی ادوار سے ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا جب لاوڈ اسپیکر پر پابندی تھی مگر آج ہر مسجد میں لاوڈ اسپیکر اذان کے لئے موجود ہے۔

Marfat.com

تاریخی پس منظر:

انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ خالق اور مخلوق کے علاوہ استاد اور شاگرد کا بھی ہے۔ عادتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ایک استاد ہو اور ایک شاگرد' ایک مقتدر ہو اور دوسرا مصاحب' ایک پیشوا ہو اور دوسرا پیرو' یہ عادتِ الٰہی حضرت آدمؑ کے وقت سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد علوم سکھائے یعنی اللہ نے بحیثیت استاد آدمؑ کو علوم سکھائے پھر تعلیم و تہذیب سے آراستہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں معلم' استاد اور شیخ بنا دیا۔ جنت میں مقام عطا فرمایا اور ملائکہ کو ان کے گردا گرد قطار اندر قطار کھڑا کیا اور آدم سے فرمایا کہ وہ علوم ظاہر کرے فرشتوں نے کہا:

ترجمہ: الٰہی! تو پاک ہے تو نے جو کچھ ہمیں نہیں سکھایا اس کا ہمیں علم نہیں' بے شک تو جاننے والا حکمت والا ہے۔

گویا فرشتوں پر آدم کی فضیلت علوم ٹھہری۔ اس کے بعد آدمؑ کو شجرِ ممنوعہ کے قریب جا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کام کرنے کے ارتکاب میں جنت سے نکال کر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کر کے زمین پر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو نہایت احسن طریقہ پر پیدا فرمایا اور پھر اس کو بد سے بھی بدترین مقام پر پھینک دیا۔

Marfat.com

زمین کو اللہ تعالیٰ نے بد سے بھی بد ترین مقام کہا ہے اس لئے آدم کو سخت اضطراب لاحق ہوا اور وہاں آپؑ کو ایسی چیزوں سے واسطہ پڑا جن کو کہ اس سے قبل آپؑ نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا یعنی بھوک' پیاس وغیرہ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو آپؑ کے پاس بھیجا جنہوں سے اس منزل اور ضرورت گاہ کے تمام عقدے آپؑ پر کھول دیئے اور گیہوں بونے کا حکم دیا اور دنیا کے دوسرے علوم اور آدابِ زندگی آپؑ کو سکھائے۔ زمین پر آنے کے بعد اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان حجاب آ گیا یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر سے باطن میں چلا گیا گویا آدم کے حواس ایک نئے رخ سے متعارف ہوئے۔ یہاں سے شریعت اور طریقت کی بنیاد پڑی۔ انسان غیب بینی کے ساتھ ساتھ معاشرتی نظام کو بھی سنبھالتا چلا گیا۔ اولادِ آدم قبائل میں بڑھتی چلی گئی اور معاشرتی نظام بنتا چلا گیا پھر ایسا وقت آیا کہ معاشرتی نظام خراب ہونا شروع ہو گیا' انسان اللہ سے دور ہوتا چلا گیا اور لالچ' حرص' طمع' غصہ' نفرت' شہرت جیسی برائیاں انسان میں بڑھتی چلی گئیں اور انسان غیب سے دور ہونا شروع ہو گیا۔ جس وقت ایسی نوبت آئی تو اللہ نے نبیوں اور رسولوں کو بھیجنا شروع کر دیا تا کہ غیب بینی کے ساتھ ساتھ معاشرتی نظام بھی ہاتھ میں رہے۔ غیب بینی کی یہ صورتِ حال حضرت نوحؑ تک چلتی رہی۔ حضرت نوحؑ نبی بھی ہیں اور رسول بھی۔ آپ غیب کی تعلیم بھی دیتے تھے اور لوگوں کو اچھے اور برے کا بھی بتاتے تھے۔ آبادی کی کثیر تعداد جب

Marfat.com

غیب کو بھول گئی اور غیب کے قاصد کے خلاف سرکشی شروع ہو گئی تو اس وقت طوفانِ نوح نازل ہوا۔

طوفانِ نوح کے بعد پھر فرقے اور قبائل بنے اور آبادی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس دور میں نبی اور رسول زیادہ آئے۔ اس دور کے بعد جو آخری دور شروع ہوتا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کا دور شروع ہوتا ہے جو کہ ابو الانبیاء کی حیثیت رکھتے ہیں تاریخی طور پر جب کسی بھی قربانی کا تذکرہ آئے گا تو حضرت ابراہیمؑ ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد نبیوں کا سلسلہ تبدیل ہوا حضرت اسحاقؑ کی طرف جو لوگ گئے وہ شریعت کی طرف زیادہ زور رکھتے تھے کیونکہ انکا یہ خمیر تھا کہ وہ سرکشی بہت کرتے تھے اس لئے وہاں قانون نافذ کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں نبوت کا پیٹرن قائم رہا۔ حضرت اسحاقؑ کی طرف شریعت کی تعلیمات زیادہ چلتی رہیں جبکہ حضرت اسماعیلؑ کی طرف نبوت کی تعلیمات زیادہ چلتی رہیں۔ آخر میں جو دور آیا اس میں عرب اور دوسرے قبیلے جو کہ ساری قبیلے کہلاتے تھے اس طرح اکٹھے ہو گئے کہ اب نبی کی بھی ضرورت تھی اور رسول کی بھی ضرورت تھی۔ کائناتی ضرورت یہ تھی کہ ایسا پیغمبر بھیجا جائے جو نبی بھی ہو اور رسول بھی اور جس سے ایسی جامع تعلیمات مل جائیں کہ نبی کی بھی ضرورت نہ پڑے اور نہ ہی رسول کی تو ایسی صورت میں سیدنا حضورﷺ تشریف لائے۔ آپﷺ کی آمد سے دنیا کا نظام بالکل ہی بدل گیا۔

Marfat.com

انہوں نے نبوت کی تعلیمات بھی دیں اور رسالت کی تعلیمات بھی دیں۔

صحابہ کرام میں سے چند لوگوں کی خصوصی تربیت کا اہتمام کر دیا گیا جو روحانی اقدار کے ذوق سے متصف تھے۔ ان صحابہ کرام نے روحانی علوم کے حصول کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں تھیں۔ ان صحابہ کرام کو اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ تربیت یافتہ قدسی نفس حضرات تھے جنہوں نے اپنی روحوں کو نورِ نبوت کی روشنیوں سے منور کر لیا تھا۔ اہلِ بیت کے بعد مرتبہ احسان کے باعث روحانی بلندی انہی کو نصیب ہوئی۔

صحابہ اکرام کے بعد معاشرتی قوانین اور دوسرے علوم تابعین کو منتقل ہوئے۔ اس کے بعد تبع تابعین کا دور شروع ہوا۔ اس دور میں حضور ﷺ کی تعلیمات دھندلانہ شروع ہوگئیں۔ لوگوں نے ان تعلیمات کو اپنی مرضی کے مطابق موڑنا شروع کر دیا یہاں سے شریعتوں میں بگاڑ شروع ہوگیا۔ تابعین کے بعد یہ علوم خلفاء اور دیگران میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی پسند کے فتویٰ دینے شروع کر دیئے۔ غیب بین لوگوں کی عوام میں دلچسپی ہمیشہ سے ہی کم رہی ہے۔ خلفاء نے ان لوگوں کو کسی قدر اپنے قریب لانے کی کوشش کی مگر انہوں نے خود کو چھپانا شروع کر دیا۔ نتیجتاً انہوں نے علماء کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بیشمار علماء ایسے تھے جو حضور ﷺ کی تعلیمات کو اسی طرح آگے بڑھانا چاہتے تھے مگر انہیں قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ مامون رشید کو تاریخ ایک سند کی حیثیت دیتی ہے مگر انہوں نے

Marfat.com

سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کیا علماء نے اس کے لئے باقاعدہ فتویٰ دیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف کا دور شروع ہوا حجرہ اسود جسے چومنا طواف کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے کو خانہ کعبہ سے اٹھا کر یہ بصرہ لے آئے اور تین سو سال تک یہ بصرہ میں پڑا رہا۔ اس دور میں بھی بہت سے علماء کا قتل ہوا۔ نتیجتاً ان میں غیب کے لوگوں نے عرب کی سرزمین چھوڑنا شروع کر دی کچھ روس کی ریاستوں میں چلے گئے' کچھ ایران اور کچھ نے دوسرے ممالک کا رخ کیا اب حالات وہ نہیں رہے کہ علوم یکسر یا یکدم منتقل کر دیئے جاتے اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ماحول کے مطابق ذہن کو صاف کیا جائے اس ذہن کو صاف کرنے کے لئے ریاضتیں' چلہ کشی اور دوسرے اشغال شروع ہو گئے۔

حضرت حسن بصریؒ کے بعد ایسا دور شروع ہوا کہ سلاسل کی بنیاد رکھنا پڑی۔ ہر ماحول کے مطابق مختلف سلاسل کی بنیاد پڑی ہر سلسلے کا مقصد یہی تھا کہ کسی طرح لوگوں کو غیب میں داخل کیا جائے اور غیب بینی کے ذریعے وہ یہ جان لیں کہ ہمارا اصل مالک و مختار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے مقصدِ تخلیق کی تعمیل ہو سکے۔ سلسلہ سہروردیہ' سلسلہ تاجیہ نے عرب کی طرف ترقی پائی جبکہ ایران کی طرف سلسلہ سہروردیہ نے فروغ پایا۔ افغانستان میں سلسہ چشتیہ نے فروغ پایا۔ برصغیر میں جن سلاسل نے فروغ پایا ان میں سلسلہ چشتیہ' سلسہ نقشبندیہ' سلسہ قادریہ' سلسلہ ملامتیہ' سلسہ سہروردیہ اور سلسہ قلندریہ شامل ہیں اور

Marfat.com

یوں استاد شاگرد کا رشتہ ازل تا ابد قائم ہے غرض ہر صاحب علم کا کوئی نہ کوئی شاگرد ایسا ہوا ہے جس نے ان تعلیمات کی رہنمائی کے مطابق زندگی کا رستہ طے کیا۔ تمام انبیاءؑ صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اولیاء اللہؒ ابدال اور صدیقین کا سلسہ اسی طرح چلا آرہا ہے کہ کوئی استاد ہوا اور کوئی شاگرد۔ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد عقبد تھے۔ حضرت سری سقطیؒ کے شاگرد ان کے خادمِ خاص اور بھانجے ابوالقاسم جنیدؒ تھے۔ یہ مشائخ اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور راستہ ہیں۔ اسی دروازے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں راستہ ملتا ہے۔ ہر سالک کے لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کا خود انتخاب فرمائے اور اس کی تربیت کا بندوبست فرمائے۔

علم کی طرزیں:

علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو رسولوں کو عطا کیا جاتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو انبیاء کرام کو عطا کیا جاتا ہے۔ ایک بندہ وہ ہے جو اللہ کے قانون کے مطابق نوعِ انسانی کو راہِ راست پر لانے کی ناصرف جدوجہد کرتا ہے بلکہ اپنی زندگی کا ایثار کرتا ہے بڑی بڑی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ نوعِ انسانی میں اچھائی برائی کے تصور کو عام کر دے اور ان راستوں سے دور لے جائے جو راستے بندے اور اللہ کے درمیان پردہ بنتے ہیں۔

Marfat.com

دوسرے بندے کی یہ شان ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں پہلے اللہ کی مشیت دیکھتا ہے اور مشیت میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر بلا چوں وچرا عمل کرتا ہے۔ اس کے سامنے نہ اچھا ہوتا ہے نہ برا وہ صرف اور صرف یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں اس میں اس کی اپنی مرضی شامل نہیں ہوتی وہ ہر حال میں راضی بالرضا رہتا ہے اس کی سوچ کبھی اس طرف نہیں جاتی کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کیوں چاہتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور بندہ اس پر عمل درآمد کرتا ہے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم علم کی ہیئت، اصلیت اور حقیقت پر غور کرتے ہیں تو ہمارے پاس یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ علم کی بنیاد دراصل کسی چیز کی خبر یا کسی چیز کی شکل وصورت کو یا کسی چیز کے وصف کو جاننا ہے۔ علم کے معنی بھی یہی ہیں کہ آدمی کے اندر جاننے اور کسی چیز سے واقف ہو جانے کا عمل پیدا ہو جائے۔ جب تک ہمیں کسی چیز کے بارے میں علم حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک وہ چیز ہمارے لئے معدوم کی حیثیت رکھتی ہے۔

جاننے کی تین طرزیں ہیں۔ ایک جاننا یہ ہے کہ ہمیں کسی چیز کی اطلاع فراہم کی جائے اور ہم اس اطلاع کو یقین کے درجے میں قبول کرلیں۔ علم کی دوسری قسم یہ ہے کہ ہم کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور علم کی تیسری قسم یہ ہے کہ ہم دیکھی ہوئی چیز کے اندر صفات کو نہ صرف یہ کہ محسوس کرلیں بلکہ اس کا باطنی آنکھ سے مشاہدہ بھی کرلیں۔

Marfat.com

اس علم کو روحانی سائنس دانوں نے تین درجوں میں تقسیم کیا ہے:

۱) علم الیقین

۲) عین الیقین

۳) حق الیقین

علم الیقین یہ ہے کہ ہمیں اس بات کی اطلاع ملی کہ سائنسدانوں نے ایک ایسا ایٹم بم ایجاد کیا ہے جو ایک لمحہ میں لاکھوں جانیں ہلاک کر سکتا ہے۔ حالانکہ ہم نے ایٹم بم دیکھا نہیں ہے لیکن ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ایٹم بم موجود ہے۔ علم کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہمیں پہلے اطلاع ملی کہ ایک ایسی مشین ایجاد ہوئی ہے کہ ہزاروں میل دور تصویریں اس مشین کی مدد سے اسکرین پر نمودار ہو کر نظر آتی ہیں۔ چونکہ ہم ہزاروں میل کے فاصلے سے چلی ہوئی تصویریں ٹی وی اسکرین پر منعکس دیکھ لیتے ہیں لہذا اس علم کا نام عین الیقین ہو گا۔ ہمیں یہ اطلاع فراہم کی گئی کہ کائنات کی بنیاد اور کائنات کی بساط میں جو کچھ موجود ہے وہ دراصل روشنیوں سے بنا ہوا ہے۔ چونکہ وہ روشنیاں ہمارے سامنے نہیں ہیں اور نہ ہی ان روشنیوں کی ماہیئت سے ہم واقف ہیں اس لئے ہم یہ کہیں گے کہ ہمیں حق الیقین حاصل نہیں ہے۔ اسے ہم مختصر طریقے سے اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ کسی نے کہا آگ جل رہی ہے۔ ہم نے اس کے کہنے پر یقین کر لیا کہ وہاں آگ ہے۔ اسے ہم علم الیقین کہیں گے۔ جب ہم آگ کے قریب گئے اور اسے دیکھ لیا تو ہمیں عین

Marfat.com

الیقین حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے آگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو تپش محسوس کی۔ اس تجربے کا نام حق الیقین ہے۔

روحانی سائنسدان جب کسی علم کا تذکرہ کرتا ہے یا کائنات میں موجود کسی شئے کا تجزیہ کرتا ہے تو اس کے سامنے علم کے یہ تینوں درجے ہوتے ہیں۔ روحانی سائنس بتاتی ہے کہ انسان کو اگر کوئی چیز دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہے تو وہ علم ہے، ایسا علم جو اللہ تعالیٰ نے آدم کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور کسی دوسری نوع کو یہ علم عطا نہیں کیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آدم کی نیابت اور علوم کا تذکرہ کیا ہے اس آیت میں تفکر کرنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علوم فرشتوں کو بھی حاصل ہیں اور علوم آدم کو بھی حاصل ہیں۔ لیکن آدم کو وہ مخصوص علوم حاصل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی نہیں سکھائے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم پاکی بیان کرتے ہیں اور ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا علم آپ نے ہمیں عطا کر دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کا شرف دراصل اس کا علم ہے اور یہ وہ علم ہے جو دوسری مخلوقات کو حاصل نہیں ہے۔

ایک چڑیا زندگی گزارنے کے سارے تقاضے رکھتی ہے اور ان تقاضوں کو پورا کرنے کے علم سے بھی باخبر ہے لیکن وہ ہوائی جہاز نہیں بنا سکتی، ایٹم بم نہیں بنا سکتی، ریڈیو یا ٹی وی نہیں ایجاد کر سکتی اور آدمی یہ تمام چیزیں بنا لیتا ہے اور اس کے علاوہ نئی نئی اختراعات کرتا رہتا ہے۔ اس علم کو ہم وہ علم نہیں کہتے جو علم اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص آدم کے لئے

Marfat.com

مخصوص کیا ہے۔ اس لئے کہ اس علم کا تعلق عقل سے ہے یا باالفاظِ دیگر عقل نئی نئی ایجادات کرتی ہے۔ جس طرح ایک آدمی ٹی وی بنا لیتا ہے اور چڑیا ٹی وی نہیں بنا سکتی۔ اسی طرح چڑیا آسمان کی وسعتوں میں اُڑتی ہے جب کہ آدمی اُڑ نہیں سکتا۔ آدم زاد میں بھی سب لوگ ایسے عاقل، بالغ اور باشعور نہیں ہوتے جن سے ایجادات ظہور میں آتی ہوں۔ عقل کی کمی یا زیادتی کی بنیاد پر اختراعات کا وجود قائم ہے۔ لیکن ایک علم ایسا ہے جو عقل کی حدود اور دائرے سے باہر ہے مثلاً یہ کہ ایک بندہ چڑیا کی طرح اُڑ سکتا ہے۔ اولیائے کرام کے ایسے بیشمار واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں کہ انہوں نے فضا میں پرواز کی ہے۔ ہزاروں میل دور کی چیز کو بغیر کسی دوربین کے دیکھ لیا ہے، لاکھوں سال پہلے کی آوازوں کو سنا ہے سمجھا ہے اور یہ سب کچھ ظاہری وسائل کے بغیر ہوا ہے۔ عقل سے جو علم سیکھا جاتا ہے اس کا نام علم حصولی ہے اور جو علم وجدان سے حاصل ہوتا ہے اس کا نام علم حضوری ہے۔

گویا علم کی دو طرزیں متعین ہیں۔ ایک طرز علم حضوری ہے اور علم کی دوسری طرز کو روحانی سائنس میں اکتساب کہتے ہیں یعنی ایسا علم جو عقل کے استعمال سے سیکھ لیا جائے۔ جتنا زیادہ عقل کا استعمال ہوگا، اسی مناسبت سے اس علم میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ علم حصولی ایک ایسا علم ہے کہ آدمی اپنی کوشش، محنت، جدوجہد اور صلاحیتوں کے مطابق ظاہر اسباب میں رہ کر کوئی علم سیکھے اور اس علم میں مادی وسائل بروئے کار

Marfat.com

آئیں۔ اکتسابی علوم آدمی کو اپنی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق اور عقل کے استعمال کے ذریعے بتدریج حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ یعنی جس علم میں جتنی زیادہ عقل استعمال کی جائے اسی مناسبت سے وہ علم اس بندے کے لئے روشنی بنتا چلا جائے گا۔ بات اس میں عقل کے استعمال کی ہے۔ عقل بندر میں بھی ہوتی ہے عقل انسان میں بھی ہے۔ بندر کی عقل کے مطابق اسے علوم سکھائے جائیں تو وہ بھی سیکھ لیتا ہے۔ انسان کی عقل کے مطابق اس کو جتنے علوم سکھائے جائیں وہ بھی سیکھ لیتا ہے۔ ایک آدمی لوہار بننا چاہتا ہے اس کے سامنے تین چیزیں ہیں ایک لوہا، دوسری وہ صلاحیت جو لوہے کو مختلف شکلوں میں ڈھالتی ہے اور تیسری صلاحیت کا استعمال۔ اب وہ صلاحیت کو استعمال کرتا ہے تو صلاحیت کے مطابق لوہے سے بیشمار چیزیں بنتی چلی جاتی ہیں۔

کسی علم کو سیکھنے کے لئے common factor نیت ہے یعنی وہ علم کس لئے سیکھا جا رہا ہے۔ اس علم کی بدولت جو چیزیں تخلیق پا رہی ہیں ان چیزوں میں تخریب کا پہلو نمایاں ہے یا اس کے اندر تعمیر پنہاں ہے۔ لوہا ایک دھات ہے لوہے کو مختلف چیزوں میں ڈھال دینا ایک صلاحیت ہے لیکن یہ چیزیں کس مقصد اور کس کام کے لئے بنائی گئیں ہیں یہ بات تعمیری یا تخریبی پہلو ظاہر کرتی ہے۔ لوہے سے ایسی چیزیں بھی بنتی ہیں جن کے اوپر انسان کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہے۔ مثلاً چمٹا، پھونکنی، توا، ریل کے پہیے، ریل کے ڈبے، ہوائی جہاز اور دوسری

Marfat.com

بیشمار چیزیں اگر نیت میں تخریب ہے تو یہی لوہا راکٹ اور بم وغیرہ میں تبدیل ہو کر نوعِ انسانی کی تباہی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

علم حصولی ایک ایسا علم ہے جو وسائل کے یقین کے ساتھ سکھایا جاتا ہے وسائل ہوں گے تو یہ علم سیکھا جا سکتا ہے وسائل نہیں ہوں گے تو یہ علم سیکھا نہیں جا سکتا۔ قلم ہو گا تو تحریر کاغذ پر منتقل ہو گی قلم نہیں ہو گا تو تحریر کاغذ پر منتقل نہیں ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ قلم وسیلہ ہے اس بات کے لئے کہ تحریر کو کاغذ پر منتقل کیا جائے۔ علم حصولی کے لئے وسائل کے ساتھ ساتھ استاد کی ضرورت بھی پیش آتی ہے ایسا استاد جو گوشت پوست سے مرکب ہو اور جو زمان و مکان میں بند جسمانی خدوخال کے ساتھ شاگرد کے سامنے ہو نیز استاد یہ بتانے کے لئے موجود ہو کہ قلم اس طرح پکڑا جاتا ہے اور قلم سے الف ب ت اس طرح لکھی جاتی ہے۔

علم حضوری وہ علم ہے جو ہمیں غیب کی دنیا میں داخل کر کے غیب کی دنیا سے متعارف کراتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کی حیثیت براہِ راست ایک اطلاع کی ہے یعنی علم حضوری سیکھنے والے بندے کے اندر لاشعوری تحریکات عمل میں آ جاتی ہیں۔ لاشعوری تحریکات عمل میں آنے سے مراد یہ ہے کہ حافظے کے اوپر ایک نقش ابھرتا ہے مثلاً اگر علم حضوری سکھانے والا کوئی استاد کبوتر کہتا ہے تو حافظے کی سطح پر یا ذہن کی اسکرین پر کبوتر کا ایک خاکہ سا بنتا ہے اور جب الفاظ کے اندر گہرائی پیدا ہوتی ہے تو دماغ کے اندر فی الواقع کبوتر اپنے پورے خدوخال کے ساتھ بیٹھا ہوا

Marfat.com

نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح جب استاد کسی سیارے یا ستارے کا تذکرہ کرتا ہے تو حافظے کی سکرین پر روشن اور دہکتا ہوا ستارہ محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی استاد جب جنت کا تذکرہ کرتا ہے تو جنت سے متعلق ایک فلم دماغ کے اندر ڈسپلے ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ذہن کے اندر یہ بات ہمیں نقش نظر آتی ہے کہ جنت ایک ایسا باغ ہے جس میں خوبصورت پھول ہیں، آبشاریں ہیں، دودھ کی طرح سفید پانی کی نہریں ہیں اور وہاں ایسے خوبصورت مناظر ہیں جن کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

علم حضوری ایک ایسا علم ہے جو مادی وسائل کا محتاج نہیں ہے۔ اس علم کو سیکھنے کے لئے کاغذ، قلم، دوات کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ جس طرح حصولی علم کو سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت پیش آتی ہے اسی طرح حضوری علم کو سیکھنے کے لئے روحانی استاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ علم ٹائم اور اسپیس کی حدود سے باہر ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ استاد مادی خدوخال اور دوسرے مادی وسائل کے ساتھ بھی شاگرد کے سامنے موجود ہو۔ علم کے طالب کو شاگرد کہا جاتا ہے اور علم سکھانے والے کو استاد کا نام دیا جاتا ہے۔ علم حضوری سیکھنے والے طالب علم کا اصطلاحی نام مرید ہے اور علم حضوری سکھانے والے کا اصطلاحی نام مُراد ہے۔

علمِ حصولی میں استاد کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ طالب علم کو صلاحیتوں کا استعمال سکھا دے۔ ایک آدمی تصویر بنانا چاہتا ہے یا تصویر

Marfat.com

بنانے کا فن سیکھنا چاہتا ہے۔ اُستاد کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ شاگرد کو یہ بتا دے کہ تصویر اس طرح بنتی ہے کہ اگر گراف کے اتنے خانے کاٹ دیئے جائیں تو ناک بن جائے گی، گراف کے اتنے خانوں پر پنسل پھیر دی جائے تو کان بن جائے گا۔ گراف کے اندر اتنی تعداد میں خانے کاٹ دیئے جائیں تو آنکھیں بن جائیں گی۔ پنسل کو اس زاویئے سے گھما دیا جائے تو چہرہ بن جائے گا۔ طالب علم استاد کے بتائے ہوئے اس طریقے پر عمل کرتا ہے تو وہ تصویر بنا لیتا ہے۔ لیکن تصویر اس کی اپنی صلاحیتوں کا اظہار ہوتی ہے۔ استاد کا کام صرف اتنا تھا کہ اس نے تصویر بنانے کا قاعدہ سمجھا دیا۔ جتنی مشق کی جاتی ہے اسی مناسبت سے تصویر کے خدوخال بہتر اور خوبصورت ہوتے جاتے ہیں۔

اس کے متضاد علم حضوری میں مراد مرید کے اندر اپنی صلاحیتیں منتقل کر دیتا ہے مرید جب تصویر کشی کرے گا تو اس تصویر میں مراد کی صلاحیت کا عکس نمایاں ہوگا۔ صلاحیتوں کا منتقل کرنا مادی وسائل کا محتاج نہیں ہے۔ صلاحیتوں کو قبول کرنے کے لئے مراد کی طرزِ فکر اپنے اندر منتقل کرنے لئے صرف اور صرف ایک بات کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ مرید خود کو اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ مراد کے سپرد کر دے اور اپنی ذات کی اس طرح نفی کر دے کہ اس کے اندر بجز مراد کے کوئی نظر نہ آئے۔ جیسے جیسے یہ طرز مرید کے اندر مستحکم ہوتی رہتی ہے اسی مناسبت سے مراد کی طرزِ فکر مرید کے اندر منتقل ہوتی رہتی ہے۔

Marfat.com

آدمی کے اندر دماغ دراصل ایک اسکرین ہے بلکل ٹی وی کی طرح۔ کہیں سے کوئی چیز نشر ہوتی ہے ہزاروں میل کے فاصلے سے تصویر ٹی وی اسکرین پر منتقل ہو جاتی ہے وہ تصویر ہلتی بھی ہے وہ تصویر بولتی بھی ہے وہ تصویر ہنستی بھی ہے وہ تصویر روتی بھی ہے حالانکہ یہ علم حصولی ہے کہ لوگوں نے وسائل کو کام میں لا کر اتنی زیادہ کوششیں کیں کہ ہزاروں میل کے فاصلے سے انہوں نے آدمی کو لہروں میں تبدیل کر کے دور دراز علاقوں میں منتقل کر دیا۔ یہی نہیں کہ ایک تصویر صرف ایک جگہ نظر آئے بلکہ ٹی وی اسٹیشن سے نکلی ہوئی ایک تصویر ہزاروں لاکھوں جگہ بیک وقت نظر آتی ہے۔

اسی طرح جب کوئی مراد اپنے مرید کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے اندر ٹائم اور اسپیس کو حذف کرنے والی صلاحیتیں مرید کے دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو جاتی ہیں اور جیسے جیسے یہ صلاحیتیں منتقل اور متحرک ہوتی رہتی ہیں مرید کے اندر ذہنی تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ مرید کی طرزِ فکر مراد کی طرزِ فکر بن جاتی ہے۔ مراد کی صلاحیتیں مرید کی صلاحیتیں بن جاتی ہیں اور جب یہ عمل اپنے عروج پر پہنچتا ہے تو مراد اور مرید ایک ہو جاتے ہیں یہاں تک کے دونوں کی گفتگو ایک ہو جاتی ہے، دونوں کی شکل و صورت ایک ہو جاتی ہے، دونوں کا طرزِ کلام ایک ہو جاتا ہے ایسے بیشمار واقعات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں کہ مراد کے سر میں درد ہوا تو مرید نے بھی اسی

Marfat.com

طرح درد کی کسک محسوس کی اور پٹی باندھ لی۔ مراد کو بخار ہوا تو مرید بھی بخار میں تپنے لگا جب کہ مرید اور مراد دونوں کے درمیان فاصلہ سینکڑوں اور ہزاروں میل تھا۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا دونوں ایک ہی وقت بخار میں مبتلا ہوئے۔ اگر مرید کے اندر جذبۂ صادق ہے اور مراد سے عشق کے درجے میں محبت کرتا ہے، اپنی ذات کی نفی کر کے سب کچھ مراد کو سمجھتا ہے تو پھر دوری ختم ہو جاتی ہے اور مرید ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی اپنے مراد اور پیر و مرشد سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔

ایسا صرف علمِ حضوری ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے۔ یہ علم منتقل ہوتا ہے سکھایا نہیں جاتا۔ علمِ حضوری اور علمِ حصولی میں یہی بنیادی فرق ہے۔ مرید یا شاگرد دونوں طریقوں سے یہ علم سیکھتا ہے مگر علمِ حصولی میں مرید یا شاگرد کو اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے، جب کہ علمِ حضوری میں مراد اپنی صلاحیتیں مرید کی روح کے اندر انڈیل دیتا ہے۔

علم اور عالم کی فضیلت:

جس طرح ساری مخلوق میں انسان بہترین مخلوق ہے اسی طرح علم حاصل کرنے والا انسان نوعِ انسانی میں بہترین ہے۔ طریقت، ایمان، معرفت اور رضائے الٰہی کے حصول میں کسی بھی طرح علم کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ہر مرحلے میں علم بنیادی ضرورت ہے۔ راہِ سلوک میں توحیدی عقیدے کے ساتھ عبادات کو صحیح طریقے پر

Marfat.com

پورا کرنا اور معاملات درست رکھنا، احوالِ قلب، حسنِ اخلاق اور تزکیہ نفس ہونا ضروری ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث سے علم کی قدر و منزلت اور عزت و شان کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے۔

۱) کیا جاننے والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔(پارہ ۲۳ زمر ۹)

۲) اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجے بہت بلند فرمائے گا۔

۳) اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

رسول اللہ ﷺ نے علم کی فضیلت میں فرمایا:

" جو شخص علم کی تلاش میں سفر اختیار کرے اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے بے شک فرشتے طالب علم کی عظمت میں اس پر اپنے پَر جھکا دیتے ہیں اور بے شک علم سیکھنے والوں کے لئے زمین اور آسمان کی مخلوق اور پانی کی مچھلیاں مغفرت طلب کرتی ہیں۔"

بے شک علمائے حق انبیاء کے ورثاء نے درہم و دینار کی بجائے علم چھوڑا ہے جس نے علم سیکھا اس نے بڑا حصہ پایا۔ انسان کی شخصیت بنانے اور سنوارنے میں صحبت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کے اوصاف سے عملی اور روحانی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہم نشینی کے لئے غیب میں اہلِ ایمان، اہلِ استقامت اور عارف باللہ لوگوں کو پسند کرتا ہے تو بہت جلد ان جیسا ہو جاتا ہے، اور ان پاکیزہ نفس حضرات کی رہنمائی میں اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ عیوب اور

Marfat.com

برے اخلاق سے چھٹکارہ پا لیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو اعلیٰ مقام نبی اکرم ﷺ کی صحبت و مجالس کے سبب حاصل ہوا ورنہ اس سے قبل وہ جہالت کے اندھیروں میں تھے اور تابعین نے اس عزمِ شرف کو صحابہ کرام کی صحبت سے حاصل کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے وارث علماء باطن اولیاء اللہ سے قرب اصلاح نفس کا ذریعہ ہے۔ ان کی صحبت میں وقت گزارنے سے ''یومنون بالغیب'' کی عملی تشریح سامنے آ جاتی ہے۔ جو بات کتابیں پڑھنے سے سمجھ میں نہیں آتی وہ ان کی مجالس میں حاضر ہونے سے سمجھ آ جاتی ہے۔ انسان کی ظاہری اور باطنی اغراض' غرور' حسد' کینہ' انانیت' خود پسندی' تکبر اور بخل کا اولیاء اللہ کی قربت دعا اور توجہ سے شافی علاج ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مومن' مومن کے لئے آئینہ ہے''۔ مومنِ صادق وہ ہے جس کی ذات روشن اور منور ہے۔ وہ اپنے مرشد کا وارث ہوتا ہے اور وراثت کا یہ سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ متصل ہے اور یہی وہ آئینہ فیض ہے جسے اللہ نے انسانوں کے لئے اعلیٰ مثال اور کامل نمونہ قرار دیا ہے۔

''اے مسلمانو! بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہترین نمونہ ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں۔''

Marfat.com

(پارہ ۲۱ احزاب ۲۱)

رسول اللہ ﷺ کے وارث اولیاء اللہ کی قربت ہی وہ عملی طریقہ ہے جس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ نفس اخلاق سے مزین ہو جاتا ہے اور انسان اپنی روح کا درجہ بدرجہ عرفان حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے مقصد تخلیق کی تکمیل کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علماء' انبیاء کے وارث ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت تم میں سے کسی ادنا شخص پر۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ دو قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک عالم اور دوسرا متعلم اور باقی بیکار اور نا قابلِ اعتبار ہیں۔ کہا گیا ہے کہ علم' روح ہے اور عمل اسکا جسد ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم اصل ہے اور عمل اس کی فرع ہے۔ علم پکار پکار کر عمل کی جانب توجہ دلاتا ہے اور اگر اس کی بات کو نہ سنا جائے تو وہ رخصت ہو جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر تم کسی شخص کے علوم کے محتاج ہو تو اس کے عیوب پر نظر نہ ڈالو ورنہ اس کے علوم سے فائدہ اٹھانے کی برکت سے محروم رہو گے۔

Marfat.com

باب دوئم

رابطہ شیخ:

اللہ تعالیٰ کی قربت کے حصول کے لئے سب سے بہتر ذریعہ رابطہ شیخ ہے۔ رابطہ کے معنی ربط، ضبط اور تعلقِ خاص کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کے بہت سے راستے ہیں۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں:

''جس قدر نفوس ہیں اسی قدر خدا سے ملنے کی راہیں ہیں۔ ہر نفس اپنی حقیقت سے ملنے کا راستہ رکھتا ہے لیکن دینِ کبریٰ سے بالاتفاق تین راہوں کو اخذ کیا ہے۔ یہ تین راستے سب راستوں سے افضل ہیں اور انہی راستوں پر چلنے سے لاکھوں ولی اللہ بن گئے اور ان کی تصدیق تواتر سے حق الیقین تک پہنچتی ہے۔ یہ راستے بے شک سب راستوں سے افضل ہیں وہ یہ ہیں:

اول ذکر

دوئم فکر

Marfat.com

سوئم رابطہ شیخ

اگر ان تینوں راستوں میں سے ایک کو بھی مضبوط پکڑ لیا جائے تو بے شک انسان خدا تک ضرور پہنچے گا۔

خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں:

ذکر بے رابطہ موصل نیست ورابطہ بے ذکر البتہ موصل نیست

(ذکر رابطے کے بغیر خدا تک نہیں پہنچا تا البتہ رابطہ بلا ذکر کے خدا تک پہنچا دیتا ہے۔)

حضرت شیر ربانی مجدد الف ثانیؒ بھی رابطہ شیخ کو اپنی کتابوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر بلا تکلف بلا بناوٹ کے مرید کو پیر کا رابطہ حاصل ہو جائے تو پیر و مرید کے درمیان مناسبت کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اور وصل اللہ کے لئے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریقہ نہیں اور ذکر سے رابطہ کا بہتر کہنا بلحاظ نفع کے ہے کیونکہ مرید کو ابھی مذکورہ سے کامل مناسبت پورا فائدہ حاصل کرنے کی نہیں ہے۔''

حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں:

سایہ رہبر بہ است از ذکرِ حق

(ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر)

حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ زیادہ رابطہ وتعلق اور محبت رکھتے تھے اس واسطے آپؓ تمام صحابہ سے سبقت لے گئے۔ آپؓ

Marfat.com

کی شان میں فرمان ہے کہ ''نہیں ڈالا اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں کچھ مگر میں نے اس کو ابو بکر کے سینے میں ڈال دیا۔''

پس رابطہ شیخ سے طالب ایسا کمال حاصل کر لیتا ہے کہ جیسے کاغذ پر مہر کی نقل جلوہ گر ہوتی ہے۔

رابطہ شیخ، ربط الی اللہ قائم کرنے اور واصل باللہ ہونے کا راستہ ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

''علم نا اہل علماء سے سیکھنا مناسب نہیں کیونکہ وہ روحانی قوتوں سے محروم ہوتے ہیں۔ علم اور خبر ایسے شخص سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم (یعنی اللہ تعالیٰ) تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور خبر سے مخبر کو جانتا ہو۔'' حضرت موسیٰؑ نے جب یہ محسوس کر لیا کہ اُمتِ محمدی میں ایسے خدارسیدہ بندے بھی ہیں جو تحت الثریٰ سے لیکر اعلیٰ علیین تک چھائے ہوئے ہیں تو آپؑ نے بھی حضور ﷺ کی امت میں شمولیت کے لئے دعا کی۔

سلوک' روحانیت' تصوف یا طریقت ایک ایسا شعبہ ہے جس میں داخل ہونے کی اولین شرط کسی شیخ یا مرشد کی صحبت میں آنا ہے۔ طبعاً کسی مرید کے لئے اپنے مرشد کی طویل صحبت حاصل کرنا ممکن نہیں لہذا مرشد کے ساتھ ذہنی رابطہ بہت ضروری ہے۔ اہلِ سلوک ذہنی ربط کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور اسے روحانیت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس طریقہ میں دوری اور نزدیکی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ ذہنی ربط کے ذریعے معنوی

Marfat.com

صحبت حاصل کرنے کی راہ میں کوئی چیز کسی وقت حائل نہیں ہوتی۔ حقیقتِ رابط کی اصل اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ جس میں کسی مقرب فرشتے یا نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی۔''

مرِید کے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اس کی کامیابی کا مدار باطنی رابطے پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت' عقیدت' اسکا گرویدہ ہونے اور اسکے سامنے سرتسلیم خم کرنے سے عبارت ہے۔ یہ رابطہ جس قدر مضبوط ہوگا شیخ کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ حاصل کرے گا۔ شیخ کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطے کا ہونا کافی ہے۔ اگر محبت اور رابطہ نہ ہو تو وہ صلاحیت پیدا نہیں ہوتی جو کہ شیخ کی توجہ کو قبول کرنے کے لئے ضروری ہے۔ شیخ سے باطنی رابطے کا طریقہ طالب کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے اگرچہ ذکر کی اپنی فضیلت ہے مگر مرید چوں کہ دنیا و مافیا میں گرفتار ہوتا ہے اور وہ عالمِ بالا سے تعلق نہیں رکھتا کہ وہ وہاں سے بغیر وسیلے کے فیض حاصل کر سکے اس لئے اس کو ایک واسطہ چاہئے جو عالمِ بالا سے ربط رکھتا ہو اور جو عالمِ بالا کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے عالمِ غیب سے فیوض و برکات عالمِ ناسوت میں ان کی استعداد رکھنے والوں کو پہنچائے۔ لہذا جس قدر طالب کا مطلوب کے ساتھ ربط زیادہ ہوگا اس

Marfat.com

کے باطن سے اسی قدر فیض اخذ کرے گا۔

بیعت:

کسی بھی دنیاوی علم کو حاصل کرنے کے لئے آپ کو استاد کی ضرورت پڑتی ہے جو قدم بہ قدم رہنمائی کر کے انسان میں چھپی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔اسی طرح روحانی علوم حاصل کرنے کے لئے بھی کسی استاد کی ضرورت پڑتی ہے جس کی ہدایت پر عمل کر کے انسان اپنی روحانی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔

لفظ بیعت عربی کے لفظ بیع سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں فروخت کر دینا لہٰذا بیعت دراصل ایک اصلاح ہے یعنی '' خود کو فروخت کر دینا''۔ جب آدمی کسی کا مرید ہو جاتا ہے یا کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہے تو گویا وہ یہ عہد کرتا ہے کہ میں نے روحانی شاگردی اختیار کر لی اور میں اپنے روحانی استاد کے بتائے ہوئے طریقے پر بلاچوں وچرا عمل کروں گا۔ اگر انسان میں روحانی علوم سیکھنے کی خواہش نہ ہو تو بیعت ہونا ضروری نہیں ہے۔حضرت بایزیدؒ کا قول ہے: '' جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔''

حضرت سیدنا شیخ عبدلقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: '' تمام اولیاء اللہ اور ابدال اور صدیقین کا سلسلہ بھی اسی طرح چلتا آیا ہے کہ کوئی استاد ہوا کوئی شاگرد۔''

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر کسی مقتدا کے

Marfat.com

اس راہ میں قدم رکھے گا وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ جو شخص مشائخ کا ادب و احترام چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے بندوں کی نظروں میں ناپسندیدہ بنا دے گا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کے کمال کا اعتقاد نہ رکھے گا وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کا قرب چاہتے ہو تو اولیاء اللہ کے پاس بیٹھو۔ جس نے کسی ولی اللہ کو پا لیا تو سمجھ لو کہ اس نے خدا کو پالیا۔ چونکہ اولیاء اللہ شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں اس لئے جو اس کے سائے میں سچے دل سے آ جاتا ہے وہ یقیناً شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ایک شخص مسجد میں حضرت علیؓ کے پاس نماز ادا کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ کسی اہلِ نظر نے دیکھا کہ شیطان مسجد کے دروازے پر کھڑا ہے تو اُس نے اُس کے کھڑے ہونے کی وجہ پوچھی۔ شیطان نے کہا کہ میں اس شخص کی نماز میں خلل ڈالنا چاہتا ہوں مگر حضرت علیؓ سے مجھے ڈر لگتا ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھے آگے جانے کی جرأت نہیں ہوتی۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ ان اولیاء کا سایہ شیطان کے شر سے محفوظ کرتا ہے۔ ان کی روح بہت بلندیوں پر پرواز کرتی ہے اور تمہیں بھی ایسی بلندیوں پر پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے کہ تم اللہ کے ساتھ

Marfat.com

واصل ہو سکو۔ کوئی شخص خود سے قرب باری تعالیٰ حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اس بات پر قائم ہے کہ اسکا قرب ان لوگوں کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکے ہوں۔

پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ
سر مپیچ از طاعتِ او ہیچگاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند
دیدہ ہر کور را روشن کند
ظل اُو اندر زمیں چوں کوہ قاف
روحِ اُو سیمرغ پس عالی طواف

(اپنے شیخ کے وسیلے سے حق تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرو اسکی اطاعت سے کبھی پہلو تہی نہ کرو۔ کیونکہ شیخ (ہر مشکل) کانٹے کو باغ بنا سکتا ہے اور (طریقت کے) ہر اندھے کی آنکھ کو روشن کرسکتا ہے۔ اسکا سایہ کوہ قاف کی طرح زمین پر ہمہ گیر رہتا ہے اسکی روح نہایت بلند پرواز پرندہ ہے۔

یہ مشائخ ہی اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں اور یہی خدا کا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اسی دروازے سے اللہ کی بارگاہ میں راستہ ملتا ہے (شاذ اس سے مستثنیٰ ہیں) ورنہ ہر مرید کے لئے شیخ کی ضرورت ہے

Marfat.com

یہ دوسری بات ہے کہ اللہ بندے کا خود انتخاب فرمائے اوراس کی تربیت فرمائے اور شیطان و ہواہوس سے خود اس کی حفاظت فرمائے۔عام طریقہ وہی ہے جس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یہی طریقہ زیادہ سلامتی اور بہتری کا ہے۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ سے دریافت فرمایا کہ معاذؓ تم رات کو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ رات کی ایک چوتھائی میں حضور ﷺ پر درود پڑھتا ہوں اور باقی شب خدا کی عبادت کرتا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ معاذؓ تم سے ہو سکے تو درود زیادہ پڑھا کرو۔ چند روز کے بعد پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم رات کو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ نصف شب حضور ﷺ پر درود پڑھتا ہوں اور نصف شب خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے ہو سکے تو زیادہ درود پڑھا کرو۔ پھر چند روز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ معاذؓ تم رات کو کیا کرتے ہو؟ عرض کیا کہ دو تہائی شب میں حضور ﷺ پر درود پڑھتا ہوں اور ایک تہائی میں خدا کی عبادت کرتا ہوں۔فرمایا تم ٹھیک کرتے ہو یوں ہی کیا کرو۔

اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیوں حضور ﷺ نے عبادت سے روکا اور درود شریف کا حکم دیا؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ حضور ﷺ جانتے تھے کہ معاذؓ خود راستہ طے نہیں کر سکتا اگر مجھے واسطہ بنائے گا تو جلد منزل پر پہنچے گا۔ یہی معاملہ پیر اور مرید کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں:

بچہ وہی زبان بولتا ہے جو ماں باپ کی زبان ہے اور اس زبان کو سیکھنے کے لئے بچے کے لئے کوئی درس و تدریس کا سلسلہ قائم نہیں کرنا پڑتا۔ بچہ جس طرح ماں باپ کو بولتا دیکھتا ہے اسی طرح بولنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ اردو زبان بولنے والے ماں باپ کا بچہ بچپن میں انگریزی بولنا شروع کر دے۔ بچہ اپنی مادری زبان اس طرح بولتا ہے کہ جیسے یہ ہمیشہ سے سیکھا سکھایا ہوا ہے۔ ماں کی گود بچہ کے لئے سب سے پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ ماں باپ اگر بچہ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول دیتے ہیں تو بچے کا ذہن بھی پاکیزہ اور صاف ستھرا رہتا ہے۔ والدین اگر گالیاں دیتے ہیں تو گھر میں بچہ کے لئے گالیاں دینا کوئی خلافِ معمول بات نہیں ہوتی۔ گویا بچہ کے اوپر وہ تمام اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اس کے ماحول میں موجود ہیں۔

گھر کی چار دیواری اور والدین کی آغوش سے نکل کر جب بچہ باہر کے ماحول میں قدم رکھتا ہے تو اس کے اوپر وہ تمام اثرات مرتب ہوتے ہیں جو ماحول میں موجود ہیں۔

روحانی نقطہ نظر سے دنیا میں آنے والا کوئی فرد ذہنی طور پر آدھا ماحول کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور آدھا والدین کی ذہنی افتاد سے مطابق ہوتا ہے۔ اس غیر اختیاری تربیت کے بعد ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے کہ والدین بچہ کو کیا بنانا چاہتے ہیں۔ والدین اگر بچہ کے اندر خاندانی

Marfat.com

روایات اور خودنمائی کی عادت منتقل کرتے ہیں تو بچہ کے اندر خودنمائی کے اثرات غالب آ جاتے ہیں۔ والدین کی تربیت میں اگر اخلاقیات پر زور ہوتا ہے تو بچہ بااخلاق ہوتا ہے اور شعور کی منزل میں داخل ہو کر ایک ایسا پیکر بن جاتا ہے جو معاشرے کے لئے عزت و توقیر کا باعث ہوتا ہے۔ والدین کی طرزِ فکر میں اگر دولت پرستی، خودنمائی، شہرت کی محبت ہے تو اولاد کے اندر بھی یہ طرزیں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ اس کا مفہوم یہ نکلا کہ تربیت کے دو طریقہ کار ہیں:

ایک اختیاری اور ایک غیر اختیاری۔

غیر اختیاری یہ کہ بچہ جو کچھ گھر کی چاردیواری اور اپنے ماحول میں دیکھتا ہے اسے قبول کر لیتا ہے۔

اختیاری صورت یہ ہے کہ والدین بچہ کو ایک مخصوص تربیت کے ساتھ معاشرہ میں روشناس کراتے ہیں اور بچہ بڑا ہو کر جب بالغ ہوتا ہے تو اس کی ایک شخصیت بن جاتی ہے اور وہ اپنی شخصیت کو سامنے رکھ کر والدین اور ماحول سے ملے ہوئے اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک کردار متعین کرتا ہے اور یہ کردار اس کا اپنا ذاتی تشخص بن جاتا ہے۔

مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ کسی بندے کے کردار کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ اسے مخصوص طرزِ فکر حاصل کرنے کے لئے قربت حاصل ہو۔ جس طرح ایک عام فرد کے لئے ماحول رشتہ دار، والدین اور تعلیمی درسگاہیں قربت کا ذریعہ بن کر اس کے کردار کی تشکیل

Marfat.com

کرتی ہیں اسی طرح جب ایک فرد اللہ کی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کے کردار کی تشکیل کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ کسی ایسے بندے کی قربت حاصل کرے جس کا کردار روحانی قدروں پر محیط ہو جس طرح دنیاوی علوم حاصل کرنے کے لئے سکول میں داخل ہونا پڑتا ہے اسی طرح روحانی استاد کی قربت اور روحانی علوم کے حصول کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے اسے بیعت کا نام دیا جاتا ہے۔

بچہ کی تربیت کے لئے جس طرح قدرت ماں اور باپ کو بچہ کے لئے مقرر کر دیتی ہے اسی طرح روحانی اقدار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مرید کو ایسے ماں باپ کی آغوش میسر ہو جس کے اندر روحانی قدروں کا دریا موجزن ہو اور اسے ایسا ماحول میسر ہو جس ماحول میں پاکیزگی موجود ہو۔ ماں اور باپ سے مراد پیرومرشد ہے اور ماحول سے مراد یہ ہے کہ اس پیرومرشد کی ایسی اولاد جو اس سے روحانی رشتے میں وابستہ ہے۔ راہِ سلوک میں چلنے والے سالک کو کسی شخص کا ہاتھ پکڑنا اس لئے ضروری ہے کہ اسے ایک روحانی باپ کی شفقت میسر آئے اور اس روحانی باپ کی اولاد کا ایک ماحول میسر آجائے تاکہ اس ماحول میں رہ کر اس کی ذہنی تربیت ہو سکے۔

ارادت نام ہے اس شائستہ جذبے کا جس میں مرید کی کائناتِ من پر شہنشاہی اور حکمرانیاں مراد کے تصور و رضا کی ہوتی ہے۔ مرید محبوب کے عشق کے سمندر میں بغیر کوئی سوال جواب کئے آگے سے آگے

Marfat.com

حرکت کرتا رہتا ہے۔ ارادت میں اطاعت اور طالع فرمانی ضروری ہے اور محبوب کا قرب حبیب کے لئے کئی سعادتوں سے سعید لمحہ ہوتا ہے۔

اولیائے کرام کا قول ہے کہ جو تنہا خود عبادت کرے گا تو وہ زیادہ سے زیادہ ایک ستارے کی مانند بن جائے گا مگر جس شخص کو مرشد کی محبت نصیب ہو وہ مرشد کے سائے میں آفتاب بن سکتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کی ہم نشینی چاہتا ہے تو اسے کہہ دو کہ جائے اولیائے کرام کے حضور میں بیٹھے۔

مجتہد لوگ پیرومرشد کے بغیر نہیں تھے۔ ان کو علم کا فیض مرشد ہی کی تلقین و تعلیم سے حاصل ہوا۔ حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ مرشد کی ضرورت سے انکار کرتے ہیں انکو حضور ﷺ کی رسالت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اگر پیرومرشد کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ کو پیغمبروں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہر قوم کے لئے ہم نے ہدایت کرنے والا بھیج دیا تاکہ وہ راہِ حق کی رہنمائی کرے۔ کیا وہ قوم خود بخود ہدایت حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ ہدایت تو ہادی کے سکھانے سے نصیب ہوگی نہ کہ کتابیں پڑھنے سے۔ اس لئے طالبِ خدا کی رہنمائی اور مقامِ اعلیٰ پر پہنچنا صرف شیخِ کامل کی بیعت پر منحصر ہے۔

ولی کے ہاتھ پر جو خیر و برکت ہوتی ہے وہ آنحضرت ﷺ کی برکت ہی کی بدولت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایمان جو اس خیر و برکت کا

Marfat.com

سبب ہے وہ آپ ﷺ کے ذریعے ہی ولی تک پہنچا۔ ولی اور نبی میں بنیادی فرق یہ ہے کہ انبیاء پیدائشی طور پر معصوم اور معرفتِ الٰہی اور تقویٰ پر پیدا کیے گئے ہوتے ہیں چنانچہ وہ نہ تو کسی شریعت اور نہ ہی کسی استاد کے محتاج ہوتے ہیں کہ اس سے استفادہ کریں۔ جو حق ان کی ذات میں سرائیت کر چکا ہوتا ہے یعنی حرفِ نبوت جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہوتی ہے انہیں سیدھے راستے پر چلائے رکھتا ہے جبکہ ولی کو اس راہ پر آنے کے لئے کسی سے مستفید ہونا پڑتا ہے۔

بیعت کی اہمیت:

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

گر تو سنگ خارا وا مرمر بوی — چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ: اولیاء اللہ سے چند لمحوں کی قربت سو سالہ عبادت بے ریا سے کئی درجہ بہتر ہے۔ اگر تو سخت قسم کا اور سنگِ مرمر جیسا ہے جب تو کسی صاحب دل تک پہنچے گا تو قیمتی موتی بن جائے گا۔

جس چیز کو ہم شعور کا نام دیتے ہیں اس کی عادت ہے کہ وہ ایک قدم کو بھول کر دوسرا قدم اٹھاتا ہے اور اسی طرح انسان کی ساری زندگی گزر جاتی ہے۔ شعور ایک ایسا Pattern ہے جس کا دارومدار نسیان اور بھول پر ہے اور اس کے برعکس جب ہمارا کوئی قدم لاشعور میں داخل ہوتا ہے تو ہم اسے اپنے ارادے کے تحت شعور میں لے آتے

Marfat.com

ہیں۔ شعوری زندگی انسان کو مفروضہ حواس میں گرفتار کرتی ہے۔ اس کے برعکس لاشعور انسان کو مفروضہ حواس سے دور کر کے حقیقت کی طرف لے جاتا ہے۔ لاشعور کا دوسرا نام روح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب کائنات بنائی تو الست بربکم فرما کر اس بات کا اقرار کرایا کہ تم مخلوق ہو اور میں خالق۔ لیکن جب انسان اپنی نادانی سے شعوری حواس کو اپنے اوپر مسلط کر بیٹھا تو وہ اس وعدے کو بھول گیا اور اس نے اپنی ساری زندگی کو شعور کے اندر مقید کر دیا۔ مخلوق بشمول انسان کا یہ جواب دینا کہ ''آپ ہمارے رب ہیں۔'' اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا سمجھا اور پھر اقرار کیا۔ اب اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس کی ربوبیت کا تذکرہ کر رہا ہے تو یہ تذکرہ شعوری تذکرہ کہلائے گا۔

جب کوئی بندہ کسی روحانی استاد کی شاگردی میں آتا ہے تو استاد اسے یہ بتاتا ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا ہے اسے بھول گئے ہو اور وہ اپنے شاگرد کو شعور کی بھول بھلیوں سے آزاد کرنے کے لئے ایسی طرزیں اس کے ذہن میں منتقل کرتا ہے جو اسے لاشعور کے قریب کر دیں اور وہ ایفائے عہد میں جدوجہد کر کے بالآخر اپنے ازلی وعدہ کو پورا کر دے۔

اسلام میں بنیادی رکن حضور ﷺ پر ایمان لانا ہے اور ایمان لانے کے بعد حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا ہے۔ لیکن دنیا کا کوئی

Marfat.com

قانون اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ بغیر دیکھے شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔ اگر ایک شخص پر قتل کا الزام ہے اور گواہ نے اسے قتل کرتے نہیں دیکھا تو اسکی گواہی معتبر نہیں ہو سکتی۔ کلمہ شہادت ہمیں بتاتا ہے کہ اگر انسان ایمان کے دائرے میں فی الواقع قدم رکھ دیتا ہے تو سیدنا حضورﷺ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ برملا حضورﷺ کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔

قرآنِ پاک میں آتا ہے:

''یہ کتاب ہدایت دیتی ہے ان لوگوں کو جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر اس طرح یقین رکھتے ہیں کہ غیب ان کے مشاہدے میں آجاتا ہے۔''

قانون یہ ہے کہ جب تک کوئی بات مشاہدے میں نہیں آتی یقین متزلزل رہتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ملائکہ، انبیاء علیہ السلام، یومِ آخرت، آسمانی کتابوں کا تذکرہ بار بار آتا ہے۔ یہ تمام تذکرے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انسان کے اندر کوئی ایسی آنکھ موجود ہے جو پردوں کے پیچھے دیکھ سکتی ہے اور ایسے کان بھی موجود ہیں جو ماورائی آوازیں سن کر ان کے معنی اور مفہوم کو سمجھتے ہیں ایسی آنکھیں موجود ہیں جو زماں و مکاں کی تمام حد بندیوں کو توڑ کر عرش پر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتی ہیں۔

ایک روحانی انسان سالکانِ طریقت کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ آدمی ظاہری حواس سے ہٹ کر ان حواس کا کھوج لگائے جن حواس

Marfat.com

میں لطافت ہے، نرمی ہے، رحمت ہے، محبت ہے، حلاوت ہے، نور ہے، روشنی ہے۔ جن حواس سے بندہ اپنے آقا رسول ﷺ کے قدموں میں سرنگوں ہوتا ہے۔

حضرت ابوعلی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی درخت بغیر اس کے کہ کسی نے اسے لگایا ہو خودبخود اگ آیا ہو تو اس کے پتے تو نکل آئیں گے مگر یہ درخت پھل نہ دے گا۔ یہی حال مرید کا ہے کہ جب اس کا کوئی شیخ نہ ہوتو جس سے وہ اپنے لئے کوئی راستہ اخذ کرے تو یہ مرید اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہوگا۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت و ماہیت جب سمجھ میں آتی ہے کہ طالب کسی اہل اللہ سے بیعت ہو کر تصفیہ باطن حاصل کرے پھر نقل مطابق اصل خود ظاہر و عیان ہو جائے گی جب تک کہ طالب عین الیقین میں ہے۔ کیفیت حق الیقین کہاں اور جب تک کہ علم الیقین ہے تو منزل مقصود بہت ہی دور ہے۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ بلا واسطہ پیر و پیغمبر کے بھی کوئی صاحب معرفت ہوسکتا ہے فرمایا کہ ہاں ہو سکتا ہے لیکن شاذو نادر اور جو کوئی ایسا ہوا ہے اس نے خدا کے سوا کسی اور کو نہیں سمجھا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جب عطر کھینچتے ہیں تو زمین صندل کی ضرور ہوتی ہے پس انبیاء اور اولیاء زمین عطر ہیں جن کے واسطے سے عطر تیار ہوتا ہے اور اگر بغیر کسی زمین کے عطر تیار کیا جائے تو ممکن ہے مگر

Marfat.com

صدہا پھول خراب ہوں، تب تھوڑا سا عطر نکلے گا جیسے انبیاء علیہ السلام کو کہ ہزار ہا خلقت تباہ ہوئی تو ایک رسول سرآوردہ روزگار ہوا اور یہ عطر خالص ہیں۔

کسی نصرانی کے گلے میں ایک صلیب تھی دیکھا تو ندارد۔ نہایت تشویش ہوئی جابجا ڈھونڈا کہیں پتہ نہ ملا ایک شخص نے اس کو پریشان حال دیکھ کر کیفیت دریافت کی کہا کہ میرے گلے میں صلیب تھی وہ گم ہو گئی ہے وہ ہنسا اور کہا کہ تم ناحق تردّد میں مبتلا ہو صلیب گم نہیں ہوئی ہم تلاش کر دیں گے جب اس کو بہت اضطراب اور بیقراری ہوئی تو اس نے گردن کے پیچھے سے اٹھا کر سامنے کر دی اور کہا کہ تیرے ہی گلے میں پڑی ہے یہ تمام فکرو تردّد اسی وہم کا ہے جو دل میں بیٹھ گیا۔ پس ہادی و مرشد کا کام تعلیم کرنا ہے ورنہ اللہ تو ہر ایک کی ذات میں موجود ہے۔

پسر نوح بابدان بہ نشست
خاندان نبوتش گم شد
صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

ترجمہ: (نوح کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا تو نبوت کا خاندان گم ہو گیا۔ نیکوں کی صحبت نیک بناتی ہے اور بروں کی صحبت تجھے برا بناتی ہے۔)

Marfat.com

حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کی نظر میں مرشدِ کریم کی ضرورت و اہمیت

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے۔ ہرجائی ہُو
اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلاں تے آئی ہُو
جیوے مرشد کامل باہو جیں یہ بوٹی لائی ہُو

ان اشعار میں حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے اسم اللہ ذات کو چنبیلی کے خوشبودار پھول سے تشبیہ دی ہے اور عارف کامل ہونے کی حیثیت سے اپنے من میں اسم اللہ ذات کو بسا لینے کا اظہار فرمایا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل نے اس شجر معرفت (اسمِ ذات) کو ان کے من میں بو کر نگہبانی فرماتے ہوئے کلمہ طیبہ کی نفی اثبات کے فیوضات سے آبیاری کی اور گوہر مقصود عرفان اسم اللہ ذات نے (جو چنبے کے خوشبودار پھول کی طرح ہے) آپؒ کے دل و جان کو منور و معطر کر دیا ہے۔

حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے وجود میں کلمہ طیبہ تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگ جاتا ہے تو کلمہ طیبہ دریا کی طرح اس کے ہر انگ اور ہر ریشے میں جاری ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں خلق خدا کو

Marfat.com

عرفانِ الٰہی کی غذا دیا کرو تو تم سراپا راحت و خوشبو ہو جاؤ گے اور اپنے مرشدِ کامل کی عنایات اور ان سے حصولِ فیوضات کے ذکر کے بعد آخر میں ان کے لئے سلامتی کی آرزو بھی فرماتے ہیں۔ آپؒ آخر میں فرماتے ہیں کہ توحید کا بیج کسی زندہ دل (مرشدِ کامل) سے اخذ کرنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے اور اس سے عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔

ایہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ہُو
لوں لوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ہُو
اتناں ڈٹھیاں صبر نہ آوے ہور کِتے ول بھجاں ہُو
مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو

ان اشعار میں حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے شیخ کامل سے ارادت محبت اور اسکی راہِ طریقت و معرفت میں اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ (جو حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مرشد کریم تھے) فرماتے ہیں کہ پیر یا شیخ کامل سے محبت اور والہانہ عقیدت ہو گی تو طالب منزلِ مقصود کی امید کر سکتا ہے۔ کیونکہ محبت ہی ایک وہ خلش ہے جو فراق محبوب میں انسان کی اعانت کرتی ہے جب کہ دنیا اس کے سامنے ایک انگوٹھی کے حلقے کی طرح ہوتی ہے۔

یہی وہ نشہ ہے جس کا کوئی اوتار نہیں اور یہی وہ بیتابی ہے جس کے لئے سکون نہیں۔ گویا مبتدی کی پہلی منزل اور طالب کے طلب کی پہلی

Marfat.com

سیڑھی محبت ہے۔ جب تک شیخ کے لئے تمام محبوبات کو قربان کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے اور سب طرف سے آنکھیں بند کر کے اسی کا نہ ہو رہے تب تک اس کو مقامِ محبت حاصل نہیں ہو گا۔ عشاق نشہ محبت میں ایسے سرشار ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرف کا ہوش ہی نہیں رہتا اور دنیا کی کسی شئے کو محبتِ شیخ پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپؒ اپنے شیخ کی خدمت میں تعلیم بقرب علی اللہ کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے۔ اور وہیں قیام بھی رکھا کرتے تھے۔ آپؒ کے ذمے شیخ کی ظاہری خدمات میں سے ایک خدمت یہ بھی تھی کہ آدھی رات کو آگ جلائی جائے اور تہجد کے لئے پانی گرم کیا جائے۔ یعنی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (جو آپ کے مرشدِ کریم تھے) کے اٹھنے سے قبل پانی گرم ہونا چاہیے۔ ان دنوں آگ جلانے اور محفوظ رکھنے کا بڑا انتظام و اہتمام ہوا کرتا تھا اور سالہا سال اپنی ضروریات کے لئے آگ کا ذخیرہ موجود رکھا جاتا تھا۔ اتفاق سے ایک رات آگ بجھ گئی۔ اور بابا فرید الدین گنج شکر جو رات کو پانی گرم کرنے کے لئے اٹھے تو آگ کو بجھا ہوا دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے اور آگ کی تلاش میں خانقاہ سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ فاصلے پر آگ جل رہی ہے۔ فوراً وہاں پہنچے دیکھا تو ایک بڑھیا نے جلا رکھی تھی اس کے سامنے جا کر آگ مانگی تو وہ کہنے لگی فرید اس آگ کی قیمت آنکھ ہے۔ آنکھ دے دو اور آگ لے جاؤ۔ آپؒ

Marfat.com

نے جواب دیا کہ جس آنکھ کی ضرورت ہے فوراً نکال لو اور آگ دے دو کیونکہ میرے مرشد اٹھنے والے ہیں اور مجھے ان کے لئے وضو کا پانی گرم کرنا ہے۔ اس بڑھیا نے داھنی آنکھ نکال لی اور آگ دے دی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ آگ لے آئے اور پانی گرم کر لیا۔ اور اپنے مرشد کریم کا وضو کروا کے اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ جب صبح ہو گئی تو مرشد کریم نے دوستوں میں حضرت بابا فریدالدینؒ کو یاد فرمایا اور پوچھا کہاں ہیں؟ الغرض آپؒ کو بلایا گیا۔ جب آپؒ تشریف لائے تو آنکھ پر پٹی بندھی تھی۔ مرشد کریم نے پوچھا کہ آنکھ کو کیوں باندھ رکھا ہے۔ آپؒ نے عرض کیا کہ خراب ہو گئی ہے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا پہلے سے سوائی ہو گئی ہے۔ کھول دو اور تمہاری نسل میں بھی یہ نشان موجود رہے گا۔ آج بھی حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی اولاد کی ایک آنکھ دوسری سے ذرا بڑی ہوتی ہے۔

مرشد کے دیدار کی اہمیت کو ایک مقام پر خود حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ذر غفاریؓ کیا تو کچھ اور بیان سننے کا متمنی ہے۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے اگر کوئی ان میں سے ایک طرف نظر کرے تو وہ دیکھنا اللہ کے قریب اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پیارا ہے اور آخر میں حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ انتہائے شوق میں مرشدِ کامل جو کہ فنا فی الذات ہے کا دیدار ہے میرے لئے لاکھوں کروڑوں حج کا

Marfat.com

ثواب ہے۔

ایہہ تن رب سچے دا حجرا دل کھڑیا باغ بہاراں ہُو
وچے کوزے وچے مصلے وچے سجدے دیاں تھاراں ہُو
وچے کعبہ وچے قبلہ وچے الا اللہ پکاراں ہُو
کامل مرشد ملیا باہو اوہ آپے لئی ساراں ہُو

ان اشعار میں حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ وجود کائنات اور ظہورِ آثار و صفات مختلف واحد مطلق ذات و صفات کا ظل اور عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور میرا یہ تن سچے رب کی قیام گاہ ہے اور اس حقیقت کا مشاہدہ کر کے میرا دل باغ بہاراں بن گیا ہے۔ حضرت فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ جانا جاؤں اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا اور یہ خزانہ دل ہے۔ دل خدائے تعالیٰ کا دم خاص ہے اور حرم خاص دل کی اصل صورت ہے اور دل کی اصل صورت گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ دل کی اصل نور ہے اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کو نصیحت فرماتے وقت فرمایا تھا کہ اے میرے بیٹے تیرا فکر تجھ میں تیرے لئے کافی ہے۔ اپنی شناخت اور اپنے اندر تفکر کر کہ کوئی شئے تجھ سے خارج نہیں۔ تجھ کو گمان ہے کہ تو ایک چھوٹا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر ایک بہت بڑا

Marfat.com

صیان مستور ہے اور تو دوام الکتاب ہے جس کو اپنے حرفوں سے سب کچھ جان لینا بعداز قیاس بات نہیں کیونکہ رب العزت نے انسان کے لئے ہی فرمایا ہے یعنی جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری ذات ہی میں موجود ہے کیا پس تم نہیں دیکھتے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو اور ذات کو پہچان لیا اس کو عرفان رب العزت حاصل ہو گیا۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بندوں کے دل میں ہے۔

اور آخر میں حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ تلاشِ محبوب اور وصال محبوب در حقیقت مرشدِ کامل کی نظر کامل کے تصدق سے ہی آسان ہوتا ہے۔ اگر تو سخت پتھر یا سنگِ مرمر بھی ہو تو جب کسی مرشدِ کامل سے ملے گا تو اس کی برکت سے موتی بن جائے گا۔

بیعت کا مقصد:

ولی سے بیعت کرنے کا مقصد صرف ذاتِ الٰہی کا عرفان ہونا چاہئے لہذا جب طالب اس مقصد کے لئے بیعت کرے گا تو اسے فائدہ ہو گا لیکن طالب اگر دنیا داری' حاجات اور اغراض کو چاہے اور رب کے متعلق کوئی سوال ہی نہ کرے اور نہ یہ پوچھے کہ اللہ کی معرفت کیسے

Marfat.com

حاصل ہو تو اس کی بیعت اس کے کسی کام کی نہیں طالب کو شیخ سے محض اللہ کی خاطر محبت ہونی چاہئے ظاہری محبت جس کی جڑیں باطن میں موجود نہ ہوں محض خسارے کا سودا ہے۔ ایسے شخص پر نورِ حق نازل نہیں ہوتا۔ ولی اس کا تعلق دنیا میں گہرا پاتا ہے تو اسے اللہ سے بے تعلق پا کر اسے نجات دلانا چاہتا ہے مگر طالب اس کے برعکس یہی چاہتا ہے کہ اس بے تعلقی کو بڑھائے۔ طالب اللہ کی معرفت سے ہٹ جاتا ہے اور دنیا کی رغبت اور اسی کی زیب و زینت کی طرف اس کا میلان بڑھ جاتا ہے۔ شیخ جب طالب کی بعض حاجات کو پورا کرنے میں اس کی موافقت کرتا ہے اور کشف کا ظہور ہوتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اسی کا نام معرفت ہے اور اسی کی لوگوں کو رغبت ہوا کرتی ہے۔ اس کے سوا ان کی اور کوئی غرض نہیں ہوتی یہ تمام باتیں گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ طالب کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مقصدِ تخلیق کی تکمیل ہونا چاہئے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار جشن شاہانہ کیا ہر قسم کی اشیاء بیش بہا جمع کیں اور حکم دیا کہ جو شخص جس چیز کو ہاتھ لگاوے وہ اس کو ملے گی۔ اس حکم کے سنتے ہی ہر شخص اپنی پسند کے موافق چیزوں کی لوٹ پر جھک پڑا ایک کنیز تھی اس نے پھر پوچھا کہ حضور جو جس کو ہاتھ لگاوے وہ اس کے لئے ہے کہا کہ ہاں، اس نے فوراً خلیفہ وقت پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا اصل کو چھوڑ کر ''فرع'' کی طرف کیوں جاؤں۔ خلیفہ نے کہا کہ تو نے ہم کو اختیار کیا تو اب تمام سلطنت تیری ہے۔ وہ کنیز ہزاروں

Marfat.com

مردوں پر فوقیت لے گئی اور بعد میں خلیفہ کے عقد میں آئی۔

ارادت کی اہلیت:

اگر نہ خواستے داد　　　نہ دادے خواست

اولیائے کرام کا قول ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کچھ نہ دینا چاہے تو وہ اس چیز کی چاہت اور طلب ہی اس کے دل کو عطا نہیں فرماتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ دولت طلب کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ خیال کرنا چاہئے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ اس طلب کی راہ میں سستی آنے نہ پائے اور اس حرارت میں ٹھنڈک اثر نہ کرے۔ اس دولت کے ملنے پر شکر کرے اور اپنی طلب پر قائم رہے۔ شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ مرشد سے بیعت ہونے کے بعد اپنی تمام مرادیں ان کے حوالے کر دینی چاہئے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ مرشد دیکھتا ہے کہ اگر کوئی مرید استعداد رکھتا ہے تو وہ پاک بیج' پاک زمین میں بو دیتا ہے۔ مرشد کی توجہ سے مرید پر اسرار کھلنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ غیب کی چیزوں کا ملاحظہ کرنے لگتا ہے۔

... خود یہ معلوم کر سکتا ہے کہ وہ ارادت (مرید) بننے کے

Marfat.com

قابل ہے یا نہیں وہ اس طرح کہ وہ دیکھے کہ اس کے خیالات بالعموم کس قسم کے ہوتے ہیں لہذا جس قسم کے خیالات بالعموم اس کے دل میں آئیں گے اسی طرف اس کا رجحان ہوگا۔ جس شخص کے خیال میں اللہ کی محبت اور اس کی بارگاہ کی طرف میلان غالب ہو اور اسے اللہ کی عظمت کا خیال رہتا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کے لئے خیر کا ہے خواہ اس کی ذات اپنے خیالات کے مطابق عمل کر رہی ہو خواہ مخالف' اس لئے کہ اگر وہ مخالف اعمال میں پھنسا بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بھلائی' نجات اور ہدایت کی طرف لے آئیں گے۔

اس کے بعد قوت وضعف کے اعتبار سے اس قابلیت کے مختلف مراتب ہیں اگر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں کون چست رفتار اور ست رفتار اور کون متوسط رفتار والا ہے۔ یہی حال ارادت کی اہلیت رکھنے والوں کا ہے چنانچہ بعض اعلیٰ درجہ کی اہلیت کے مالک ہوتے ہیں کہ خداوند کریم کا خیال ہر وقت انہیں لگا رہتا ہے اور بعض ایسے ہیں جنہیں یہ خیال کبھی کبھی آتا ہے اور بعض کی حالت متوسط درجے کی ہوتی ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ انسان کے باطن میں فکر و تخیل' عقل کا ایک نور ہے جس کا فیضان تقدیر الٰہی کے مطابق ذاتِ انسانی پر ہوتا ہے اگر ذات کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہو تو عقل اس میں اس کی فکر اور اس کے اسباب کا خیال دل میں ڈال دیتی ہے۔ قابلیت کا اصول خیر و شر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ ہر اس عمل سے تعلق

Marfat.com

رکھتا ہے جس کے متعلق تقدیر میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ذات اسے پا لے گی کیونکہ ان تمام امور میں قابلیت و اہلیت ظاہر ہوتی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہ کام جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہوتا ہے آسان کر دیا جاتا ہے۔ ہر چیز کی قابلیت کا مدار اس کی فکر پر ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس کے خیالات کس طرف لگے رہتے ہیں' توفیق عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔

بیعت کا قانون:

جتنے بھی انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہیں سب کا ایک ہی باپ ہوتا ہے۔ کسی شخص کا اپنے باپ کا باپ ہونے سے انکار کرنا نہایت بے شرمی اور غلط بات ہے۔ جس طرح صلبی باپ کی اولاد ہوتی ہے اسی طرح روحانی استاد (پیر و مرشد) بھی روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے۔ دنیاوی قوانین کے تحت جس طرح کوئی اپنے صلبی باپ کو نہیں بدل سکتا اسی طرح روحانی قوانین کے تحت روحانی باپ بھی نہیں بدلا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر استاد کی تربیت کا طریقہ مختلف ہوتا ہے اور مزاج و طبیعت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

ایک انسان جب کسی کو پیر و مرشد یا استاد بنا لیتا ہے یعنی بیعت کر لیتا ہے تو اس کی تربیت استاد اپنی ذہنی ساخت کے مطابق شروع کر دیتا ہے اب انسان اگر کسی دوسری جگہ چلا جائے تو تربیت میں فرق آ جائے

Marfat.com

گا اور وقت ضائع ہو گا۔ کیونکہ جگہ تبدیل کرنے سے نئے استاد کی ذہنی ساخت تربیت میں زیرِ بحث آجاتی ہے۔ روحانی علوم بطور ورثے میں منتقل ہوتے ہیں۔ ایسا ممکن نہیں کہ آپ نے سکول میں داخلہ لیا اور میٹرک کے بعد بی اے کیا اور ڈگری حاصل کر لی۔

روحانی علوم اور دنیاوی علوم کے طریقہ حصول میں بہت فرق ہے۔ جس طرح صلبی باپ کی عام جائداد اولاد کو ہی منتقل ہوتی ہے اسی طرح روحانی علوم کا ورثہ بھی روحانی اولاد کو ہی منتقل ہوتا ہے۔ بیعت کرنا کوئی ایسا فریضہ نہیں کہ لازمی بیعت کی جائے۔ نماز روزے کی پابندی کرنے سے' استغفار کرنے سے' قرآن کریم اور درود شریف پڑھنے سے بھی فیض و برکات حاصل کئے جا سکتے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ استاد کے بغیر کسی علم کو مکمل طور پر حاصل کرنا ناممکن ہے اور روحانی علوم کا ورثہ اس وقت منتقل ہوتا ہے جب کہ کسی ایسے شخص کو استاد بنایا جائے جس کے پاس روحانی علوم کا ورثہ موجود ہو۔ روحانی علوم کی منتقلی کے لئے بیعت کرنا لازمی ہے۔ ایک شخص بیعت ہو گیا' تین چار سال مرشد سے تربیت لی اور یہ سوچ کر دوسری جگہ بیعت ہو گئے کہ یہاں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ دوسری جگہ بیعت کرنے سے اس شخص کے تین چار سال ضائع ہو گئے نئی جگہ بیعت ہونے سے نئے سرے سے تربیت شروع ہوئی۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصہ یہاں تربیت لے کر کوئی اور اچھا شخص نظر آیا وہاں بیعت کر لی اور مزید اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ظاہر ہے کہ نتیجہ

Marfat.com

کیا ظاہر ہوگا'' دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔'' چنانچہ کچھ حاصل بھی نہ ہوا اور وقت الگ برباد ہوا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بیعت کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اگر بیعت کر لی ہے تو ایک جگہ مستقل مزاجی سے ٹھرا جائے۔

اگر پیر و مرشد کا وصال ہو جائے تو اس صورت میں بھی بیعت دوسری جگہ نہیں کی جا سکتی۔ اتنی رعایت ہے کہ اگر مرشد کے وصال کے بعد کوئی ایسا بندہ مل جائے جس کی طرزِ فکر مرشد کے قریب ہو تو اس بندہ سے شاگردی اختیار کی جا سکتی ہے۔ مرشد کے وصال کے بعد بھی بیعت توڑی نہیں جا سکتی کیونکہ وصال کے بعد بھی اس کے روحانی فیض جاری رہتے ہیں۔ اگر کسی دوسری جگہ بیعت کرنے کی روحانی استاد خود اجازت دے تو اس صورت میں کوئی جواز نکالا جا سکتا ہے کہ کوئی دوسرا روحانی استاد قبول کرے۔

حضرت خواجہ محبوب عالم نقشبندی توکلیؒ اپنی کتاب ذکر کثیر میں لکھتے ہیں کہ کامل مرد کی بیعت قلب کی بیع ہے مرد کامل کے ہاتھ پر۔ اگر کوئی بیوقوف پیر سے بدظن و منحرف ہو کر چاہے کہ میں بیعت سے آزاد ہو جاؤں یا فرض کرے کہ ہوگیا تو یہ اسکی سراسر غلطی اور نفس و شیطان کی حماقت، روح کی کمزوری و نالائقی ہے۔ شرعی مسئلہ ہے کہ بالغ کی مرضی سے بلا رضا بیع فسخ نہیں ہوسکتی۔ پیر کامل کا قبضہ مرید کے قلب پر اسی وقت ہو جاتا ہے جب کہ اس نے محبت و خوشی سے اپنا ہاتھ پیر کے ہاتھ میں

Marfat.com

بیعت کے وقت دے دیا۔ اب چھڑانا اس کے بس کا نہیں۔ پیر عدالت سے اس بیع کا قبضہ ہر وقت لینے کے مجاز ہیں۔ ایک وقت ہو گا کہ بے حد ذلت و خواری اور ندامت و رسوائی کے ساتھ ان کی (نفس و شیطان کی اغواء سے) ضد و ہٹ کے ساتھ جبراً بیع و فسخ کر کے دل کو ان ہی کے قبضہ میں دے دینے کا ثمرہ ان کو ملے گا اور پھر پچھتائیں گے مگر بجز حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایک مرتبہ بیعت کر لی جائے پھر دوسرے سے بیعت کرنا اور متوجہ ہونا مرتد ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے وہ دوسرے سے بیعت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی اس کی دستگیری کر سکتا ہے۔

دوسری بیعت:

بیعت کے بعد اگر مرید کا ظرف بننے سے پہلے اگر مرشد وصال فرما جائیں اور وہ سالک کی تربیت پوری نہ کر سکیں تو مرید اس ظرف کو بنانے اور تربیت پوری کرنے کے لئے کسی روحانی استاد جس کو اس نے اچھی طرح پرکھ لیا ہو کے حضور طالب ہو سکتا ہے مگر فیض صرف اسی پیر و مرشد سے حاصل ہو گا جس کے ہاتھ پر پہلی بار اس نے بیعت کی ہے۔

کامل مرشد چونکہ روحانی علوم پر پورا پورا عبور رکھتا ہے اس علم

Marfat.com

کے اصول وضوابط اور قوانین سے پوری طرح واقف ہوتا ہے اور اس میں پیش آنے والے مسائل اور مشکلات سے نہ صرف واقف ہوتا ہے بلکہ ان کا سدِ باب بھی جانتا ہے اس لئے سالک کو مختلف منزلوں سے گزار کر وہ گوہرِ مقصود سالک کے حوالے کر دیتا ہے جو کسی سالک کا مقصود و منشا ہے۔ اس لئے سالکین کو چاہئے کہ وہ اپنے روحانی استاد کی تعلیمات پر بلا چوں چرا عمل کرے۔

مرشدِ کامل کی تلاش:

بیعت کا لفظ خود بہت معتبر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنے آپ کو کسی کے ہاتھ بیچ دینا۔ کسی کے ہاتھوں اپنے آپ کو بیچنے سے قبل اور اس کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنے سے قبل اتنا ضرور سوچ سمجھ لیا جائے کہ خود کو کس کے ہاتھ بیچا جا رہا ہے۔ اگر اللہ کے لئے خود کو بیچا جا رہا ہے تو کیا اس بندے میں اتنی سکت ہے کہ وہ اللہ تک پہنچا سکے گا۔ آیا اس بندے کا بھی اللہ سے کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ بیعت کرنے سے قبل ہر طرح کا اطمینان کر لینا چاہئے۔ ضروری ہے کہ جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ جس سے بیعت کرنا چاہتے ہوں پہلے اس کے شب و روز کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے معمولات کو دیکھیں اس کے قریب ہو کر اس کے دوست احباب سے قربت حاصل کی جائے کہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ کسی غلط جگہ اپنا پاؤں تو نہیں پھنسا رہے جو بعد میں دِقت کا باعث

Marfat.com

بنے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی قانون کی حیثیت رکھتا ہے کہ بیعت میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ بہت سوچ سمجھ کر بیعت ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ قانون ہے کہ بیعت ہونے کے بعد بیعت توڑی نہیں جا سکتی۔

روحانی استاد کا انتخاب کرتے وقت مرشدِ کامل کی ظاہری خصوصیات کا جاننا بہت ہی ضروری ہے۔ یہ بات جاننے کے لئے کہ کوئی شخص واقعی روحانیت سے وقوف رکھتا ہے یا نہیں ضروری ہے کہ آدمی اس کی صحبت میں بیٹھے اس کے شب و روز کا بغور مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اس شخص کی اللہ کی ذات سے کس حد تک وابستگی ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا فرمان ہے کہ فقیر وہ ہے جس کی صحبت میں بیٹھ کر آدمی کا ذہن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور جتنی دیر آدمی بیٹھتا ہے اس کے اوپر سے غم، خوف، اضمحلال اور پریشانی دور رہتی ہے۔

روحانی استاد کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے جب تک دل مطمئن نہ ہو بیعت نہیں کرنی چاہئے۔ مردِ کامل کی پہچان کے لئے بزرگوں کے اقوال بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر ان اقوال کی روشنی میں کسی استاد یا شیخ کا انتخاب کیا جائے تو پھر کسی دھوکے کا احتمال نہیں رہتا۔ پیر و مرشد اور مشائخ صاحبان کی بڑی تعداد ایسی ہے جن کو خواب کی علمی حیثیت کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ماورائی علوم بھی

Marfat.com

کھیل تماشا بن گئے ہیں۔ ظاہری سی بات ہے کہ ایک استاد جو علم جانتا ہی نہیں وہ اپنے شاگردوں کو کیا پڑھائے گا۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ۲۵ فیصد لوگ روحانی ہوتے تھے۔ آج چودہ سو سال کے بعد یہ تناسب اس قدر گھٹ گیا ہے کہ موجودہ دور میں ساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوں میں سے ایک آدمی روحانی ہے۔

درج بالا بیان کی روشنی میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ انتخابِ شیخ میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے ورنہ دنیا تو خراب ہو گی ہی آخرت بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت بایزیدؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص رات ہی رات میں مکہ پہنچ جاتا ہے تو آپؒ نے فرمایا تعجب کی بات ہے شیطان اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گرفتار ہو کر گھڑی بھر میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔

مزید آپؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے اور ہوا میں اڑتا ہے۔ فرمایا'' مچھلی اور لکڑی کا ٹکڑا بھی تو تیرتا ہے اور پرندے بھی تو ہوا میں اڑتے رہتے ہیں۔''

حضرت بایزیدؒ ولی کی علامتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خدا جس شخص کو دوست رکھتا ہے اسے تین خصلتوں اور خوبیوں سے نواز دیتا ہے:

۱) اسے دریا کی سخاوت کی طرح سخاوت عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

۲) اسے سورج کی شفق کی طرح شفقت بخشتا ہے۔

۳) اور اسے زمین کے تواضع کی مانند تواضع سے نوازتا ہے۔''

کامل مرشد اپنے مرید یا طالب کے ہر حال' ہر فعل اور ہر قول سے واقف ہوتا ہے اور طالب کے قرب اور وصل کے خطرات اور وہم سے باخبر ہوتا ہے اور ہر بات میں اسکی نگہداشت کرتا ہے۔

وہ شیخ جس کے حوالے مرید اپنے آپ کو کر دے وہ شخص ہوتا ہے جو احوالِ نبی ﷺ کے قدم بقدم چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایمانِ کامل عطا کیا ہو۔ کامل مرشد وسوسوں کو دور کرتا ہے اور رسول ﷺ کی محبت میں ترقی دیتا ہے اور درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بندہ کو ملا دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب تم کسی انسان کی صحبت اختیار کرو تو اس کی عقل کو اس کے دین سے زیادہ پرکھو کیونکہ دین اس کے لئے ہے اور محبت تمہارے لئے اور ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو جس کی ہمت اور توجہ دنیا' نفس اور خواہشات میں لگی ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

''اور اسکا کہا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا وہ اپنی خواہشات کا پیروی کرنے والا ہو گا۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔''

Marfat.com

آ جکل بہت سے لوگ نصیحت تو کرتے ہیں مگر ارشاد و ہدایت سے خود مطلقاً بے خبر ہوتے ہیں۔

کامل مرشد:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر زمانے میں اولیاء اللہ میں سے کوئی نہ کوئی بزرگ ایسا ضرور پیدا ہوتا رہا ہے جس کو عنایت الٰہی اور فیضان قُدس سے اس امر کی استعداد ملتی ہے کہ وہ روحانیت کے قیام اور اس کی اشاعت کی کوشش کرے اور لوگوں کو صفتِ احسان کا مظہر بننے کی دعوت دے۔ ایسے بزرگوں کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں ان کی رفعت شان کا عام چرچا ہوتا ہے، اور خلقت ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ عام طور پر لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں اور منکر ومخالف لوگ بھی ان کی عظمت و سچائی کے کسی نہ کسی طور قائل ہو جاتے ہیں۔ ان بزرگوں کی صحبت اور باتوں میں جذب و تاثیر کی غیرمعمولی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے ہر طرح کی کرامت کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ میرے مرشدِ کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ محبت کرتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس شخص کے لئے محبت ڈال دیتا ہے اور لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

خود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اللہ کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے اور نہ غم، وہ اطمینان اور سکون کی زندگی گزارتے

Marfat.com

ہیں۔ پیر و مرشد یا مراد وہ شخصیت ہے جس کا کردار عوام الناس سے اور ان لوگوں سے جو روحانی حقیقتوں سے بے خبر ہیں ممتاز ہوتا ہے۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ پیر اور فقیر میں فرق ہے۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اِس کے اندر استغناء ملے گا اس کے اندر دنیاوی لالچ نہیں ہوگا وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس کا کفیل صرف اور صرف اللہ ہے۔ اللہ اس کو اطلس و کمخواب پہنا دیتا ہے وہ خوش ہو کر پہن لیتا ہے۔ اللہ اس کو کھدر پہنا دیتا ہے اُس میں بھی وہ خوش رہتا ہے۔ اللہ اس کو لنگوٹی پہنا دیتا ہے وہ اس میں بھی خوش رہتا ہے۔ اللہ اس سے لنگوٹی چھین لیتا ہے وہ اس میں بھی خوش رہتا ہے اور دوسری پہچان یہ ہے کہ جب کوئی بندہ فی الواقع کسی فقیر کی صحبت میں رہتا ہے تو اس کا ذہن صرف اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے شاذ و نادر ہی اسے دنیا کے کام کا خیال آتا ہے۔

فقیر کے متعلق حضرت امام بریؒ فرماتے ہیں '' فقیر کا سرمایہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے بے پناہ محبت اور والہانہ عشق ہے۔ عرفان کے سمندر پی جانا فقیر کی شان ہے۔ فقیر کا در ہر ایک کے لئے کھلا رہتا ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ امیر غریب کے فرق مراتب سے بھی فقیر بے نیاز ہوتا ہے۔ فقیری بڑا کٹھن اور نازک راستہ ہے۔ فقیر کی نظر صرف تین چیزوں پر ہوتی ہے۔ علم، فقر اور شمشیر یعنی علم برائے تبلیغ اسلام، فقر برائے خدمتِ خلق اور شمشیر برائے جہاد اسلام۔ فقیر کے منہ

Marfat.com

سے جو بات نکلتی ہے وہی دل میں بھی ہوتی ہے کیونکہ اگر انسان کا دل نیک ہے تو جسم بھی پاک ورنہ اس کے تمام اعمال بیکار ہو جاتے ہیں۔''

امام ابوالقاسم عبدالکریمؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز اوروں کے لئے غیب ہے وہ کامل مرشد کے لئے ظاہر ہے اور جو معرفت کے علوم لوگ حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ان کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے موجود ہوتے ہیں۔''

حضرت غوث علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بابری سے ہردوار جاتے ہوئے جب کنکھل کے مقام پر پہنچے تو وہاں پر دو مجذوب دیکھے۔ کسی بے رحم ظالم نے ان کی رانوں پر دہکتے ہوئے انگارے رکھ دیئے تھے ایک کی ران تو جل گئی تھی اور دوسری پر کچھ اثر نہ تھا۔ ہم نے جھٹ پٹ انگارے الگ کئے اور ان کو ڈولی میں سوار کرا کے جوالا پور کے تھانہ میں لائے۔ تھانہ دار سے ہماری ملاقات تھی اس نے جلے ہوئے کی مرہم پٹی کرائی یہاں حضرت نے فرمایا کہ ان دونوں میں اعلیٰ درجہ میں کون تھا حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ جس کی ران نہیں جلی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں جس کی ران نہیں جلی تھی وہ ابھی جسم کی حفاظت پر قادر تھا۔ لیکن دوسرے کا استغراق اعلیٰ درجے کا تھا کہ تن بدن کا بھی ہوش باقی نہ رہا تھا اگر اس کے استغراق کامل کو بزرگان اسلام سے نسبت دیں تو لوگ برا مانیں مگر انصاف تو یہ ہے کہ ایسا استغراق کروڑوں میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے ورنہ ہر ایک سزاوار اس

Marfat.com

مقام کا نہیں۔ محبت کے رازوں کے قابل ہر ایک دل نہیں ہوتا یعنی ہر دل میں محبت کے راز نہیں سما سکتے۔ کیونکہ ہر دریا میں موتی نہیں ہوتے اور ہر کان میں سونا نہیں ہوتا۔گویا مردِ کامل اللہ کی محبت میں اس طرح گم ہوتا ہے کہ اُسے اپنے جسم کی بھی خبر نہیں رہتی۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ گروہ کاملین تین قسموں پر منقسم ہے کامل، اکمل، مکمل۔ کامل اس کو کہتے ہیں جو خود تو صاحب کمال ہو مگر کسی کو فیض و فائدہ نہ پہنچا سکے۔ اکمل وہ ہے کہ خود بھی صاحبِ کمال ہو اور فیضان باطنی و ہدایت ظاہری سے اوروں کو فائدہ پہنچائے۔ یہ شخص اوّل سے بدرجہا بزرگ ہوتا ہے۔مکمل اس کو کہتے ہیں کہ اوروں کو مشیت ایزدی اور تقدیرِ الٰہی کے موافق خواہ گھنٹہ میں خواہ مہینہ میں خواہ سال میں کامل ومکمل بنا دے اور جو کرامات اور مکاشفات اپنی ذات میں رکھتا ہے مرید کو عطا فرما دے ایسا شخص مذکورہ بالا سے بھی نہایت معظم ومکرم ہوتا ہے۔ گروہ مکمل کی تعلیم وتلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل طالب کو خاندان کے موافق بیعت کر کے ذکر ارشاد فرماتے ہیں۔ خواہ اسم ذات خواہ نفی و اثبات مگر اس زمانہ کے مشائخین کی طرح سامنے بیٹھ کر توجہ نہیں دیتے البتہ قلبی توجہ دیتے ہیں جہاں کہیں مرید ہو چاہے ہزار فرسنگ چاہے میل، اپنا برزخ اس کے دل میں حلول کر دیتے ہیں اس توجہ کا اثر طالب کے دل سے زائل نہیں ہوتا۔

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

اولیاء اللہ کے دل ہدایت، خلوص، ایثار، محبت اور عشق کے چراغ ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ایسے دوست ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ عزیز رکھتے ہیں۔ ان سے محبت کرتے ہیں۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے دوستوں کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص کہ دشمنی رکھے خدا کے کسی دوست کے ساتھ بے شک اس نے اللہ کے ساتھ لڑائی کا ارادہ کیا۔ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ایسے برگزیدہ پوشیدہ حال بندوں کو جن کے دل ہدایت کے چراغ ہیں۔

ایک روز امرائے عرب میں سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ '' ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن یہ شکستہ حال اصحاب آپ کے ہم نشین ہیں اگر ہمیں تنہائی فراہم کر دی جائے تو ہم آپ ﷺ سے دینی مسائل حاصل کرلیا کریں گے''۔

اللہ تعالیٰ دانا اور علیم و خبیر ہے۔ جیسے ہی یہ بات ان کے منہ سے نکلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ '' اے محمد ﷺ! ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اس کی دید کے متمنی رہتے ہیں۔ آپ پر نہیں ہے ان کے حساب سے کچھ اور نہ آپ کے حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ آپ ان کو دور کرنے لگیں''۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ان فقراء کو تھوڑی دیر کے لئے ہٹا

Marfat.com

دیا جاتا تو عرب کے بڑے بڑے امراء مسلمان ہو جاتے لیکن اللہ کی غیرت نے اس کو پسند نہیں کیا کہ اس کے دوستوں کو کوئی حقارت سے دیکھے۔

مردان خدا خدا نباشد   لیکن ز خدا جدا نباشد

خدا کے بندے خدا نہیں ہوتے   لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

تذکرہ اولیائے نقشبند میں علامہ نور بخش توکلیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ پہلے پہل جلاد تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قتل کرنے پر تین مرتبہ ناکام ہوئے تو آپؒ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کیا کلمہ پڑھ رہے تھے کہ تلوار تم پر اثر نہیں کر رہی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کا نام لے رہا تھا۔ پوچھا کون ہے تیرا پیر۔ اس نے کہا سید امیر کلالؒ۔ آپؒ نے تلوار کو وہیں پھینکا اور یہ کہہ کر ان سے بیعت کے لئے چلے گئے کہ جو تلوار کی زد سے بچا سکتا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ سے بھی بچا سکتا ہے۔

علامہ اقبالؒ بندہ مومن کے متعلق فرماتے ہیں:

اس کا مقام بلند اس کا خیال عظیم
اس کا سرور اس کا شوق اس کا نیاز اس کا ناز
ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کارکشا' کارساز
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی' اس کا دلِ بے نیاز

Marfat.com

کامل مرشد، سالک کو اس نہج پر تربیت دیتے ہیں کہ وہ صبر و تحمل، بُردباری، عجز و انکساری اور تواضع کو دل میں جگہ دے بقول علامہ اقبالؒ ؎

دین ہو فلسفہ ہو فقر ہو سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز، عمل زار و زبوں
ہوگیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

فقیر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خرقہ پوشی اختیار کرے یا سر تراشیدہ ہونے کی وجہ سے فقیر کہلائے۔ فقیر کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تسبیح بدست ہو، اس کے اردگرد ارادتمندوں کا حلقہ ہو، اس کے انداز اور احوال میں وجد ہو۔ فقیر نہ ہی خلوت پسند، نا مردم بیزار اور نہ ہی حق ھو میں سُست رہتا ہے۔ فقیر اپنے اوصاف، صفات، احوال اور قلندرانہ اداؤں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسکا مطلوب فقط قربِ الٰہی اور اللہ کی رضا میں زندگی گزارنا ہے۔ اس کا وجود پورے جہان کے لئے باعثِ رحمت اور انسانیت کے پیامبر کی حیثیت رکھتا ہے۔

مراد اور مرید کا فرق:

بزرگانِ سلف میں سے کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ مرید کے اصل معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اسے مرید بنانا مقصود نہ ہوتا تو وہ ہرگز مرید نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس لئے جب وہ کسی

Marfat.com

کو بھی خصوصیت عطا کرنا چاہتا ہے تو اسے ارادت کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ بعض دوسرے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مرید ابتدا کرنے والا ہوتا ہے اور مراد مقصودِ منتہی ہے۔

سالک یعنی مرید وہ ہے جو مصائب اور مشقتوں میں پھینک دیا جاتا ہے اور مراد وہ ہے جو منزلِ مقصود تک پہنچ گیا ہو اور رنج و مشقت سے آزاد ہو چکا ہو۔ مرید کو رنج دیا جاتا ہے اور سنتِ الٰہی یہی ہے کہ وہ سالکینِ حق کو مجاہدات کی تکلیف دیتا ہے۔ پھر ان کو خود تک پہنچا دیتا ہے اور انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے دلوں کی حفاظت کریں۔ حدودِ الٰہی کی محافظت میں مشغول ہوں۔ اس وقت تو ان لوگوں کا ظاہر مخلوقِ خدا کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ ان کی زبانیں اللہ کے حکم اور ان کے دل علمِ خداوندی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان کی زبانیں بندگانِ الٰہی کو نصیحت کرنے کے لئے مخصوص ہو جاتی ہیں اور انکے باطنِ الٰہی امانتوں کی حفاظت کے لئے وقف ہو جاتے ہیں۔ پس جب تک یہ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و مشغول ہیں اور اس کے حقوق اور حدود کی حفاظت پر قائم ہیں ان سب بندوں پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور اسکی برکتیں نازل ہوں۔

سالک یا مرید اور مراد کے سلسلے میں حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ مرید اور مراد میں کیا فرق ہے آپؒ نے فرمایا:

☆ مرید وہ ہے جس کی سرپرست تدبیرِ علمی ہوتی ہے اور مراد کی

Marfat.com

سرپرست رعایتِ خداوندی ہوتی ہے۔

☆ مرید تو چلتا ہے لیکن مراد اڑتا ہے ظاہر ہے کہ چلنے والا اور اڑنے والا برابر نہیں ہو سکتے بس مرید طالب ہے اور مراد مطلوب ہے۔

☆ مرید کی عبادت مجاہدہ ہے اور مراد کی عبادت بخشش اور موہبت ہے۔

☆ مرید موجود ہے اور مراد فانی بالحق ہے۔

☆ مرید جزا کے لئے عمل کرتا ہے لیکن مراد عمل کی طرف توجہ نہیں کرتا بلکہ توفیق اور احسانِ خداوندی کی طرف اس کی نظر ہوتی ہے۔

مرید سلوک کی منزل طے کرتا ہے اور مراد سلوک کے تمام راستوں کے مقامِ اتصال پر کھڑا ہے۔

☆ مرید تو نظرِ خداوندی کے نور سے دیکھتا ہے اور مراد خود اللہ کے ذریعے دیکھتا ہے۔

☆ مرید اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے اور مراد اپنے ارادے اور خواہشِ نفس سے بیزار ہوتا ہے یعنی اس کے اندر اپنا ارادہ اور اپنی خواہش جنم نہیں لیتی۔

☆ مرید تقرب حاصل کرتا ہے اور مراد کو تقرب دیا جاتا ہے۔

☆ مرید کو پرہیز کروایا جاتا ہے اور مراد کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ اسے ناز ونعم سے نوازا جاتا ہے اور کھلایا جاتا ہے۔

Marfat.com

☆ مرید محفوظ ہوتا ہے اور مراد کے ذریعے دوسروں کی حفاظت کروائی جاتی ہے۔ مرید حالتِ صعود میں ہوتا ہے اور مراد اپنے اس رب تک پہنچ چکا ہوتا ہے' جس کے پاس ہر عمدہ اور نفیس نعمت موجود ہے' اسی لئے مراد ہر عابد متقرب' پرہیزگار اور نیکوکار سے بڑھ جاتا ہے۔

ایک دفعہ ایک چیونٹی نے خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا۔ سفر کا سلسلہ شروع ہوا۔ تھکا دینے والے سفر میں اس کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ راستے میں اس کی ملاقات اپنے ایک پرانے دوست کبوتر سے ہوئی۔ کبوتر نے پوچھا کہ بی چیونٹی کہاں کا ارادہ ہے۔ چیونٹی نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا۔ کبوتر اس ننھی جان کی بات سن کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے کہا کہ کیا تو جانتی ہے کہ راستے میں دریا، سمندر، ندی، نالے، اونچی پہاڑیاں اور گہری کھائیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ان ریگستانوں میں ایسے ایسے طوفان ہر وقت چلتے ہیں جس میں کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکتا۔ چیونٹی بولی کہ بھئی کبوتر اب تو چاہے جان چلی جائے لیکن میں اپنا مقصد پورا کرکے چھوڑوں گی۔ کبوتر نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں تیرا مسئلہ حل کرسکتا ہوں۔ چیونٹی نے پوچھا وہ کیسے؟ کبوتر بولا کہ آ تو میرے قدموں سے چمٹ جا میں تیرا سالوں کا فاصلہ دنوں میں بغیر کسی مشکل کے طے کروادوں گا۔ چیونٹی اس کے پاؤں سے لپٹ گئی۔ کبوتر اُڑا اور دنوں میں چیونٹی کو خانہ کعبہ پہنچا دیا۔ چیونٹی کو اس کی منزل مل گئی۔ مولانا رومؒ

Marfat.com

مرید کو یا سالک کو چیونٹی سے اور کبوتر کو مرشد یا روحانی استاد سے تشبیہ دیتے ہیں کہ مرشد یا روحانی استاد کس طرح خود تکلیف برداشت کر کے مرید کو اس کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس کے برعکس مرید خود اکیلا بالکل اس چیونٹی کی طرح ہے جو کہ اکیلی منزل پر نہیں پہنچ سکتی۔

جب مرید خود کو مرشد کے حوالے کر دیتا ہے تو مرشد مرید کو اس کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

باب سوئم

مرید کا اعتقاد:

مرید کو اپنے شیخ سے کم سے کم جو اعتقاد رکھنا چاہئے جو کہ بہت ضروری ہے اور جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ مرشد یا شیخ کے ہر کام کو مرید من جانب اللہ سمجھے۔ مرید کو ہمیشہ سمجھنا چاہئے کہ مرشد کے قدم سے بڑھ کر کوئی قدم نہیں ہے۔ جب تک مرشد حیات ہیں مرید کو جاننا چاہئے کہ اسکے مرشد سے بڑھ کر کوئی شخص دنیا میں نہیں ہے اور اگر کسی طرح مرید کے دماغ میں یہ بات آ جائے کہ اس کے مرشد سے بھی اچھا کوئی شخص موجود ہے تو اسکی توجہ اور اعتقاد ختم ہو جائے گا۔ مثلاً مرشد کے مرشد ہیں تو مرید کو اتنا ضرور سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ اس کو اپنے مرشد سے ملے گا دادا مرشد سے نہیں ملے گا کیونکہ وہ دادا مرشد تک اپنے مرشد کے ذریعے ہی پہنچ سکتا ہے اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو منزل تک نہیں پہنچے گا۔ اپنے مرشد کی طرف متوجہ رہنے سے مرشد کے

Marfat.com

مرشد بھی اس پر شفقت اور لطف و کرم کی نظر رکھیں گے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ مرید صادق ہے، اعتقاد کی گرہ جو اس نے اپنے مرشد سے باندھی ہے وہ بہت مستحکم ہے۔ ایسا کرنے میں ذلت و خواری کا گمان نہیں ہے۔ مرید کو چاہئے کہ ہر روز اور ہر گھڑی مرشد سے قربت کی دعا کرتا رہے۔ اگر مرشد کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کی روح پر کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا اور اس کے نام پر خیرات کرنا اور تمام وقت اور ہر گھڑی اُسے یاد کرتے رہنا چاہئے۔

مرید کے لئے مرشد دودھ پلانے والی ماں کی طرح ہوتا ہے اور مرید شیرخوار بچے کی طرح دودھ پینے والا بچہ۔ اگر ایام رضاعت میں دودھ پلانے والی ماں سے علیحدہ ہو جائے تو ہلاکت کا ڈر ہے۔ جب بچے ایام فطام میں یعنی دودھ چھوڑنے کی منزل میں پہنچتے ہیں تو اس وقت بھی اگر ان کی نگہداشت چھوڑ دی جائے تو وہ تباہ ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ اس دور میں داخل ہوتے ہیں جب کہ وہ خود سے اٹھ بیٹھ سکتے ہیں اور موذی اور مہلک کیڑے مکوڑوں سے اپنے آپ کو دور رکھ سکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو تربیت اور نگہداشت کی سخت حاجت رہتی ہے ورنہ وہ خراب ہو جائیں گے اور ان کی مکمل طور پر تربیت نہ ہو سکے گی۔ اس کے بعد ان کو ہنر سکھانے کا دور آتا ہے۔ اس میں بھی ان کو تربیت کی حاجت رہتی ہے۔ بالغ ہونے کے بعد ان کی دیوانگی اور مستی کا دور شروع ہوتا ہے اس میں احتمال رہتا ہے کہ وہ خواہشات اور

Marfat.com

ہواؤ ہوس کے دریا میں ایسا ڈوبیں جہاں سے ان کا نکلنا دشوار ہو جائے۔ اس وقت ان کو اس ہلاکت سے نکالنے والا کوئی عالم، حکیم اور دانشمند ہی ہوسکتا ہے اس کے بعد اس پر شباب کا دور آتا ہے جس میں وہ خودسحر ہو جاتا ہے اس دور میں نہ تو اس کو دنیا کا تجربہ ہوتا ہے نہ اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے نہ حادثات سے اس کو پہلے واسطہ پڑا ہوتا ہے۔ ایام جوانی سے بڑھاپے تک کی ایک عمر ہوتی ہے اور بڑھاپے کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہے تجربہ کار آدمی ہر چیز کو جانتا اور سمجھتا بوجھتا ہے اور اچھے برے کی تمیز رکھتا ہے اور ہر کام کا موقع محل جانتا ہے۔

غرض یہ ہے کہ مرید اس راہ میں دودھ پینے والے بچے کی طرح ہے اگر مرشد یعنی ماں سے جدا ہو جائے تو تباہ ہو جائے گا اور اس سے کچھ نہ ہو پائے گا مرید پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ مرید کو غیب سے کچھ ظاہر ہونے لگتا ہے جیسے نور و نار کی تجلی، کوئی صورت دیکھنا یا آواز سننا یا کوئی خواب دیکھنا۔ اس دور میں بھی رشد و ہدایت کا نزول ہوتا ہے کبھی خواب یا بیداری میں تنبیہ ہوتی ہے۔

مرید کے ایام بلوغ کا دور وہ ہوتا ہے جس میں اس پر کشف اور تجلی ہونے لگتی ہے۔ بعض اوقات اگر مرید کی طرزِ فکر مستحکم نہ ہو تو یہی تجلیات اور کشوفات اس کو غلط راہ پر ڈال سکتے ہیں۔ اس وقت اس پر مزید شہود و غیب کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تاریخ میں بے شمار

Marfat.com

عارفین اس کیچڑ میں ڈوب چکے ہیں جہاں سے وہ سر بھی نہیں نکال سکے۔

مرید کے لئے ایام شباب کا دور وہ ہوتا ہے جس میں وہ تجربات سے آشنا ہو جاتا ہے۔ حقائق اور معارف کو صحیح طور پر پہچاننے لگتا ہے اس وقت مرشد کی تربیت اس بات کو اس کے ذہن میں آنے سے روکتی ہے کہ وہ سب سے لائق فائق ہے اور ہر چیز سے واقف ہے۔ واقعۃً بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ اس سے پوشیدہ ہوتی ہیں۔ مرشد چونکہ پختہ ہوتا ہے بہت سے انقلابات اس کی نظر اور تجربہ سے گزر چکے ہوتے ہیں لہٰذا مرشد کی صحبت مرید کو بہت سی کمین گاہوں اور مکروفریب سے نجات دلاتی ہے۔

بیعت کے بعد بعض مرید شریعت کو راہ سلوک سے مختلف سمجھنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ حقیقت اور طریقت شریعت کے خلاف اور ضد نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے خلاصہ اور روح ہیں جیسا کہ اخروٹ، کہ اس کا مغز اور چھلکا صورت اور ہیئت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن مغز کا جز چھلکے کے حصے میں موجود ہے اور اس سے روغن نکالا جاتا ہے۔ اس طرح یہ تینوں باہم ملے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاصہ ہیں۔

مرید کو مرشد جو کہے وہ کرے جو مرشد کرے وہ مرید کو بلا اجازت نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ مرشد جو سنتا ہے خدا سے سنتا ہے جو کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔

Marfat.com

مرید اگر پیر کو مقہور باری تعالیٰ دیکھے تو اس کو بدگمان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دوستوں کے درمیان اکثر رنجش ہو جاتی ہے۔ ایسا بارہا ہوتا ہے کہ ایک دوست اپنے دوسرے دوست سے رنجیدہ ہو جاتا ہے برا بھلا کہتا ہے بیزاری کا اظہار کرتا ہے لیکن دل میں اس دوست کی ایسی محبت ہے کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔

مرشد کریم کی صحبت:

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ خلوت اختیار کرنا طریقت کا ایک جزو ہے یہ اولیاء اللہ سے ہی سیکھی جاتی ہے۔ کسی کی خلوت میں فضیلت نہیں۔ اغیار سے خلوت مفید اور مرشد کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اس سے خلوت کرنا اچھا نہیں۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج جب مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر ابھرتا ہے۔ دانا مٹی میں مل کر اپنا رنگ و بو جب تک ختم نہیں کرتا اُس وقت تک وہ درخت نہیں بن سکتا۔ جب اس کی اپنی صورت ختم ہوتی ہے تو اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہوتا ہے۔ اپنی ہستی کو کھو دینے سے ہی سالک کو ایک نئی زندگی کا آغاز نصیب ہوتا ہے اس کے لئے صحبت ضروری ہے۔ ان لوگوں کے پاس بیٹھنے سے عقل دگنی ہو جاتی ہے۔ اولیاء کرام کی صحبت میں سالک اس طرح اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے کہ وہاں دوئی نہیں رہتی‘ فنائے کامل حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان عبادت کے اعتبار سے اگر ندی

Marfat.com

ہے تو مرشد کی صحبت میں دریا سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ ایک مرتبہ دریائے دجلہ عبور کر رہی تھیں ۔ جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو اسے سخت طوفان نے گھیر لیا۔ آپ نے دیکھا کہ مسافروں کی چیخ و پکار میں ایک بوڑھا شخص کشتی کے ایک طرف نہایت اطمینان سے بیٹھا ہے۔ آپؒ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ کیا آپ کو طوفان کے آنے کا علم نہیں۔ انہوں نے جواب دیا: '' میرا اللہ ہم سب کو دیکھ رہا ہے۔ اگر اسکی مرضی کشتی کو ڈبونے کی ہے تو میں کون ہوں جو اس کی مرضی کے خلاف کچھ کر سکوں۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے ان بزرگ سے کشتی کی سلامتی کے لئے دعا کی درخواست کی تو اس شخص نے اپنی چادر طوفان کی سمت کر دی اور تھوڑی ہی دیر میں طوفان تھم گیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اُن بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو کوئی انہونی بات نہیں یہ تم بھی کر سکتی ہو۔ جب آپؒ نے مزید دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

'' ہم نے اپنے ارادے اور مرضی کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ پس اس نے اپنی مرضی کو ہماری مرضی کے لئے ترک کر دیا۔''

ایسے سبق کتابوں سے نہیں بلکہ بزرگوں کی صحبتوں سے ہی سیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے شیخ کے ساتھ مضبوط ربط کی ضرورت ہے۔

فقیر کی صحبت بہت ضروری ہے اس سے فقیر کی طرزِ فکر بندے کو منتقل ہوتی ہے۔ مرشد کی صحبت میں شب و روز گزارنے سے مرید کی

Marfat.com

خوب اصلاح ہوتی ہے' اور مرشد کے علوم اسے منتقل ہوتے رہتے ہیں روحانیت میں تعلیم کا طریقہ بتدریج ہے۔ جس طرح لوہار لوہے کو گرم کرکے چوٹ لگاتا ہے یا سنار آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کر سونے کو درست کرتا ہے اسی طرح مرشد مرید کو آہستہ آہستہ شعور پر ضربات لگا کر لاشعور کی طرف لے جاتا ہے:

حضرت غوث علی شاہ صاحب اپنی کتاب تذکرہ غوثیہ میں فرماتے ہیں کہ راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں کشمیر کے اندر ایک مجذوب تھے۔ کباب دہی نہایت رغبت سے کھایا کرتے تھے ایک شخص ان کے واسطے کباب دہی لایا انہوں نے کھایا اور کہنے لگے کہ کیا خوب کباب اور کیا خوب دہی ہے یہی کہتے کہتے دہی لانے والے کا قلب مثل آئینہ ہوگیا کہ سات سوکوس کا حال اس کو نظر آنے لگا پھر وہ شخص مرغزار کشمیر میں جابیٹھا۔ بیس برس تک یہی کیفیت رہی مگر ایک دن مثل شمع گل ہوگئی اور جیسا تھا ویسا ہی رہ گیا اس کے غم والم میں وہ شخص جابجا پھرتا رہا۔ سبحان اللہ کے پاس بھی آیا تھا۔ انہوں نے سن کر فرمایا کہ بھائی یہ بات تو ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں تم سلیمان شاہ صاحب کی خدمت میں جاؤ اس زمانے کے مشہور ومعروف بزرگ ہیں غرض ان کے پاس گیا انہوں نے فرمایا کہ میاں جو بات تو بیان کرتا ہے، خود ہم پر بھی نہیں گزری، بھلا ہم کیا تعلیم کریں۔ ہمارا طریقہ تو یہ ذکر و اوراد کا ہے۔ وہ شخص شاہ صاحب کا مرید ہوگیا۔ ایک بار ہم سے بھی ملاقات ہوئی کہنے لگا کہ

Marfat.com

سلیمان شاہ صاحب کا میں مرید ہوگیا ہوں لیکن جو بات پہلے تھی وہ اب خواب میں بھی نہیں اور وہ مجذوب پھر کہیں نہ ملے۔ شاید ان کا انتقال ہوگیا۔ کسی مرید نے عرض کیا کہ حضرت بیس سال کے بعد یہ بات جاتی کیوں رہی جناب وقبلہ نے فرمایا کہ بغیر جدوجہد اس کو مل گئی تھی اگر چند روز ان بزرگ کی خدمت میں رہتا تو قیام و ثبات اسی حالت کو یہ ہوجاتا اور وہ شخص کامل اور مکمل تھا جس کی ایک نظر میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی لیکن یہ اپنے خیال میں کامل ہوگیا تھا کہ خدمت میں رہنا اختیار نہ کیا اور وہ بات قائم نہ رہی چراغ کے گل ہوتے ہی اندھیرا ہوگیا۔

اس واقعہ میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک یہ کہ فقیروں کی خدمت کرنا چاہئے۔ اس سے اللہ بھی خوش ہوتے ہیں۔

دوسرا اس واقعہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس مجذوب نے خوش ہوکر خدمت گزار کو انعام دیا اور اس میں صلاحیتیں بیدار ہوگئیں مگر وہ ان کی صحبت میں نہیں رہا اور مجذوب کے پردہ فرمانے کے بعداسکی صلاحیتیں جاتی رہیں۔

صحبت مرشد بہت لازمی ہے اس کے بغیر مرید میں اگر کوئی وصف پیدا ہوجائے تو وہ عارضی ہوتا ہے ہاں اگر مرشد کی صحبت میں رہا جائے تو آہستہ آہستہ اس کے اندر مرشد کے اوصاف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور اس کو مرشد کی پوری طرزِ فکر منتقل ہوجاتی ہے اور پھر وہ چیز عارضی نہیں ہوتی۔

Marfat.com

آدبِ شیخ:

ادبو النفس ایھا الاصحاب
طرق العشق کلھا آداب

(اے دوستو! اپنے آپکو آداب سکھاؤ اس لئے کہ عشق کے سب طریقے ادب ہی ادب ہیں۔)

حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

''ہر شئے کی کوئی قیمت ہوتی ہے' انسان کی قیمت اس کا علم و ادب ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان ہے:

''پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے:

''بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب اور مغبوب ہوتا ہے۔''

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

''تارک ادب اخلاق محمدیؐ سے بہت دور ہوتا ہے۔''

فقیہہ ابو الیث سمرقندیؒ نے فرمایا:

''اسلام کے ۵ قلعے ہیں۔ پہلا یقین 'دوسرا اخلاص' تیسرا فرائض' چوتھا تکمیل سنن' پانچواں حفظ ادب۔ جب تک انسان آداب کی

Marfat.com

حفاظت و نگرانی کرتا رہتا ہے شیطان اس سے مایوس رہتا ہے اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر میں لگ جاتا ہے حتیٰ کہ پھر فرائض، اخلاص اور یقین تک نوبت جا پہنچتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچاؤ اوران کو ادب سکھاؤ۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اچھے آداب ایمان کا حصہ ہیں۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا پس جان لو کہ دین اور دنیا کے تمام امور حسن ادب سے ہی متعلق ہیں۔''

دنیا کے تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ تمام معاملات میں حسن آداب ایک پسندیدہ امر ہے۔ لوگوں میں مروت کی حفاظت دین میں سنت کے تحفظ اور دنیا میں حرمت و عزت کی حفاظت کا نام ادب ہے اور یہ تینوں امور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہیں۔ روزمرہ کے معاملات میں ادب کی حفاظت دل میں مطلوب کی تعظیم کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

ادب کو ترک کرنے والا کسی طرح بھی ولی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آداب کی موجودگی میں ہی محبت ہوتی ہے اور حسنِ ادب دوستوں کی صفت ہے۔

Marfat.com

تمام صوفیائے کرام اس بات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ جب تک طالب کے دل میں اپنے شیخ کے لئے مناسب ادب کے جذبات موجود نہ ہوں اس وقت تک عبادات و مجاہدات اپنا پورا اثر نہیں دکھاتے۔ اولیاء کرام کے نزدیک تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے۔ یہ اس لئے کہ تصوف کا مدار عشق پر ہے اور عشق میں اول تا آخر ادب کی ضرورت ہے۔ اگر عشق ادب نہ سکھائے تو وہ عشق نہیں۔ صاحب ہوش کے لئے ادب کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں ادب کے متعلق فرمایا ہے کہ:

''بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب نہ صرف اپنی روحانی دنیا کو خراب کرتا ہے بلکہ پورے عالم میں فساد کی آگ لگا دیتا ہے۔''

عبادت سے آدمی جنت تک پہنچ جاتا ہے مگر اطاعت الٰہی میں ادب بجا لانے سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص بادشاہ کی محفل میں بے ادب بیٹھے گا تو اس کی جہالت اسے قتل کروا دے گی۔ جو لوگ ہلاکت میں گرفتار ہیں ادب کے مارے ہوئے ہیں۔ زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑا سا ادب حاصل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ خدمت کے دائرے میں رہ کر ادب خدمت سے بھی بالاتر ہے بلکہ صوفیاء کرام کے نزدیک عبادت سے بھی بالاتر ہے کیونکہ عبادت رد ہو سکتی ہے مگر خدمت اور ادب ضائع نہیں ہوتے۔

Marfat.com

جو سالک اپنے نفس کو بے ادبی پر قائم رہنے دیتا ہے اور اسکی مخالفت نہیں کرتا تو اس کا نفس مطلق العنان اور سرکش بن جاتا ہے۔ جس سالک کے ظاہر میں ادب نہیں وہ باطنی حسنِ ادب سے بھی محروم ہوتا ہے۔

ادب و احترام کا مطلب یہ ہے کہ استاد کی تعظیم کی جائے۔ احترام یہ ہے کہ اگر استاد نے رات دو بجے تہجد ادا کرنے کو کہا ہے تو اب شاگرد پر لازم ہے کہ وہ نفل ادا کرے۔ نفل ادا نہ کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ پیر و مرشد کا احترام یہ ہے کہ پیرو مرشد کی ہدایت پر عمل کیا جائے اور جو اسباق دیئے جائیں ان پر عمل کیا جائے۔ مرشد پر مرید کا یہ حق ہے کہ مرید کی کوشش کے مطابق اس کو علم منتقل کرتا رہے جب تک مرید مرشد کا حق ادا نہیں کرتا مرشد بھی مرید کا حق ادا نہیں کرتا۔

اگر طالب کو شیخ کی خدمت کا موقع ملے تو دل و جان سے بجا لائے اور شکر کرے کہ شیخ ہی کی عنایت سے اس خدمت کی مجھے توفیق ہوئی۔ ہر وقت شیخ کے لئے درازیٔ عمری اور قرب خداوندی کی دعا کرے اگرچہ اس کی دعا سے کیا ہوتا ہے مگر اس بات میں اس کے خلوص و محبت کا اظہار ہے کہ جو کچھ اس سے ہوسکتا ہے کرتا ہے۔

اگر مرید کسی مقام پر پہنچ جائے مثلاً ابدال ہی ہو جائے تو بھی ان کی خدمت میں پہلے ہی کی طرح آئے طالب ہمیشہ طالب ہی رہتا

Marfat.com

ہے۔ جب تک مرید شیخ کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو گا شیخ کے انوارات سے پوری طرح فیض یاب نہ ہو گا۔

مرید کو اگر شیخ کی اپنے مال سے خدمت کرنے کا موقع ملے تو اپنے لئے خوش قسمتی سمجھے اور سمجھے کہ پیر جس طرح دین کے معملات میں اس کا محتاج نہیں دنیا کے معاملات میں بھی اس کا محتاج نہیں ہے۔ مرید کی خوشحالی دراصل شیخ ہی کی بخشش ہے۔

بعض مرید تسخیرِ جنات یا ایسے ہی دوسرے مشاغل میں دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان جھگڑوں سے باز آئیں کیونکہ یہ سب دنیاوی کھیل تماشے ہیں اور روحانیت کا منشاء کوئی اور ہے۔ شیخ جو کچھ حکم دے مرید پر لازم ہے کہ اسے فوراً بجا لائے اگر وہ نہ کر سکتا ہو پھر بھی اس کی کوشش ضرور کرے۔ مثلاً شیخ اگر کہیں کہ اونٹ کے پیر باندھ کر چھت پر لے آؤ تو مرید حکم کو بجا لانے کی کوشش کرے۔

کامل مرشد قربِ حق کی طرف بلاتا اور غیر حق سے بچاتا ہے مرشد عارف ہوتا ہے اور عارف کا نفس بھی عارف ہوتا ہے۔ شیخ کے تمام خلفاء کو بھی ایک نعمت تصور کرنا چاہئے کہ جس طرح دریا سے مختلف نہریں نکلتی ہیں۔ شیخ جو کہے وہ کرنا چاہئے اور شیخ جو کرے اسے ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ جب تک کہ خود شیخ اس کی اجازت نہ دے دے۔ اس لئے کہ جو سکت شیخ رکھتا ہے وہ طالب نہیں رکھتا اور جو شیخ جانتا ہے وہ

Marfat.com

طالب نہیں جانتا۔ شیخ کی طرف خیال کرو کہ وہ جو کچھ کرتا ہے بحکم الٰہی کرتا ہے۔

شیخ جو بات کرے اسے محال خال نہ کرے اگر شیخ کوئی بات بیان نہ کریں تو اس کی ہرگز تحقیق نہیں کرنی چاہئے یہاں تک کہ اگر دن میں شیخ کہہ دیں کہ رات ہے تو مرید کو اس چیز کا یقین ہونا چاہئے کہ دن نہیں بلکہ رات ہے اگر شیخ پر کامل یقین ہوتو مرید دن کو بھی رات دیکھتا ہے اور اسے عین الیقین ہو جاتا ہے۔

مرید جو خواب دیکھے شیخ کے سامنے عرض کرے۔ شیخ سے خاص اسرار معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی شیخ کا راز کسی سے بیان کرنا چاہئے۔ اگرچہ خواب میں انبیاء و اولیاء کی زیارت کرے مگر مرشد کی زیارت سب سے بہتر جانے اور عقیدہ جانے کہ تمام اولیاء حق پر ہیں مگر میرے مرشد کا راستہ سب سے نزدیک ہے اور میرے لئے صرف میرے مرشد ہی ہیں۔ کسی بھی دوسرے سلسلے کے مقابلے میں اپنے سلسلے کو برتر ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی کسی کو برا جانے اس لئے کہ تمام سلاسل اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں' منزل سب کی ایک ہے مگر راستے مختلف ہیں۔

قیامت کے روز مرید چاہے کسی بھی مرتبے کا ہو مرشد کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا۔

مرید جب قدم بہ قدم چل کر مرشد سے فیض یاب ہوتا ہے اور

Marfat.com

کچھ حاصل کرتا ہے تو بعض اوقات وہ مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے بعض اوقات تو بعض لوگ اپنے آپ کو شیخ سے بھی افضل جاننا شروع کر دیتے ہیں۔ ہزاروں عارفین اس جگہ آ کر رک گئے اور خواہشِ نفس میں مبتلا ہو کر اپنا راستہ کھوٹا کر بیٹھے ایسے لوگ بد بخت ہوتے ہیں جو مرشد کی فرمانبرداری اور صحبت چھوڑ کر اپنی خواہش پر چلنے لگیں۔ لہذا طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ طالب ہی رہے استاد بننے کی کوشش نہ کرے اور جس مقام پر بھی پہنچے شیخ کی محبت ترک نہ کرے۔ جس مرید کے دل میں کسی مقام و مرتبہ کا خیال آتا ہے وہ اپنے آپ کو کامل سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اب پیر و مرید نہیں رہے۔ ایسا شخص کسی اور طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے مقصد سے ہٹ جاتا ہے۔

مرید پر لازم ہے کہ اگر وہ ارشاد و تلقین کی طاقت رکھتا ہو تب بھی مرشد کے سامنے اس کام سے باز رہے جب تک کہ وہ حکم نہ دیں اور جب مرشد حکم دیں اپنے علم کے مطابق تعلیم کرے اور اس کو بھی مرشد کی جانب سے تصور کرے۔

مرید پر لازم ہے کہ ارادت کے بعد اپنے تمام مسائل اور تمام مطالبے اپنے مرشد ہی سے طلب کرے کیونکہ اولیاء کرام کا ارشاد ہے کہ اپنے مرشد کو چھوڑ کر دوسرے سے طلب کرنا مرتد ہونا ہے۔ اگر وہ کسی اور کے پاس جائے گا تو وہ اس کی دست گیری نہیں کرے گا لہذا مفت میں اپنی راہ کھوٹی نہیں کرنی چاہیے طالب شیخ سے کسی ایسی بات کی

Marfat.com

فرمائش نہ کرے جس کی سلوک میں ضرورت نہ ہو اور نہ ہی اس بات کا منتظر رہے کہ مرشد سے کوئی کرامت ظہور میں آئے گی۔ مرید کے لئے ضروری ہے کہ جتنی دیر وہ شیخ کے پاس رہے باوضو رہے۔

قشیریؒ اپنے شیخ ابو علی دقاقؒ کا بیان نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب کبھی وہ اپنے شیخ نصرآبادیؒ کے پاس جاتے تو پہلے غسل کرتے پھر ان کی محفل میں جاتے۔ مگر قشیریؒ اپنے شیخ سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں جب بھی میں اپنے شیخ کی مجلس میں جاتا تو اس روز روزہ رکھتا پھر غسل کرتا تب ابو علی دقاقؒ کی مجلس میں جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کے دروازے تک پہنچ گیا مگر شرم و حیا کے مارے دروازے سے ہی لوٹ آتا اور کبھی ہمت کر کے دروازے کے اندر داخل ہو جاتا اور مدرسہ کے وسط تک پہنچ چکا ہوتا کہ تمام بدن میں سنسنی دوڑ جاتی ایسی حالت میں اگر مجھے کوئی سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید میں اسے محسوس نہ کرتا۔

ایک روز سائیں عبدالکریم عرف مغلی شاہ، سائیں توکل شاہ انبالویؒ کی خدمت مبارک میں حجرہ کے اندر تھے۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ بعض وقت فرطِ محبت سے سینہ مبارک پر ڈال لیا کرتے تھے۔ اُس وقت فرمانے لگے کہ مغلی شاہ تیرے نزدیک ہم کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور اور تو مجھے کچھ خبر نہیں اتنا جانتا ہوں کہ زندوں میں تو حضور جیسا کوئی نہیں قبروں میں ہو تو مجھے خبر نہیں۔ حضور بہت خوش ہوئے

Marfat.com

اور فرمایا مغلی شاہ تو آج بچ گیا۔ آدابِ بزرگان کا تو نے اچھا لحاظ رکھا۔ اگر تو اس وقت کہہ دیتا کہ آپ جیسا کوئی نہیں اور نہ ہوا ہے تو مرتبے سے گر جاتا یہ تو نے خوب ہی جواب دیا اور نہایت خوش ہوئے۔

ایک درویش تھے ان کا معمول تھا کہ مکان کا بیرونی دروازہ بند رکھتے اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ ایک مرید اُن سے بہت ہی محبت رکھتا تھا۔ وہ ہمیشہ مزدوری کرتا اور اسکے پیسوں سے اپنے اُن پیر کی ضروریات بہم پہنچاتا اور اپنا بھی گزارہ کرتا رہتا۔ ایک عرصہ اسی طرح گذر گیا۔ ایک روز مرشد نے اپنے کپڑے دھونے کا حکم دیا تو اس نے دل میں سوچا کہ اگر کپڑے دھوؤں تو نہ صابن کے لئے پاس پیسے ہیں اور نہ آج مزدوری ہو سکے گی۔ بڑی دیر تک سوچتا رہا اور پیر سے عرض کی کہ حضور دعا کریں اور کچھ نہیں تو صابن کے واسطے تو اللہ تعالیٰ پیسے دے دیا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے واسطے تو بلکل دعا نہیں کرتے ہاں تیرے واسطے دعا کرتے ہیں تجھ کو اللہ تعالیٰ اس قدر دنیا دے گا کہ ہم جیسے تیرے دروازے پر دھکے کھاویں گے۔ خیر وہ مرید گیا دن بھر مزدوری کر کے پیسے لئے اور کپڑے دھو کر دیئے وہ بہت خوش ہوئے۔ اسی طرح کچھ مدت پیشوا کی خدمت کر کے خوشنودی حاصل کرتا رہا۔ کرتے کرتے رحمت الٰہی ربوبیت کے ساتھ متوجہ ہوئی اور تکمیل نسبت ہوگئی۔ آخر پیشوا نے فرمایا کہ جاؤ تم لوگوں کو ہدایت کیا کرو اب ہماری حدمت کوئی اور کر لیا کرے گا۔ چنانچہ وہ مرید ہدایت کرنے لگا۔

Marfat.com

خوب ہدایت پھیلائی اور ساتھ ہی پیر کی خدمت بھی کرتا رہا۔ ایک روز مرید چلا جا رہا تھا کہ سامنے سے بادشاہ آ گیا اور اس کو دیکھتے ہی معتقد ہوا اور بیعت ہو گیا اور اپنے اس پیر کے واسطے لنگر خانے اور مکانات وغیرہ بنوا دیئے۔ جاگیر دے دی اور دروازے پر شاہی اردلی متعین کر دیئے تا کہ بلا اجازت کوئی اندر نہ آوے۔ کچھ عرصے بعد ان مرشد صاحب کو بھی خیال ہوا کہ چلو اپنے خلیفہ کو دیکھیں۔ وہ آئے اور اپنے مرید کا گھر سمجھ کر بے دھڑک دروازے کے اندر داخل ہو گئے۔ اردلی نے جو دیکھا تو ان کو دھکا دے کر نکال دیا اور کہا کہ بڈھے تو بلا اجازت کیوں اندر چلا آتا ہے اور بھی بہت سست کہا وہ بزرگ باہر گر پڑے۔ ادھر وہ مرید مراقبے میں بیٹھا تھا اس کو مرشد کا فیضان محسوس ہوا۔ معلوم ہوا کہ پیر آ گئے۔ وہ باہر نکلا تو پیر کو زمین پر گرے ہوئے پایا۔ دیکھ کر بے تحاشا ان کے قدموں میں گر پڑا اور قدم چومے ان کو اٹھا کر بڑی قدر و عزت کے ساتھ اندر لایا اور معذرت کرنے لگا کہ حضور میرا یہ تمام گھر بار اور یہ سب کارخانہ حضور کا ہے۔ آپ ہی اسے سنبھال لیں۔ میرا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ مرشد صاحب نے فرمایا گھبرا نہیں تسلی رکھ ہم تجھ سے ناراض نہیں۔ مرید نے عرض کیا حضور میرا جی چاہتا ہے کہ اس اردلی کو موقوف کر دوں اور سزا دوں' اس نے حضور کو ناحق دھکا دیا تو انہوں نے کہا کہ اس کا کیا قصور ہے بلکہ اس کو انعام دینا چاہئے کیونکہ ہماری دعا قبول ہوئی اور اس طریقہ سے اس دعا کا ظہور ہوا ہے۔

Marfat.com

وہ فقیر قطب وقت تھے اور مرید کو جو کچھ ملا ان کی رضا سے ملا۔ جب تک پیشوا خدمت کراتا رہا خدمت کی پھر جب ہدایت کرنے کا حکم دیا تو ہدایت میں مشغول ہوگیا۔ چونکہ وہ پیشوا کی اطاعت و رضا میں ثابت قدم رہا اس لئے اس کے سب کام درست ہوگئے۔

ایک شخص نے عہد کیا تھا کہ میں اس شخص کا مرید ہوں گا جو وضو کے واسطے پانی کا لوٹا اپنے گھر سے لاتا ہوگا اور جس کے لوٹے کی ٹوٹنی کا منہ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف ہوگا۔ ایسے شخص کو ڈھونڈتا ہوا وہ بغداد شریف جا پہنچا۔ وہاں ایک جولاہا تھا' لوگ اس کو مسجد کا لوٹا نہ دیتے تھے۔ وہ اپنا لوٹا گھر سے ہی ساتھ لاتا تھا اور اتفاق سے ٹوٹنی کا منہ بھی قبلے کی طرف تھا۔ اس شخص نے اپنے اسی عہد کی وجہ سے اس سے مرید ہونے کو کہا۔ ہرچند اس جولاہے نے انکار کیا مگر اس شخص نے ایک نہ مانی۔ آخر مجبور ہو کر کہا میں بھٹی میں کام کرتا ہوں تو بھی آجایا کر۔ چنانچہ وہ ایک مدت تک آتا رہا۔ ایک دن راستے میں دیکھا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تشریف لارہے ہیں اور لوگ آپ کی زیارت کرتے اور آپ کے پاؤں کو بوسے دیتے ہیں۔ اس شخص نے دور سے دیکھتے ہی منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ جب غوث پاکؒ نے فرمایا اے اللہ کے بندے تو نے ہم میں کیا قصور دیکھا کہ منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اس نے عرض کیا حضورؒ آپ میں تو کوئی قصور نہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ میرے پیر سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ میں نے اس خیال سے منہ پر کپڑا

Marfat.com

ڈالا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑھنے سے مجھے آپ سے عشق ہو جائے اور اپنے پیر کی محبت میرے دل سے کم ہو جائے۔ حضرت غوث پاکؒ نے پوچھا تیرا پیر کون ہے؟ اس نے اپنے پیر کا تمام قصہ سنا دیا۔ آپؒ کو اس کی عقیدت پر رحم آ گیا اور سینے سے لگا کر توجہ دی اور تمام مقامات طے کرا دیئے۔ جب اس نے اپنا کچھ اور ہی رنگ دیکھا تو عرض کیا حضور مجھے بڑی شرم آئے گی بڑی عنایت ہو گی اگر میرے پیر کو بھی کچھ حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا جا اسے بھی لے آ' چنانچہ وہ جا کر اس جولاہے کو بھی لے آیا۔ آپ نے اس طرح اس کے مقامات بھی طے کرا دیئے اور دونوں حضرت سے بیعت ہو گئے۔

جس کو ایسی عقیدت ہو اس پر اللہ کا فضل بھی اسی طرح ہو جاتا ہے۔ مرشد کریم سے ایسی عقیدت ہو کہ سمجھے کہ مرشد کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسرا روحانی شخص نہیں ہے یا یہ سمجھے کہ پوری کائنات میں میرے مرشد کا فیض جاری ہے۔ مرشد کی عقیدت پر استقامت ہی بندے کو پار لگاتی ہے۔

کسی بزرگ کا مرید ذکر و شغل کرتے کرتے بہت ترقی کر گیا اور پیر سے بھی بڑھ گیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بزرگ کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے ولایت سے گر گئے' تمام مرید بھاگ گئے۔ اس مرید نے جو ترقی کر گیا تھا پہلے سے بھی زیادہ خدمت و تواضع شروع کر دی۔ ان بزرگ نے پوچھا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں ولایت سے گر گیا ہوں پھر تو کیوں

Marfat.com

میری خدمت کرتا ہے۔ اس نے کہا مجھے یہ سب کچھ معلوم ہے لیکن دو باتیں ہیں جنہوں نے مجھے مجبور کر رکھا ہے ایک تو یہ کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کر کے پھر وہی مقام عطا کر دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے اور مجھے اللہ کے نزدیک پہنچا دیا ہے ابھی اس احسان کا بدلہ مجھ سے ادا نہیں ہو سکا۔ میں اس ایک ہی احسان کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے یہ خدمت کر رہا ہوں مگر شکریہ پورا ادا ہوتا نظر نہیں آتا اور مجھے اس ظاہری خدمت پر ہی اکتفا نہیں بلکہ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ خداوند میرے پیر کی مغفرت فرما کر وہی مقام عطا فرما دے اور اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرما۔ چنانچہ اس مرید کی دعا سے ان بزرگ کو وہی مقام عطا ہو گیا۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے خاص بندے روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ جب کسی کے دل میں اولیائے کرام کے متعلق کوئی شک و شبہ گزرے تو یاد رکھو کہ اولیائے کرام پر دلوں کی باتیں بھی کھل جاتی ہیں۔ اولیاء کا فرمان ہے کہ جب تم اولیائے کرام کے پاس جاؤ تو دل میں کوئی بری بات نہ رکھو کیونکہ ان کو تمہاری ایسی باتوں کی خبر ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا نعمت اللہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت غوث الاعظمؒ سے جو عقیدت و محبت ہم لوگوں کے دل میں ہے اس کی خبر نہ جانے پیرانِ پیرؒ کو ہو گی یا نہیں۔ مولانا نے اس بات کا ذکر حضرت شاہ

Marfat.com

ابوالمعالیؒ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: ''نعمت اللہ! آج رات خواب میں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے وہم کا جواب دے گا۔'' چنانچہ خواب میں نعمت اللہ نے دیکھا کہ وہ کسی کام میں مصروف ہیں اور ننگے سر ہیں حضرت غوث الاعظمؒ اس جگہ تشریف لاتے ہیں اور سفید دستار ان کے سر پر رکھ کر فرماتے ہیں نعمت اللہ! ہم تمہارے کسی حال سے بھی بے خبر نہیں۔''

جب ملاں نعمت اللہ بیدار ہوئے تو اپنا خواب سنانے حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا خواب سنایا۔ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ نے کہا: ''نعمت اللہ یہاں ٹھہرو۔'' پھر اندر سے ایک دستار منگوائی اور نعمت اللہ کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: ''یہ وہی دستار تھی جو تمہیں حضرت پیرانِ پیرؒ نے عنایت فرمائی تھی۔''

ملاں نعمت اللہ حیران ہو گئے اور پوچھا۔ ''حضرت! یہ کیا قصہ ہے یہ دستار آپ کے پاس کس طرح پہنچی؟''

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور رحمت اپنے بندے پر نازل کرتا ہے مگر بندے کو شکرگزاری اور حق بندگی ادا کرنا نہیں آتا۔ اگر بندے کو شکرگزاری کرنی آجائے تو وہ کامل بندہ بن جائے۔''

ملاں نعمت اللہ اسی وقت سجدے میں گر گئے اور کافی دیر تک زاروقطار روتے رہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ایک مرید حضرت محی الدین کاشانیؒ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے آپ کو ایک چادر

Marfat.com

عطا کی تھی۔ اس چادر سے ہر وقت خوشبو آتی رہتی تھی۔ حضرت محی الدین کاشانیؒ اس نیت سے اسے دھوتے ہی نہ تھے کہ کہیں خوشبو نہ نکل جائے۔ چادر کافی گندی ہوگئی تھی آخر ایک دن اس کو دھولیا۔ جب چادر سوکھ گئی تو اس میں سے پہلے سے بھی زیادہ خوشبو آنے لگی آپ حیران رہ گئے۔ آپ نے یہ بات حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو بتائی آپ نے فرمایا کہ ''بوئے دوست ہے دھونے سے نہیں جاتی''۔ مرشد کے تحفے سے بھی مرشد کی طرح محبت رکھنی چاہئے۔

آدابِ محفل:

شیخ کی محبت میں اس طرح رہنا چاہئے جیسا کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔قرآن میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہنے کے آداب اس طرح بتائے گئے ہیں۔

ترجمہ:''اے ایمان والو!اللہ اور اسکے رسول کے سامنے آگے نہ بڑھو(یعنی جس قدر تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو اس سے تجاوز نہ کرو۔)

ایک جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو۔''

ایک جگہ آتا ہے:

ترجمہ:''تم رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

Marfat.com

شیوخ کی خدمت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ نیت میں سچا اور قوی دل ہو کیونکہ خدمت' مشیخت (پیری) کا دوسرا درجہ ہے۔ طالب جب شیخ کی محفل میں حاضر ہو تو نہایت ادب سے داخل ہو۔ شیخ کے سامنے دوڑ کر نہ چلے نہ بہت زیادہ آہستہ چلے۔ اپنے دل کو شیخ کی طرف متوجہ رکھے اور دنیا میں نہ الجھا رہے۔ جب شیخ کی خدمت سے واپس ہو تو شیخ کی طرف پشت نہ کرے اور جس طرح کہ دل شیخ کی طرف متوجہ ہے چہرہ بھی متوجہ رہے۔ شیخ کے سامنے جب بیٹھے تو اِدھر اُدھر نہ تکتا رہے نہ بار بار اُٹھے بیٹھے۔ ہاں جب شیخ اُٹھیں تو ان کی موافقت کرے اور جب وہ محفل میں تشریف لائیں تب بھی کھڑا ہو جائے۔ شیخ کے سامنے بیٹھ کر نہ اونگے اگر نیند غلبہ کرے تو محفل سے اُٹھ جانا ہی بہتر ہے۔ شیخ کے سامنے نہ وظیفہ پڑھے نہ ورد کرے نہ تلاوت کرے نہ شیخ کو تنہا چھوڑ کر نفل پڑھنے چلا جائے۔ شیخ کے سامنے سگریٹ' پان بھی نہ کھائے مگر جبکہ شیخ خود حکم دیں۔

شیخ کی مجلس میں اگر داخل ہو گیا ہے تو پھر بغیر کسی کام کے باہر نہ جائے اور جب شیخ اسکی طرف دیکھیں تو اپنی نظر نیچی کرے اور شیخ کی آنکھوں سے ہرگز آنکھیں نہ ملائے۔

شیخ کی مجلس کو مرید مجلس حق تصور کرے اور سمجھے کہ شیخ کے حق میں صدق ہے۔ شیخ کے سامنے زیادہ آمدورفت اچھی نہیں ہوتی۔ محفل میں خاموشی سے شیخ کی باتیں غور سے سنے اوران کو اپنی زندگی اپنی

Marfat.com

ذات پر لاگو کرے۔ یہ حقیقت ہے کہ شیخ اگر کوئی بات مذاق کی بھی کرے تو اس کے پیچھے محفل میں سے کسی نہ کسی کے لئے کوئی پیغام یا حکمت ضرور ہوتی ہے۔اس لئے شیخ کی باتوں میں حکمت تلاش کرے اور ان پر تفکر کرے۔اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہم نہ کرے اور اسے چھوڑ دے کیونکہ شیخ ان علوم سے واقف ہے جن کی اُسے خبر بھی نہیں ہے۔ شیخ کے سامنے ذکر و مراقبہ میں مشغول نہ ہو بلکہ شیخ کی حضوری میں رہے اور اپنی توجہ شیخ کی باتوں پر دے۔ شیخ کو حالتِ خواب میں بھی بیدار جانے اور خوب سمجھ لے کہ شیخ سے غافل ہونا محرومی ہے۔ طالب کو یہ ذہن نشین کرنا چاہئے کہ ہر شخص اپنے کام میں ماہر و استاد ہوتا ہے شیخ کامل، حق کے راستہ کی رہنمائی میں استاد اور ماہر ہے۔جس جگہ سالک سو سال کے مجاہدہ سے نہیں پہنچ سکتا شیخ ایک بات میں وہاں پہنچا سکتا ہے کیونکہ شیخ راستہ کی دوری و نزدیکی اور نشیب و فراز سے خوب واقف ہے اس لئے جو کچھ آپ فرمائیں اس پر بلا چوں چرا عمل کرنا چاہئے۔

اگر شیخ کسی اپنے خاص کام کا حکم دیں اُسے بڑی رحمت تصور کرنا چاہئے اگر شیخ نے کسی کام کا حکم دیا تو وہ کام شیخ کے دوبارہ پوچھنے سے پہلے سرانجام دینا چاہئے۔مرشد کے دوستوں اور ہم نشینوں کو کسی قسم کا رنج دینا اپنے آپ کو خراب کرنے والی بات ہے۔

شیخ اگر اپنا پہنا ہوا کپڑا یا کوئی تحفہ مرید کو عنایت کریں تو اسے بہت احتیاط سے محفوظ رکھے اور کبھی کبھی خاص موقعوں پر اُسے پہنے۔ شیخ

Marfat.com

اگر موجود نہ بھی ہوں تب بھی انکی نشست کی طرف پشت نہ کرے اور اُلٹے پیروں واپس ہو اور سمجھے کہ جیسے شیخ وہاں تشریف فرما ہیں' اگرچہ شیخ انتقال ہی فرما چکے ہوں کیونکہ یہ وہ ارواح ہیں جو ایک ہی وقت میں قبر میں ہیں اور مجلس میں بھی اور خدا کی حضوری میں بھی ہیں۔

مرید جب اپنے شیخ کے سامنے حاضر ہو تو اسکی دو صورت ہونی چاہئے یا تو وہ شیخ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھے جیسے عاشق محبوب کو دیکھتا ہے یا اپنے قدم یا سینہ کی طرف نظر رکھے۔ جس طرح باطن میں مرید شیخ کی طرف متوجہ رہتا ہے اُسی طرح ظاہر میں بھی متوجہ رہنا ضروری ہے۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کے سامنے پشت نہ کرے مگر خدمت گار یا ملازم کے لئے جس کو دن میں کئی مرتبہ حاضر ہونا پڑتا ہے اور بہت سا کام جلد انجام دینا ضروری ہو یہ پابندی نہیں ہے کیونکہ اس طرح شیخ کے کام کا نقصان ہوگا لیکن پھر بھی اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ پہلا قدم اٹھاتے ہی پیر کی طرف پشت نہ کر دے بلکہ ایک دو قدم پیچھے ہٹ کر مڑے۔

شیخ کے سامنے بیٹھ کر کچھ کھانا نہیں چاہئے جب تک کہ شیخ خود عطا نہ کریں یا اجازت نہ دیں۔ شیخ کے سامنے اونچی آواز سے بولنا نہیں چاہئے اور نہ ہی کسی کو بلند آواز سے پکارنا چاہئے۔ شیخ کے سامنے اگر کھانا کھائے تو چھوٹا چھوٹا لقمہ منہ میں ڈالے۔ ہتھیلی اور انگلیوں کو کھانے سے نہ بھرے۔

Marfat.com

شیخ کے سامنے مراقبہ اور ذکر میں مشغول نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سارا مراقبہ اور ذکر اس کی حضوری ہے۔ شیخ اگر سو رہے ہیں تو طالب یہ نہ سمجھے کہ وہ واقعی سو رہے ہیں اور اگر جاگ رہے ہیں تو یہ نہ سمجھے کہ وہ نیند سے اٹھ گئے یا بیدار ہو گئے ہیں کیونکہ شیخ کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں شعور اور لاشعور دونوں حالتوں پر قدرت رکھتا ہے۔ شیخ سے غافل ہونا حرماں نصیبی ہے۔ شیخ کی ایک بات بعض اوقات سالک یا طالب کو اس جگہ پہنچا دیتی ہے جہاں وہ سو سال تک خدا کی سچائی کے ساتھ عبادت کرنے پر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ کے سامنے ہمیشہ باوضو اور پاک صاف ہو کر جانا چاہئے۔ شیخ سے اگر کوئی تحفہ یا تبرک ملتا ہے تو اسی کو متبرک جاننا چاہئے۔ شیخ اگر کوئی بات کہے تو اس کی تحقیقات فقہا سے نہیں کرنی چاہئے اسکی تحقیق اور تفہیم بھی پیر ہی سے کرنی چاہئے۔ قرآن پاک میں ہے:

"اہلِ ذکر سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے۔"

اس جگہ اہلِ ذکر سے مراد اہلِ مشاہدہ اور اہل معنی ہیں چونکہ شیخ ان صفات کا حامل ہوتا ہے اس لئے شیخ سے وضاحت عرض کرنی چاہئے۔

آدابِ گفتگو:

بعض اولیاء کا فرمان ہے کہ علمِ تصوف پر وہی بات کر سکتا ہے جو

Marfat.com

اپنے وجدان کی تعبیر کر سکے اور اپنے تجربے اور مشاہدہ کی بنا پر گفتگو کر سکے۔ مرید کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مرشد کے کلام کا مقصد نصیحت و ارشاد اور طلبِ نجات ہوتا ہے اور وہ ایسی بات کہتا ہے جس کا نفع سب کو پہنچتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ '' ہم جماعت انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں۔''

بعض اولیاء کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی مسئلے کے متعلق اس وقت تک گفتگو نہیں کرتے جب تک اس کے متعلق ان سے پوچھا نہ جائے اور جب پوچھا جائے تو وہ سوال کرنے والے کی ذہنی صلاحیت کے متعلق جواب دیتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے جب ایک سائل نے کسی مسئلے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اسے ایک جواب دیا لیکن جب دوسرے شخص نے وہی سوال پوچھا تو آپ نے اسے علٰیحدہ جواب دیا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ جواب سائل کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے مقام کا اندازہ کر کے سوال کرے اور ایسی باتوں کے متعلق سوال نہ کرے جن کی اسے ضرورت نہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسی باتیں نہیں پوچھنی چاہیں جو کہ قبل از وقت ہوں کیونکہ اولیاء کے نزدیک آدابِ علم میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی علم میں اس کے وقت سے پہلے گفتگو نہیں کرتے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور علم کے فوائد منقطع ہو جاتے ہیں۔

علم سے جاہ و مرتبہ اور دنیاوی مال کو حاصل کرنے سے بچنا

Marfat.com

چاہئے کیونکہ خدا ایسے شخص کو علم سے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو غیر منفعت بخش ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ علماء میں امتیاز پیدا کرے اور ادنیٰ لوگوں پر فوقیت حاصل کرے یا یہ کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا پڑے گا۔''

مرید پر یہ بات فرض ہے کہ جس بات یا جس علم کو اس نے سن لیا اس پر عمل کرے ایسا کرنے سے یہ اسی کے قلب میں حکمت پہنچاتا ہے اور اس سے دوسرے سننے والے نفع حاصل کرتے ہیں اگر کسی شخص نے کوئی علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو وہ اس کے لئے قصہ کہانی ہو جائے گا۔ جس کو وہ چند دنوں تک یاد رکھے گا اور پھر بھول جائے گا۔ کلام جب دل سے نکلے تو دل میں بیٹھ جاتا ہے اور اگر محض زبان سے نکلے تو وہ کانوں سے تجاوز نہیں کرتا۔

بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو کوئی اس شخص کی حرمت کا خیال نہ رکھے جس سے اس نے ادب سیکھا ہے تو وہ ادب کی برکت سے محروم رہے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو اپنے استاد سے '' کیوں'' کہہ کر سوال کرے گا تو وہ بھی فلاح حاصل نہیں کرے گا۔ اولیاء کرام کے سامنے لوگوں کے عیوب بیان نہیں کرنے چاہیں کیونکہ کہا گیا ہے کہ جس نے لوگوں کے عیوب بیان کیے اس نے اپنے عیوب کی گواہی دی کیونکہ وہ ان کا ذکر اس مقدار سے کرتا ہے جو خود اس میں موجود ہیں۔

Marfat.com

شیخ سے تب تک کوئی علمی گفتگو نہیں کرنی چاہئے جب تک کہ وہ خود اس پر تفکر مکمل نہ کر لے اگر پھر بھی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے اہلِ بیعت کی محفل میں سوال اٹھائے اگر پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو شیخ سے عرض کرے۔ بلاوجہ اور بغیر سوچے سمجھے سوال کرنا ہرگز مناسب نہیں ہوتا۔

مرید کو چاہئے کہ وہ مرشد کے سامنے بہت زیادہ باتیں نہ کرے خاص طور پر جو اس کے دین اور دنیا کے لئے مفید نہ ہوں۔ مرشد کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرے اور نہ کسی کی شکایت کرے۔ مرشد کے سامنے ہرگز اس طرح کی بات نہ کرے جس سے اس کو غم ہو یا غصہ آئے۔

مرشد سے محبت:

عقل گوید دنیا و عقبیٰ بجو　　　عشق میگوید بجز مولیٰ مجو

ترجمہ: عقل کہتی ہے کہ دنیا و آخرت کی تلاش کر۔ عشق کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی تلاش نہ کر۔

عقل میگوید کہ خود را پیش کن　　　عشق میگوید کہ ترک خویش کن

ترجمہ: عقل کہتی ہے کہ اپنے آپ کو پیش کر۔ عشق کہتا ہے کہ اپنے آپ کی نفی کر۔

[illegible] علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ

Marfat.com

تیری بارگاہ میں میرا کون سا فعل پسند ہے تاکہ میں اس کو زیادہ کروں۔ حکم ہوا کہ تمہارا یہ فعل ہم کو بہت پسند آیا کہ زمانہ طفلی میں جب تمہاری ماں مارا کرتی تھی تو تم مار کھا کر بھی اسی طرف دوڑتے تھے پس طالب خدا کو بھی یہی لازم ہے کہ گو کیسی ہی مصیبت و سختی ذلت و خواری پیش آوے لیکن بہرحال خدا کی طرف متوجہ رہے۔ پس سالک کو بھی مرشد سے ایسی ہی محبت ہونی چاہئے کہ گو کیسی ہی مصیبت و سختی، ذلت و خواری پیش آئے لیکن ہر حال میں مرشد کی طرف متوجہ رہے۔

حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں کہ مرید اور مرشد کا رشتہ استاد شاگرد، اولاد باپ کا ہے۔ مرید مرشد کو محبوب ہوتا ہے۔ مرشد مرید کی افتاد طبیعت کے مطابق تربیت دیتا ہے۔ اس کی چھوٹی بڑی غلطیوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ نشیب و فراز اور سفر کی صعوبتوں سے گزار کر اسے اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں پرسکون زندگی اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔

جس وقت بابا فرید الدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم علی احمد صابر اپنے ہمشیرہ زادہ کو تعلیم کیا تو ان پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ حضرت کا طواف کرتے تھے اور یہ شعر ورد زبان تھا۔

کعبہ خوانم یا پیمبر مصحف ست ایں یا خدا
اصلاح شوق بسیار ست ومن دیوانہ ام

ترجمہ: بلند (آواز سے) پڑھوں کہ یہ پیر مصحف ہے یا خدا! اصلاح کا شوق بہت ہے اور میں دیوانہ ہوں۔

Marfat.com

ایک روز حضرت جنیدؒ کو بادشاہ نے کسی مسئلہ کی تحقیق کے واسطے طلب فرمایا ان کے ہمراہ حضرت شبلیؒ بھی گئے۔ بادشاہ نے حضرت جنیدؒ سے سخت کلامی کی چونکہ حضرت شبلیؒ جوان آدمی تھے اور نئی فقیری کا جوش تھا آپؒ کو غصہ آ گیا قالین کو تھپکا وہ شیر مجسم بن کر اٹھنے لگا۔ حضرت جنیدؒ نے اس پر نظر کی تو پھر اصلی حالت پر آ گیا۔ دوبارہ بادشاہ نے پھر بے ادبانہ کلام کیا۔ حضرت شبلیؒ نے پھر قالین پر ہاتھ پھیرا غرض تین بار یہی معاملہ پیش آیا آخری دفعہ بادشاہ نے بھی شیر کو اٹھتے ہوئے دیکھا تو خوف کے مارے بدحواس ہو گیا فوراً تخت سے اترا' حضرت جنیدؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ اس لڑکے کی بات کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔ یہ بچہ ہے آپ کو وہی بات زیب دیتی ہے اور ہم کو یہی بات لازم ہے یعنی '' اطاعت کرو تم اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور حاکم متشرح کی۔'' الغرض بادشاہ نے اپنا قصور معاف کرایا اور عزت کے ساتھ ان کو رخصت کیا پس وجہ تسمیہ حضرت شبلیؒ کی یہ ہے کہ شبل شیر کے بچے کو کہتے ہیں جب سے یہ ماجرا گزرا تو ان کا لقب شبلی یعنی شیر والا ہو گیا ورنہ اصلی نام ان کا ابوبکر تھا اور حضرت جنیدؒ کے مرید بھی تھے اور ہمشیرہ زادہ بھی۔

جب کسی مرید کو شیخ سے کامل محبت ہو جاتی ہے تو شیخ کی طرزِ فکر میں کام کرنے والی روشنیاں مرید کے اندر منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جب محبت کامل اور دائمی ہوتی ہے تو شیخ کے کمالات متواتر اس

Marfat.com

میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اسے عروج نصیب ہوتا رہتا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اپنا احتساب کرتا رہے کہ وہ شیخ سے محبت میں کس حال پر ہے۔

اگر مرید کو شیخ سے اس کی ولایت' عہدہ' مقام یا ربط کی وجہ سے محبت ہو تو اس کو اس محبت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا جب تک کہ یہ محبت بغیر کسی غرض کے ذاتِ شیخ سے نہ ہو جس طرح بچوں کو ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے۔ لہذا اس قسم کی محبت مرید اور مراد کے درمیان ہونی چاہئے تا کہ یہ محبت مرید کو اغراض کی طرف نہ لے جائے کہ اغراض کے آنے سے شیطانی وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں جس سے کبھی تو محبت منقطع ہو جاتی ہے اور کبھی رک جاتی ہے۔ محبت صادق اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ محض شیخ کی ذات سے ہو نہ کہ اُس کے اسرار کی خاطر محبت کرے۔ ذات کی محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت خالص اللہ کے لئے ہو۔

مرید جب روحانی طور پر مراد سے محبت کرتا ہے تو مراد روحانی طور پر اسے نوازتا ہے لیکن اگر مرید کی ذات شیخ کی ذات کے اسرار سے محبت رکھتی ہو اور یہ محبت ذات کو چھوڑ کر اس کے اسرار و معارف کے ساتھ ہو جائے تب یہ فیض رک جاتا ہے لہذا مرید کو چاہئے کہ ہر قسم کے منافع سے قطع نظر کرتے ہوئے اپنی پوری کوشش شیخ کی محبت میں صرف کر دے اور شیخ سے بے لوث و بے غرض محبت کرے۔

بعض لوگ مرشد کو محض ایک استاد یا معلم سمجھتے ہیں جب کہ مرید

Marfat.com

اور مراد کا رشتہ عاشق اور معشوق کا رشتہ ہے غرض یہ کہ شیخ سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ اپنے زن و فرزند اور جان و مال سب سے زیادہ اسے عزیز جانے۔ اگر مرتے وقت شیخ ہی کی یاد میں دم نکلے تو یہ ایک بڑی سعادت ہے۔ شیخ خدا کا سفیر اور اس کے خزانے کا امین ہے۔ طالب کو جو کچھ ملتا ہے صرف اسی کے ہاتھ سے ملتا ہے۔ مرشد کو ساقی سمجھو' معرفت کی شراب اسی کے ہاتھ سے ملے گی لازم ہے کہ مرید اپنے شیخ کو اپنے جسم کی جان بلکہ جانِ جان تصور کرے۔

خواجہ محبوب عالم قدس سرہٗ نقشبندی اپنی کتاب محبوب السلوک میں لکھتے ہیں:

''مرید مرشد کے آئینے میں خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور مرشد کامل مرید کے آئینے میں اپنے آپ کو یعنی مخلص مرید کا دل جب مرشد کی تمام صفات سے رنگین ہو جائے تو مرشد اس معنی سے مرید کے دل میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں اور مرشد چونکہ تمام مظہر ذات باری تعالیٰ ہیں مرید ان کے آئینہ دل میں ذاتِ احدیت کا معائنہ کرتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''کبھی کوئی مرید کامل نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ پیشوا کے غصہ و رنج اور لطف و محبت کا مزا نہ چکھ لے۔ اس واسطے پیشوائے کامل کا غصہ رحمتِ الٰہی ہے بشرطیکہ ایسی حالت میں مرید کو خدا تعالیٰ توفیق انانیت کے زائل کرنے اور اپنے دل میں عجز و انکساری بڑھانے کی عطا فرمائے سو ایسے

Marfat.com

وقت میں اس کی کوشش کیا کرو۔''

حضرت عنایت شاہ قادریؒ، حضرت بابا بلھے شاہؒ کے مرشد تھے۔ ایک دن حضرت شاہ عنایتؒ اپنے صاحبزادوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ادھر قصور میں حضرت بابا بلھے شاہؒ نے اپنے مرشد کریم کے بارے میں کچھ الفاظ کہے جن سے گستاخی اور بے ادبی کا پہلو نکلتا تھا۔ ابھی الفاظ حضرت بابا بلھے شاہؒ کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ادھر لاہور میں کھانا کھاتے کھاتے اچانک حضرت عنایتؒ کے صاحبزادے محمد زمان نے اپنے والد محترم سے کہا: ابا جی! آپ نے دیکھا بلھا کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت شاہ عنایتؒ نے بیٹے کی بات سنی تو آپ نے منہ سے بوٹی کی ہڈی نکال کر دور پھینکتے ہوئے کہا: '' اے بلھے تو نے جو کچھ حاصل کیا تھا تجھ سے چھین لیا گیا ہے۔'' اور ہوا بھی یہی حضرت بابا بلھے شاہؒ نے جو کچھ روحانیت کی دولت حاصل کی وہ ان سے جاتی رہی۔ مرشد کا ہاتھ پشت سے اٹھ گیا تو آپ دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگے۔ آخر دھکے کھاتے ایک روز ایسے گھر پہنچے جہاں رہنے والی عورت ایک طوائف تھی۔ آپ نے اس عورت سے کہا کہ میں تمہاری چلم میں تمبا کو بھر دیا کروں گا کوئی تنخواہ نہیں لوں گا۔ اللہ نے چاہا تو میرا معاوضہ ایک دن مجھے خود بخود مل جائے گا۔ وہ عورت اور گھر والے خوش ہوئے کہ ایک خوبصورت نوجوان مفت میں ملازم مل گیا ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے بارہ سال طوائف کے گھر میں گزارے اور بیگار کاٹتے رہے۔ بارہ سال بعد حضرت شاہ عنایتؒ ایک

Marfat.com

دن قصور کے ایک بازار میں سے گزر رہے تھے حسب معمول آپ نے اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ راستے میں آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ مجرا ہو رہا ہے اور وہاں بلھے شاہؒ بھی کھڑے ہیں۔ حضرت بابا بلھے شاہؒ نے بھی مرشد کو آتے ہوئے دیکھ لیا اور طوائف کو ناچنے سے روک دیا اور فرمایا۔ ''تم پرے ہٹ جاؤ' اب میرا معاوضہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔ مجھے ناچ کر اپنے دوست کو راضی کر لینے دو۔'' پھر شاہ عنایتؒ کو دیکھ کر حضرت بابا بلھے شاہؒ اتنا ناچے کہ ناچتے ناچتے آپ کی ہڈیاں چٹخنے لگیں۔ پھر بے ہوش ہو کر گرنے لگے تو شاہ عنایتؒ آگے بڑھے اور آپ کو تھام لیا اور فرمایا: ''کیا تم بلھے ہو؟'' عرض کی ''نہیں سرکار میں بلھا نہیں بھولا ہوا ہوں۔'' یہ سن کر شاہ عنایتؒ کو آپ پر رحم آ گیا اور انہوں نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ کی ولایت بحال کر کے سب کچھ عطا فرما دیا۔ بعد میں حضرت بابا بلھے شاہؒ دنیائے تصوف و ولایت کے بہت بڑے بزرگ ثابت ہوئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ ایک دن صبح کے وقت باغ میں سیر کر رہے تھے۔ درخت پر ایک بلبل نغمہ خوانی کر رہی تھی۔ خواجہ صاحب نے ایک مرید سے پوچھا بلبل کی آواز کس جگہ سے آ رہی ہے اس نے عرض کیا بیر کے درخت پر بلبل بیٹھی ہے شاید یہاں کوئی تازہ غنچہ نظر آیا ہو۔ آپ نے فرمایا عاشق صادق کے لئے ہر جگہ پھول ہی پھول ہوتے ہیں یعنی جب عاشق فنا فی الحبیب ہو جاتا ہے تو وہ ہر جگہ اپنے معشوق کا

Marfat.com

حسن و جمال ہی دیکھتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں ''عشق کی گرمی کی وجہ سے امیر خسرو کی قمیض دل والی جگہ سے جلی رہتی تھی''۔ کسی نے پوچھا کہ اس قسم کا عشق کس طرح ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اشغال و اذکار کی برکت سے نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسے دور ہو جاتے ہیں لیکن دولتِ عشق محض اللہ کی عطا ہے''۔

حضرت سید پیر جماعت علی شاہؒ کو اپنے مرشد بابا فقیر محمدؒ صاحب سے بڑی محبت تھی۔ آپ جب بھی ان سے ملنے چورہ شریف پہنچتے تو اسٹیشن سے خانقاہ تک ننگے پاؤں جاتے اور ننگے پاؤں خانقاہ سے اسٹیشن لوٹتے۔ چورہ شریف میں قیام کے دوران بھی بغیر جوتوں کے پھرتے تھے۔ اسی طرح جب آپ کے مرشد علی پور سیداں آتے تو آپ اسٹیشن سے گھر تک ان کو لینے جاتے اور ان کے پیچھے ننگے پاؤں چلتے۔ ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پکواتے اور جب وہ کھانا کھا رہے ہوتے تو آپ ہاتھ باندھے غلاموں کی طرح کھڑے رہتے۔ بابا فقیر محمد صاحبؒ کے ہمراہ آئے ہوئے درویشوں کی بھی بہت خدمت کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ خود دھلواتے تھے اور ان کے سامنے بیٹھنا بھی گستاخی خیال کرتے تھے۔ اپنے مرشدِ عالم کے وصال کے بعد ان کی اولاد میں سے جب بھی کوئی علی پور سیداں آتا تو آپ ان کے استقبال کے لئے ننگے پاؤں آبادی سے باہر نکل آتے' پھر ان کو سواری پر بٹھاتے اور خود ساتھ

Marfat.com

ساتھ پیدل چلتے تھے۔ پھر گھر آ کر ان کو مسند پر بٹھاتے اور خود ان کے قدموں میں بیٹھ جاتے۔ یہ تو آپ کی امتیازیت اپنے پیر صاحب اور ان کی اولاد کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ اگر چورہ شریف کا کوئی عام آدمی بھی علی پور سیداں آ جاتا تو آپ اس کی بھی ایسی ہی خدمت کرتے جیسے اپنے پیروں کی کرتے تھے اور واپسی پر ان کو مالا مال کر کے بھیجا کرتے۔

محبت ایثارِ محبوب کا نام ہے یعنی اپنے محبوب پر خود کو قربان کر دینا۔ دوست پر اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دینا محبت ہے۔ محبت میں کمترین مقام موافقت ہے۔ اولیائے کرام سے محبت کے ذریعے خدائی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے محبت کے ساتھ صرف طبعی تعلق قائم ہوتا ہے۔

حضرت مادھو لال حسینؒ کو اپنے پیرومرشد حضرت شاہ حسینؒ صاحب سے بڑی محبت تھی۔ لمحہ بھر کی جدائی بھی انہیں شاک گزرتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت نے مادھو کو امتحان و آزمائش میں ڈال دیا۔ آپ نے مادھو کو حکم دیا کہ وہ راجہ مان سنگھ جو اکبری عہد کا امیر تھا کی ملازمت کریں اور اس کے ساتھ دکن کی مہم پر جائیں مادھو کو اگرچہ اپنے مرشد کی مفارقت گوارہ نہ تھی لیکن وہ ارشاد مرشدی سرتابی بھی نہ کر سکتے تھے۔ ناچار دل پر پتھر رکھ کر وہ دکن روانہ ہوئے مہم جوئی میں کامیابی کے بعد راجہ کی ملازمت میں مادھو لال حسینؒ نے تقریباً بارہ سال گزارے اور

Marfat.com

ایک طویل عرصے کے بعد لاہور واپس آئے۔

اللہ والے ہر آنے والے معاملات سے باخبر ہوتے ہیں۔ شاہ حسینؒ جانتے تھے کہ وہ اور مادھو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں محبت بھی ایسی جس میں جدائی برداشت کرنے کا تصور بھی سوہان روح ہے۔ اس کے ساتھ ہی شاہ حسینؒ کو خدا نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ جلد ہی وفات پانے والے ہیں اس لئے انہوں نے سوچا کہ میری وفات کے بعد دائمی جدائی مادھو کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگی۔ ان رموز کو پیشِ نظر رکھ کر انہوں نے مادھو کو راجہ مان سنگھ کی ملازمت اختیار کرنے اور کسی مہم پر جانے کا حکم دیا۔ آپ کی واپسی پر جب آپ کے پیرومرشد حضرت شاہ حسینؒ وفات پا گئے تو ایک لمبی جدائی اور طویل فراق کے عادی ہونے کے باوجود آپ مرشد کی وفات کی خبر سن کر اپنے حواس کھو بیٹھے۔ آپ کا قول ہے ''ایمان محبت کامل کا نام ہے''۔

حضرت طاہر بندگیؒ کو اپنے مرشد حضرت شاہ قلندر قادریؒ سے بے حد لگاؤ تھا۔ ایک دفعہ حضرت لاہور تشریف لائے اور حضرت طاہر بندگیؒ کے مکان پر پہنچے اس وقت آپ بالائی منزل پر تھے۔ مرشد کو دیکھتے ہی بے اختیار چھلانگ لگا کر قدم بوسی کا ارادہ کیا۔ مرشد کو آپ کی قلبی کیفیت معلوم ہوگئی اس لئے فوراً بلند آواز سے فرمایا ''طاہر! حوصلے سے کام لو اور سیڑھی کے ذریعے نیچے آؤ''۔

علامہ اقبالؒ اپنے اشعار میں فرماتے ہیں کہ عاشق لوگ اپنے

Marfat.com

محبوب سے محض لمحہ بھر کی دوری بھی قبول نہیں کرتے لہذا ہر وقت دل کا جھکاؤ اپنے دوست کی طرف رکھنا ہی بہتر ہے۔ بیکار انسان کا ذہن آوارگی کے باعث شیطان کی غلامی میں آجاتا ہے اور وہ اسے ہمیشہ برائی کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ سالک جس حال میں بھی ہو، ہمہ وقت تصورات کی دنیا میں اپنے شیخ کے سامنے رہے کیونکہ محبت کے ساتھ شیخ کی رفاقت (بدنی رفاقت ہو، قلبی رفاقت ہو یا ذہنی رفاقت ہو) میں رہنے سے محبت اور فیضان میں اضافہ ہوتا ہے اور اسی طرح کرنے سے انسان اللہ کے ساتھ قرب میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

فقر کی شان میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسرارِ الٰہی

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔''

اولیائے کرام چونکہ انبیاء کے جانشین ہوتے ہیں اس لئے مرید کو اپنے شیخ سے محبت کا ہونا ضروری ہے۔

سائیں توکل شاہ انبالویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے سلسلے کے بزرگوں

Marfat.com

کے بعد مرید کے دل میں سب سے زیادہ محبت اپنے شیخ کے لئے ہو۔ اگر مرید کی غیر موجودگی میں شیخ اس کا سارا مال اس کے گھر سے لے جائے تو بھی برا نہ محسوس کرے۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کو اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بڑا لگاؤ تھا۔ ان کی شاعری میں بھی اس محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''میرا محبوب اپنی شان و جمال کے ساتھ خراماں چلتا ہے تو زمین سے بھی بسم اللہ کی صدائیں اٹھتی ہیں اور جس جس جگہ پر میرے پیارے کے قدم پڑتے ہیں وہاں کی مٹی اس کے قدموں کو بوسہ دیتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے چاروں طرف حوریں ادب سے کھڑی ہوں''۔

شاہ صاحب عاشق کے کردار کی الفت، محبت جیسے دیئے گئے درد، فراق کی لذت اور دردمندوں سے الفت اور ایسی دیگر کیفیات کو بڑی نفاست اور دلکشی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ محبوب کی باتیں سننا ضروری نہیں ہوتیں بلکہ محبوب کا سکوت ہی سلام اور پیار بھرا اندازِ گفتگو ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ بازار جارہے تھے کہ دیکھا کہ ایک بچہ چیز خرید رہا تھا۔ بچے کو دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیاءؒ پر کیفیت طاری ہوگئی۔ امیر خسرو قریب کھڑے دیکھ کر بھانپ گئے کہ سرکار کی یہ کیفیت بچے کی وجہ سے ہے چنانچہ امیر خسرو نے یہ سوچا کہ کہیں بچے کے جانے کی صورت میں سرکار کہ یہ کیفیت ٹوٹ نہ جائے۔ کپڑے پھاڑ

Marfat.com

کر گریبان چاک کر کے پگڑی اتار کر کمر پر باندھ کر ناچنا شروع کر دیا بلکل یہ نہ سوچا کہ میں درباری ہوں اور میری عزت میں فرق آئے گا۔ کافی دیر تک ناچتے رہے۔ بہت سے لوگ اور وہ بچہ بھی کھڑا رہا۔ آخر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی یہ کیفیت ختم ہوئی اور آپ نے امیر خسرو کو حکم دیا کہ بس کرو آ جاؤ۔

مرید کو مرشد کی ایک ایک چیز حتیٰ کہ کیفیت بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں آدمی جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں قیامت کے روز اٹھے گا۔

تو یہ خیال کرتا ہے کہ عاشق کے دل سے ہرگز تیری محبت نکل جائے گی۔ جب وہ مرے گا تو مبتلا مرے گا اور جب وہ اٹھے گا تو مبتلا اٹھے گا۔

میرے مرنے کے بعد جب تو میری قبر پر گھاس اگا ہوا دیکھے گا تو ہر پتے پر اس جاناں کا نام لکھا ہوا پائے گا جو میری قبر پر اگے گا۔

ایک بہروپیا تھا ہمیشہ نیا بہروپ بنا کر بادشاہ کے روبرو جاتا کہ دھوکہ دے کر انعام لے لیکن بادشاہ کبھی اس کے داؤ میں نہ آتا۔ ناچار ہو کر بہروپیا ایک جوگی کے پاس گیا اور کپالی چڑھانی سیکھی یعنی حبس دم۔ پھر جوگی بن کر اپنے شہر کے سواد میں آن کر ٹھہرا اور ایک مختصر سا گنبد بنایا اور چند چیلے جمع کئے اور حسب معمول جوگیہ حبس دم کر کے بیٹھ گیا۔ گنبد کا دروازہ تیغا کرا دیا اس خیال سے بادشاہ وقت یہ خبر سن کر کہ

Marfat.com

ایک فقیر اتنی مدت سے مکان میں بند ہے یہاں آئے گا اور مکان کھلوائے گا تو پھر زندہ ہو جاؤں گا اور اس سے انعام لوں گا۔ خدا کی قدرت چند روز میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا نہ وہ بادشاہ رہا نہ وہ سلطنت۔ شہر بھی تاراج و برباد ہو گیا۔ جوگی کے چیلے بھی بھاگ گئے اور گنبد ویسا ہی دربند پڑا رہا دو صدی کے بعد جب اس شہر میں پھر رونق اور آبادی ہوئی تو کسی شخص نے اس گنبد کو مسمار کروایا۔ دیکھا کہ ایک آدمی صحیح و سالم مراقب بیٹھا ہے۔ لوگوں کا ہجوم ہو گیا اتنے میں ایک جوگی آ گیا اور اس نے پہچان لیا اور اپنے قاعدہ کے موافق اس کا علاج کیا۔ روح نے بدن میں سرایت کی ہوش وحواس درست ہو گئے اُٹھ بیٹھا اور بولا کہ لاؤ میرا گھوڑا اور جوڑا۔ لوگ متحیر ہوئے کہ الٰہی اس شخص کو یہ ہذیان ہے یا خفقان خدا جانے کیا بکتا ہے۔ اس سے کیفیت دریافت کی تو تمام ماجرا اپنا بیان کیا کہ صرف گھوڑے جوڑے کی غرض سے میں نے یہ عمل فلاں بادشاہ کے عہد میں کیا تھا اب بیدار و ہوشیار ہوا تو وہی خیال رہا کہ بادشاہ نے مجھ کو اُٹھایا ہے۔ غرض یہ کہ جو اعمال و افعال درود و وظائف یا ریاضت و محنت طالب و سالک کرتا ہے اس کا اثر بے شک مرتب ہوتا ہے لیکن جب تک تصفیہ ماسواء اللہ نہیں سب بے سود ہیں کیونکہ ان آثار و اطوار میں بھی وہی سوجھے گا جو دل میں بسا ہوا ہے۔ گناہوں کے خوف زدہ نجات طلب کریں گے اور ثواب کے امیدوار بہشت کا دم بھریں گے۔ غرض جو جس کا خیال ہے وہی رہے گا۔

Marfat.com

عاشق مرد کو کوئی علت نہیں ہوتی نہ تو عاشقوں کا کوئی مذہب ہوتا ہے اور نہ کوئی ملت۔ عشق کا مذہب تمام دینوں سے جدا ہے عاشقوں کا مذہب اور ملت خدا ہے۔

انسان کو جس چیز میں کمال ہوتا ہے اسی میں مرتا ہے چنانچہ وہنتر بید کو سانپ کے پکڑنے میں کمال تھا۔ اس کو سانپ نے کاٹا اور وہ مر گیا اور ارسطو سل کی بیماری میں مرا اور افلاطون فالج میں۔ لقمان سرسام میں اور جالینوس دستون کے مرض میں حالانکہ انہیں بیماریوں کے علاج میں کمال رکھتے تھے اور جس کو جس کی محبت ہوتی ہے اسی کے خیال میں جان دیتا ہے۔ چنانچہ قارون مال کی محبت میں مرا اور مجنوں لیلیٰ کی محبت میں۔ ایسے ہی طالب خدا کو خدا طلبی کی بیماری ہے وہ اسی میں فنا ہو جاتا ہے۔ بیماری سے خالی کوئی نہیں ہر شخص کو کچھ نہ کچھ علت ضرور ہوتی ہے۔

سچی محبت کی علامات:

پرخلوص محبت کی دو علامات ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ مرید کی راحت، مرید کا سکون، مرید کا سکھ چین سب کچھ ذاتِ شیخ میں ہو کہ اسی کی فکر ہو، اسی کے لئے زندہ ہو، اسی پر فریفتہ ہو، اسی سے خوش ہو اور اسی کا غم ہو حتیٰ کہ ظاہر و باطن میں موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کی تمام حرکات و سکنات ذاتِ شیخ اور اس کے

Marfat.com

متعلقات کی خاطر ہوں یہاں تک کہ وہ اپنی ذات کی بھی پرواہ نہ کرے۔

دوسری علامت شیخ کا ادب و تعظیم کرنا ہے یہاں تک کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ شیخ کنویں میں ہے اور مرید پہاڑ کی چوٹی پر تو اس کے دل پر شیخ کی تعظیم کے کثرت غلبہ کی وجہ سے اسے یوں معلوم ہو کہ وہ خود کنویں میں ہے اور شیخ پہاڑ کی چوٹی پر۔

پاک اور خالص محبت کی علامت یہ ہے کہ مرید شیخ کو پرکھنا چھوڑ دے تاکہ مرید کی نگاہ میں شیخ کے تمام افعال و اقوال درست اور ٹھیک ہوں اگر اسے ان افعال و اقوال کی وجہ سمجھ میں نہ آئے ان کا کوئی راز کوئی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اسے اللہ کے سپرد کر دے لیکن ساتھ ہی اسے یقین ہو کہ شیخ جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔

شیخ مرید سے نہ کوئی ظاہری خدمت چاہتا ہے اور نہ روپیہ پیسہ کہ مرید اس پر خرچ کرے اور نہ ہی کوئی بدنی عبادت چاہتا ہے۔ اگر چاہتا ہے تو صرف اتنا کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ اس کا شیخ کامل اور موفق من اللہ ہے۔ اسے معرفت بصیرت اور اللہ کا قرب حاصل ہے اور اس اعتقاد پر خواہ دن گزریں مہینے گزریں' سال پہ سال گزریں قائم رہے۔ اگر مرید میں یہ اعتقاد پایا گیا تو مرید کو اس سے اور ہر قسم کی خدمت سے فائدہ ہوگا اور اگر اس میں یہ اعتقاد نہ ہوگا اور اگر ہو بھی تو پائیدار نہ ہو پس اگر اس میں وسوسے پیدا ہونے لگیں تو مرید نے کچھ بھی

Marfat.com

حاصل نہ کیا۔ اسرارِ خداوندی کا وہی شخص متحمل ہو سکتا ہے جو پختہ عقیدہ کا مالک ہو اور شیخ کے سوا کسی کی بات پر کان نہ لگائے۔

کشف و کرامت کی جستجو:

طالب کو اس جستجو میں نہیں رہنا چاہئے کہ اسے خرقِ عادت اور کشف و کرامت جیسی کیفیتیں حاصل ہو جائیں۔ عام طور پر لوگ پس پردہ چیزوں کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ پیغمبروں پر وہ اس لئے ایمان لاتے ہیں کہ ان کی نبوت کی صداقت کا اندازہ خرقِ عادت سے ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے کراماتِ اولیاء کے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں اگرچہ انہوں نے لوگوں کو اولیاء کی پہچان بتانے کے لئے بہت مفید کام کیا ہے مگر اس سے لوگوں کے ذہنوں میں ایک بہت غلط بات بیٹھ گئی ہے کہ اولیاء کا کام صرف کرامت دکھانا ہوتا ہے ایک شخص دور دراز علاقہ میں کسی ولی کے متعلق سنتا ہے اور اپنے دل میں اس کی ایسی تصویر بنا لیتا ہے جو ان کرامات کے متعلق ہو جنہیں لوگ نقل کرتے ہیں لیکن جب وہ ان سے ملتا ہے اور انہیں اپنی ذہنی تصویر کے متعلق نہیں پاتا تو اسے شک گزرتا ہے کہ آیا یہی ولی ہے یا کوئی اور۔

بعض اولیاء سے لاشعوری طور پر کرامت در کرامت' تصرف در تصرف اور کشف ظاہر ہوتا ہے ایسے اولیاء سے جب کوئی شخص ملتا ہے تو وہ یہ دیکھتا ہے کہ ولی سے جس چیز کا بھی مطالبہ کیا جائے وہ اسے پورا

Marfat.com

کرنے سے عاجز نہیں ہوتا اور اس سے کوئی بھی مخالفِ شرع بات خواہ بظاہر ہی کیوں نہ ہو واقع نہیں ہوتی اس لئے وہ جہالت میں پڑ جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خدا کے بندے خدا نہیں ہوتے
مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے

بے شک ولی اپنے اندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اللہ کی صفات کے سمندر کا عرفان رکھتا ہے اس کے اندر اللہ کے اوصاف کا عکس نظر آتا ہے مگر ذاتِ الٰہی برحق ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ سے فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ تمہارا اس میں کچھ اختیار نہیں کہ خدا انہیں معاف کر دے یا عذاب دے اس لئے کہ وہ ظالم ہیں۔''

پھر ایک جگہ آتا ہے:

ترجمہ: ''آپ ﷺ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے مگر اللہ جسے چاہے ہدایت کرے۔''

آج لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر دیکھیں کہ کسی ولی کی دعا قبول نہیں ہوئی یا دیکھیں کہ اس کا لڑکا کسی اور طریق پر ہے یا متقی نہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ولی نہیں۔ یہ بات ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کہ ظاہر سے کبھی بھی باطن نہیں پہچاننا چاہئے۔ اولیاء کرام اللہ کے منتخب لوگ ہوتے ہیں اللہ جس کا چاہے انتخاب کرے لہذا اس کے لئے ذہن میں کوئی

Marfat.com

ضابطہ مقرر نہیں کرنا چاہئے کہ ولی کو ایسا ہونا چاہئے یا ولی کو ایسا کرنا چاہئے ایسا سوچنے والے جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے رہتے ہیں اور بعض لوگ تو جہالت میں اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ وہ ولایت سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

محض کرامات کے ظہور سے کاملین کی درجہ بندی نہیں کرنی چاہئے تمام اولیاء ہدایت اور حق پر ہوتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہوتی ہے پھر بھی جو شخص مقامات اور احوال میں ان میں فرق پیدا کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ:

> پھول مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور کھجور کے درخت ایک ہی جڑ سے نکلے ہوتے ہیں اور بعض الگ الگ جڑوں سے۔ یہ سراب تو ایک ہی پانی سے ہوتے ہیں مگر ذائقہ میں ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔ ان میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔
>
> (سورہ رعد ۴)

شیخ پر مرید کا اعتقاد ایسا مستحکم ہونا چاہئے کہ کسی کرامت کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ شیخ کرامت دکھانے کا مکمل اختیار رکھتا ہے مگر اس کو ظاہر نہیں کرتا اس لئے کہ وہ شہرت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کرامت دیکھنے سے جو شخص معتقد ہو اس کا اعتقاد کامل نہیں ہوتا۔ پختہ اعتقاد اسی مرید کا ہوتا ہے جو بغیر کرامت کے شیخ پر یقینِ کامل رکھے۔

Marfat.com

اگر مرید اپنے شیخ کی حیات میں یا ان کی وفات کے بعد کسی دوسرے بزرگ سے ملاقات کرے اور ان کے کشف وکرامات دیکھے تو اپنے شیخ سے بدعقیدہ نہ ہو۔ کیا خبر کہ اس کے شیخ زیادہ کشف وکرامات رکھتے ہوں اور اسے ظاہر نہ کریں۔

مرید کو اپنے مرشد سے اصول سلوک سے غیر متعلق علم کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی مرید کو مرشد سے خارق عادت دیکھنے کا منتظر رہنا چاہئے کیونکہ اس میں کئی احتمالات ہیں مثلاً مرشد خارق رکھتا ہو لیکن اس خرق عادت کے ظاہر کرنے کی اسے کو اجازت نہ ہو یا وہ خود نہیں ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ اس سے راز فاش ہو جائے گا اور لوگ اس کا وقت برباد کریں گے، ہر وقت مجمع لگا رہے گا یا مرشد خود امتحان لینا چاہتا ہو کہ اس کے مریدوں کو سچا اعتقاد ہے یا محض وہم اور تخیلی ہے کیونکہ جو لوگ خرق عادت دیکھنے کے بعد معتقد ہوتے ہیں وہ متوہم اور مخیل ہیں۔ ان کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں البتہ جس کو مرشد کے کشف کا یقین ہو معتقد شمار کئے جانے کے لائق ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اصل بزرگ وہ ہے جو مرید کو اللہ سے ملا دے ان لوگوں کی کرامات پر نظر نہ رکھو بلکہ ان سے بندگی کے آداب سیکھنا زیادہ اہم چیز ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دیگ کھانے کی پکائی صلاء عام دیا کہ جس کو جو کھانا مرغوب و مطلوب ہو اس میں سے نکالے اور

Marfat.com

کھائے۔ چنانچہ تمام شہری اور مسافر لوگ ٹوٹ پڑے اور کھانے لگے لیکن دیگ تمام نہ ہوتی تھی اتفاقاً اسی روز ایک مسافر سرائے میں وارد ہوا حضرت نے مرید کو بھیج کر اس کی دعوت کی ہرچند اصرار کیا مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ حضرت خود تشریف لے گئے اور کھانے کی دعوت دی۔ اس نے کہا اچھا میں تو آدمی کا گوشت کھاؤں گا۔ یہ بات سن کر حضرت بایزیدؒ چکرائے اور فرمایا خیر میرا گوشت جہاں سے چاہے کاٹ لو اور نوش کرو۔ مسافر بولا کہ واہ آپ بھی آدمی بن گئے ذرا اپنی جانب غور تو کیجئے۔ انہوں نے بنظر بطون اپنی شکل کو ملاحظہ کیا تو دیکھا بصورت طاؤس ہیں اس وقت مسافر نے کہا ابھی تو خدا خدا کر کے مور کی صورت بنے ہو۔ جب آدمی کی صورت نصیب ہوگی اس وقت دعویٰ کرنا بھلا ابھی سے کس برتے پر مخلوق خدا کو کھانا کھلاتے ہو یہ بات کہہ کر غائب ہوگیا۔ حضرت بایزیدؒ روئے اور فوراً دیگ توڑ پھوڑ کر پھینک دی غرض مردان خدا کے نزدیک کرامت بھی غایت کمال نہیں ہے۔

حضرت محی الدینؒ کا قول ہے کہ الکشف حیض الرجال والکرامت نفاس الرجال یعنی کشف و کرامات مردوں کا حیض و نفاس ہے اس کے معنی لوگوں نے یہ لگائے کہ کشف و کرامات نکمی چیز ہے بلکہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کشف و کرامات اولیاء اللہ سے لازماً سرزد ہوتی ہیں۔ بعض مرتبہ کسی کو تعلیم کرنے کے لئے اولیاء اللہ ارادتاً

Marfat.com

کرامت کا اظہار کرتے ہیں اور بعض دفعہ غیرارادی طور پر کرامات سرزد ہوتی ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے بزرگ اپنی طاقت کا اظہار کرتے ہیں۔ روحانیت میں کشف و کرامات ثانوی چیزیں ہیں اور بزرگ اس کو بھان متی کہتے ہیں۔

حضرت غوث علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے دوست مولوی محبوب علی صاحب جب زیارت بیت اللہ شریف سے مشرف ہوکر واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم بمبئی سے چل کر ایک بستی میں آئے وہاں چند روز رہنے کا اتفاق ہوا شب کو نماز تہجد کے لئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ مؤذن ذکر میں مشغول ہے جب ل کھینچتا ہے تو غائب ہوجاتا ہے اور الا اللہ کہتا ہے تو موجود یہ دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی بعد نماز فجر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب مسجد کے ایک کنچنی کا مکان ہے اور اس کے دروازہ پر ایک فقیر لنگوٹ بند بیٹھا ہے مجھ کو دیکھتے ہی بولا کہ مولوی صاحب آپ کو تو بڑا ہی تعجب ہوا خیر کل ہم بھی تماشا دکھائیں گے دوسرے دن میں بوقت تہجد مسجد میں آیا تو وہ فقیر بھی آ موجود ہوا غسل کیا اور میری چادر باندھ لی پھر نفی اثبات کرنے لگا جب لا کو کھینچتا تو اس وقت میں اور وہ فقیر اور مسجد سب نفی ہوجاتی تھی بلکہ میرا علم بھی مفقود ہوجاتا تھا اسی طرح دس بارہ ضربیں لگائیں پھر لنگوٹ باندھی اور کہا کہ مولوی صاحب اس کو فقیری نہیں کہتے یہ تو ایک شعبدہ ہے فقیری اور ہی

Marfat.com

چیز ہے جو زبان پر نہیں آ سکتی۔

ایک روز کسی شخص نے حکیم محمد حسین پانی پتی سے استفسار کیا کہ تم کو جناب مولوی غوث علی شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے عرصہ گزرا بھلا ان کی کوئی کشف و کرامت بھی دیکھی حکیم صاحب نے کہا کہ نہ اس غرض سے جاتے ہیں اور نہ ہم نے کبھی یہ خیال کیا مگر اس وقت سے یہ خیال ہوگیا کہ حضرت سے ہم نے کوئی بات نہیں دیکھی دوسرے دن جب حسب عادت آئے تو حضرت نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور مزاج پوچھا اس کے بعد اور حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ آج ہمیں ایک نقل یاد آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابوبکر واسطی جو بڑے عالم تھے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال بھر تک ساکت خاموش وہاں کی صحبت کا رنگ ڈھنگ دیکھتے رہے۔ جب کوئی کشف و کرامت حضرت جنیدؒ کی جو پابند شرع تھے نہ دیکھی تو دلبرداشتہ ہوکر حضرت سے رخصت چاہی۔ آپؒ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بھلا مولوی صاحب آپ برس دن تک رہے نہ اپنی کہی نہ ہماری سنی۔ یہ بات ہے تو کیا ہے اس وقت موقع پا کر ابوبکر واسطی نے عرض کیا کہ حقیقت میں بات تو یہ ہے کہ میں بیعت کے ارادہ سے حاضر ہوا تھا سال بھر رہ کر دیکھتا رہا مگر آپ سے کوئی کشف و کرامت ظاہر نہیں ہوئی وہی عالموں کا سا طور و طریق ہے۔ نماز روزہ تہجد و اشراق چاشت درس و تدریس جب آپ میں اور عالموں سے کوئی فوقیت نہیں پائی ناچار

Marfat.com

اجازت چاہی، حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ بھلا اس سال بھر میں جنید سے کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ ﷺ بھی سرزد ہوا ابوبکر نے جواب دیا کہ نہیں اس وقت حضرت نے ہاتھ جھٹک کر فرمایا کہ جا جنید کی یہی کرامت ہے۔ ہاتھ جھٹک کر یہ کہنا تھا کہ ابوبکر نے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لی بعد چھ مہینے کے پھر آئے تو حضرت نے مثل سابق وہی ارشاد فرمایا اور جواب پا کر پھر ہاتھ جھٹکا ابوبکر نے نعرہ مارا اور بیابان کا رستہ لیا۔ غرض جب تیسری دفعہ چھ مہینے کے بعد آئے حضرت نے ہاتھ پکڑ کر وہی ارشاد کیا تو ابوبکر نے کہا کہ میں آپ میں کوئی امر خلاف سنت رسول اللہ نہیں پاتا مگر یہ کہنا تھا کہ حضرت نے چھاتی سے لگا لیا اور اس حاضر جوابی سے خوش ہوکر خرقہ خلافت عطا فرما رخصت کیا۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ میں اس نقل کو سن کر مارے شرم کے پانی پانی ہوگیا اور بہت منفعل ہوا اور پھر بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہیں لایا۔

ذکر و فکر:

ذکر کے لغوی معنی یاد کرنے کے ہیں' تذکرہ کرنے کو بھی ذکر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تذکرہ کرنا کسی کو یاد کرنے کا اظہار ہے۔ انسان جب کسی کا نام لیتا ہے اس کی صفت بیان کرتا ہے تو یہ عمل اس کے ذہنی تعلق مذکور کے ساتھ قائم کرتا ہے۔ یاد کرنا اور زبان سے تذکرہ کرنا ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ اگر ایک شخص کسی سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے تو

Marfat.com

اس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف زبان سے تذکرہ کرتا ہے بلکہ دل پر بھی اسی کا خیال غالب رہتا ہے۔

بعض صوفیاء کرام کے نزدیک جب معاملات قلوب تک پہنچ جاتے ہیں تو اعضاء کو آرام مل جاتا ہے اور مرید اس وقت عمارتِ باطن کی طرف مشغول ہو جاتا ہے اور احوال کو برتنا اور اسرار کی نگہداشت اور انفاس کا شمار اس کا مشغلہ ہو جاتا ہے۔ دین کی تعلیمات کا مدار اللہ کی ذات ہے اور دین کا مدعا یہ ہے کہ آدمی کا قلبی رشتہ اللہ کی ذاتِ اقدس سے قائم ہو جائے اور یہ رشتہ اتنا مستحکم ہو جائے کہ قلب اللہ کی تجلی کا دیدار کرے۔ لہذا تمام اعمال و افعال چاہے وہ جسمانی ہوں یا فکری ان کا رخ اللہ کی طرف موڑ دینا چاہئے۔

مرید کو اس بات سے اچھی طرح ڈرتے رہنا چاہئے کہ وہ اپنی ابتداء کو لوگوں کی تعریف و توصیف سے خراب نہ کرے بلکہ اسے اپنے نفس کی معرفت کی جانب رجوع کرنا چاہئے۔ مرید کے لئے واجب ہے کہ اس کا ظاہر اوراد سے خالی نہ رہے اور اس کا باطن ارادت (شوق و محبت) سے، یہاں تک کہ اس پر واردات (تجلیات) کا نزول ہونے لگے۔ اس وقت اسے واردات کے ساتھ وابستہ رہنا چاہئے نہ کہ اوراد سے۔ بعض مشائخ نے ایک شخص کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو اس سے پوچھا کہ اس سے تم کیا کرتے ہو تو اس نے کہا کہ میں تسبیحات کو اس سے گنتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ اپنی برائیوں کو گنو۔

Marfat.com

مرید کے لئے ضروری ہے کہ شیخ اسے ذکر وفکر کی جو ہدایات دیں انہیں پورا کرے اور شیخ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اعمال اذکار یا وظائف نہ کرے۔ بہتر ہے کہ شیخ سے اس کی اجازت طلب کر لی جائے تاکہ شیخ اس کی سکت اور ضرورت کے مطابق اسے پڑھنے کو بتائے۔

بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ حرکات قلب کا عمل حرکتِ اعضاء کے عمل سے زیادہ اشرف ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابو بکرؓ کے ایمان کو تمام دنیا کے لوگوں کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلڑا بھاری رہے گا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو نماز اور روزوں کی کثرت کی وجہ سے فوقیت نہیں ہے بلکہ ایک ایسی چیز کی وجہ سے ہے جو اُن کے دل میں گھر کی ہوئی ہے چنانچہ اس کا ظہور اس وقت ہوا جب کہ آپ ﷺ نے وفات پائی اور جو بات حضرت ابو بکرؓ سے ظاہر ہوئی وہ دوسروں سے ظاہر نہ ہوئی وہ اس موقع پر منبر پہ چڑھے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

''جو لوگ تم میں سے حضرت محمد ﷺ کی پرستش کرتے تھے وہ سن لیں کہ حضرت محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو لوگ حضرت محمد ﷺ کے خدا کی پرستش کرتے تھے وہ جان لیں کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔

Marfat.com

خلوصِ نیت اور یقین کامل:

مرید کو یہ جاننا واجب ہے کہ اس کے لئے کوئی مقام اور حال اور عبادت مفید نہیں ہوسکتی اگر وہ اخلاص کے ساتھ نہ ہو۔

جب مرید کو یقین کی کیفیت حاصل ہو جاتی ہے تو شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا شیطان اس وقت تک قریب آ تا ہے جب شک اور بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں پھرتا ہے لہذا جب وہ دیکھتا ہے کہ یقین چلا گیا تو وہ وسوسے ڈالنے شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کے ہاتھ سے نیکی نکل جاتی ہے۔ یقین کی مثال شہر کی مضبوط فصیل کی ہے چنانچہ جب تک شہر کی فصیل موجود ہے دشمن کو اس کے اندر داخل ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ لیکن جب اس میں دراڑیں پڑ جائیں تو دشمن فوراً اندر آ جاتا ہے لہذا سالک کو چاہئے کہ اپنی ذات کی فصیل کو مضبوط بنائے۔

اولیائے کرام جن کی ذات عرفانِ الٰہی سے سرشار ہو کا کسی بھی مذہب پر پابند رہنا ضروری نہیں۔ ان کے نزدیک تمام مجتہدین کے مذاہب ایک جیسے ہوتے ہیں اور وہ اپنی وسعتِ نظر کے باعث ان میں کوئی فرق نہیں پاتے اس لئے کہ ان کی نظر میں وہ سرچشمہ ہوتا ہے جس سے تمام مجتہدین نے فیض حاصل کیا لہذا کسی اہلِ حق کو ایک خاص مذہب کا مقید نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تمام مذاہب تو ان کے باطن میں پائے جاتے ہیں۔ بعض اوقات مرید کے دل میں یہ بات آ جاتی ہے کہ شیخ نے

Marfat.com

فلاں بات مذہب کے خلاف کی اگر ایسی بات ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرشد شریعت کو ٹھیک طریقے سے سمجھ نہیں سکا۔ مرید ایسی بات صرف کم علمی اور جہالت کے باعث کرتا ہے ایسے شخص کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی جہالت کو دور کرنے کی طرف توجہ دے اور اپنے باطل اعتقاد کو دور کرنے میں مشغول ہو۔

طالب اگر شیخ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے شیخ پر واضح یقین اور پختہ اعتقاد ہو۔ اس اعتقاد سے اسے اپنے اصل مقصد میں فائدہ حاصل ہو گا' اللہ کے حضور اسے قبولیت حاصل ہو گی اور جو کچھ وہ شیخ کی خدمت انجام دے رہا ہے اس سے فائدہ پائے گا۔ جو لوگ اولیائے کرام کے پاس جاتے ہیں اولیاء ان کی نیتوں کے مطابق رنگ بدلتے رہتے ہیں چنانچہ جس طالب کی نیت خلوص اور یقین پر قائم ہو وہ ولی کو عین کمال میں دیکھے گا اور جس کی نیت شک اور وسوسوں پر قائم ہو گی اس کا حال اس کے برعکس ہو گا۔ درحقیقت ہر شخص کو وہی نظر آتا ہے جو اس کے اپنے باطن میں ہو۔ ولی کی مثال ایک آئینہ کی ہے جس میں اچھی اور بری سب صورتیں دکھائی دیتی ہیں لہذا جس شخص کو ولی کا کمال اور اللہ کی طرف رہنمائی دکھائی دے اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور جسے کچھ اور دکھائی دے اسے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جب ارادہ فرماتے ہیں کہ فلاں لوگ بدبخت ہوں اور وہ ولی سے فائدہ حاصل نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ انہیں جس برائی اور مخالفت میں

Marfat.com

وہ پڑے ہوئے ہوں پختہ کر دیتا ہے لہذا وہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ ولی بھی انہی کی طرح کا آدمی ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ ولی کے متعلق شک اور وسوسوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ولی اپنے پاس آنے والے لوگوں کے ظاہر پر نہیں جاتا بلکہ وہ ان کے باطن کو دیکھتا ہے۔ ان لوگوں کا باطن ولی کے لئے کھلی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے ولی کے نزدیک ان کا باطن کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اولیاء کرام کے پاس آنے والے چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ظاہر اور باطن میں ولی پر کامل اعتقاد رکھتے ہیں یہ سب سے زیادہ خوش بخت ہوتے ہیں دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کا ظاہر و باطن ولی پر تنقید کے لحاظ سے ایک جیسا ہوتا ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو ظاہر میں تو معتقد ہوتے ہیں مگر باطن میں معترض' یہ لوگ ولی کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں اس لئے کہ جب ولی ان کے ظاہر کو دیکھ کر انہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو ان کا باطن انہیں اس بات سے روک دیتا ہے اور اگر ان کے باطن کو دیکھ کر ان سے دور رہنا چاہے تو ظاہر ان کی طرف راغب کرتا ہے۔ چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو باطن میں تو معتقد ہوتے ہیں مگر ظاہر میں معترض۔ ان کا سبب محض حسد ہوتا ہے۔ ولی جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے اسی طرح باطن کا حال بھی خوب جانتا ہے۔

ولی کامل ہر لمحہ مشاہدہ حق میں مستغرق رہتا ہے مگر ان کا ظاہر

Marfat.com

مخلوقات کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو آنے والے کی قسمت کے مطابق ان کی طرف لگا دیتا ہے چنانچہ جس کی قسمت میں رحمت لکھی ہو اللہ تعالیٰ ولی کے ظاہر کو اس کے لئے چھوڑ دیتا ہے اور اسکی زبان سے علوم نکلنے لگتے ہیں اور اس سے وہ نیکیاں ظہور میں آتی ہیں جن کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی اور جس کی قسمت میں اسکے ہاتھوں ملنا نہیں لکھا ہوتا تو خدا ولی کو مصارف بیان کرنے سے روک لیتا ہے۔ ولی کی مثال آنے والوں کے لئے بنی اسرائیل کے پتھر کی طرح ہے جب وہ پتھر اولیاء اللہ کے سامنے ہوا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور دشمنوں کے سامنے آیا تو اس سے ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ جو کوئی شخص ولی کو کوئی ایسا کام کرتے دیکھے جس کام کے مرتکب ہونے کی وجہ اسے معلوم نہیں ہوتی تو وہ فوراً ولی پر اعتراض کرنا شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس ولی کی برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔

اولیاء اللہ پر ہر وقت غیب اور محویت کا عالم طاری ہوتا ہے لہذا اگر انہیں ہنسنے یا بیہودہ باتیں کرتے دیکھے تو ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر شیخ کی نسبت خواب میں کوئی غیر شرع بات دیکھو تو بد اعتقاد نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ اپنے دوستوں سے مختلف قسم کے معاملات رکھتا ہے جس طرح دنیاوی دوست اپنے دوست کو سخت و نرم الفاظ کہتا ہے مگر پھر اس کے برابر کسی اور سے تعلق نہیں رکھتا۔

جو لوگ اپنے مال و دولت کے ذریعے سے خدا کی راہ حاصل

Marfat.com

کرنا چاہتے ہیں انہیں راہ نہیں ملتی۔ اولیاء اللہ' اللہ کا نام نہیں بیچتے۔ ہاں اگر ذوق و شوق ہو طلب اور لگن سچی ہو تو بزرگ بھی بندہ کی ذہنی سکت کے مطابق تعلیم ضرور کرتے ہیں۔ اگر طلب اور لگن نہ ہو اور بندہ چاہے کہ دولت خرچ کرنے سے سب کچھ مل جائے تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

کسی مقام میں ایک درخت پیپل کا تھا اکثر لوگ اس کی پرستش کیا کرتے تھے ایک مردِ متقی کو برا معلوم ہوا۔ رات کے وقت کلہاڑا لے کر کاٹنے کو چل پڑا اس نے ایک دو ہاتھ مارے تھے کہ ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور کہا کہ تو یہ خیال چھوڑ دے اور ایک اشرفی روز لے لیا کر۔ وہ متقی دامِ طمع میں پھنس گیا اور ایک اشرفی گرہ میں باندھ کر وہاں سے چل دیا۔ دوسرے دن اشرفی لینے آیا تو وہاں کچھ نہ پایا پھر کلہاڑا سنبھالا اور کاٹنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ خبردار تیری گردن توڑ دی جائے گی اگر پتہ بھی توڑا۔ پوچھا کیوں کہا کہ جب تو پہلے آیا تو تیری نیت خالصتاً اللہ تھی اور اب اشرفی کے لالچ سے تو نے یہ ارادہ کیا ہے جا اپنی راہ لے۔

سالک راہ رو کو کہتے ہیں اور سلوک یہ ہے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے بزرگوں کی تعلیم و تلقین سے آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے جیسے راہ رو چلتا چلتا اپنی منزلِ مقصود کو پہنچتا ہے بعض طالب جو اس امر کے خواہاں رہتے ہیں کہ دفعتاً مل جائے یہ بات ہر شخص کے لئے نہیں ہوسکتی لاکھوں کروڑوں میں خدا نے کسی ایک کے لئے یہ بات مقرر کر دی تو ہوئی

Marfat.com

ورنہ سالک کا یہی کام ہے کہ بزرگوں سے جو کچھ ان کو پہنچا ہے طالب کو بتلا دیا خدا کو جب کسی پر رحمت منظور ہوتی ہے تو جس طور سے چاہتا ہے کر دیتا ہے چنانچہ ایک شخص تھا اس کے خیال میں یہ سمائی کہ ایسے پیر کا مرید ہوں گا جو ذات کا شریف، صورت کا اچھا، عالم باعمل و صاحب کمال ہو اور جملہ اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو پس ایسے شخص کا ملنا دشوار تھا کافی مدت تک تلاش میں رہا جب کوئی نہ ملا تو ایک دن ناچار دل میں ٹھانی کہ آج صبح کو جو راہ میں مل جائے اسی کو پیر بنانا چاہیئے۔ اتفاقاً ایک چور ملا اس نے ارادت ظاہر کی اس نے کہا بھائی میں تو نہ پیری سے واقف نہ مریدی سے آگاہ۔ جتنا اس کو انکار تھا اتنا اس کو اصرار تھا غرض یہ بے پیر ایسا دامن گیر ہوا کہ چور غریب کو پیچھا چھڑوانا مشکل ہو گیا دیکھا کہ کسی طرح سے باز نہیں آتا تو کہا کہ فلاں پہاڑ پر جا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ جب دوسری رکعت کے سجدہ کی نوبت آئے تو جب تک تجھ کو الہام نہ ہو سر نہ اٹھانا اس نے ایسا ہی کیا آخر بحکم خداوندی خضرؑ آئے اور کہا سر اٹھا پوچھا کون ہے جواب دیا کہ میں خضر ہوں اور تیری تعلیم کے لئے آیا ہوں تو نے جس کو پیر بنایا وہ تو ایک چور تھا۔ طالب نے جواب دیا کہ حضرت پہلے تو آپ کبھی تشریف نہ لائے جب وہ چور پیر ملا تو آپ بھی ملے ہیں آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا تب خضر کو جناب باری سے حکم ہوا کہ جاؤ اول اس چور کو تعلیم کرو۔ خضر جا پہنچے اور اس کو سرکاری سبق پڑھا دیا۔

Marfat.com

تب اس پیر کو خیال آیا کہ ایک شخص ہمارا مرید تھا دیکھیں اسکا کیا حال ہے آئے اور اس کو تعلیم دی۔ اگر مرید میں خلوصِ نیت اور کامل یقین نہ ہوتا تو اس درجہ تک نہ پہنچتا۔

خودسپردگی: (بلاچوں چراعمل)

بیعت کے بعد مرید پر لازم ہے کہ وہ شیخ کی کسی بات پر بھی چوں چرا نہ کرے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو پیرومرشد کے سپرد نہ کرے گا کچھ حاصل نہ کر پائے گا۔ یاد رکھیں کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ خود سپردگی کے لئے ضروری ہے کہ مرید اپنی عبادات و عادات میں شیخ کی اتباع کرے اور اپنی مرادوں کو شیخ کی مرادوں کے تابع کر دے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس طرح شیخ کے سپرد کر دے جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔

ایک شخص عرب کا باشندہ تھا اور صالحین سے ملنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا تا کہ کسی فردِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اس تلاش و جستجو میں مصر میں ان کی ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک امانت دے کر فرمایا کہ جو شخص تم سے یہ امانت مانگے بس اس شخص سے تمہارا مطلب حاصل ہو گا۔ چنانچہ جتنے صالحین کو وہ جانتا تھا ایک ایک کر کے سب کے پاس گیا۔ بالآخر اپنے شہر میں آ کر گھر پہنچ گیا۔ کچھ دن گذرنے کے بعد اس کا پڑوسی اسے ملا اور کہا کہ فلاں شخص نے جو امانت

Marfat.com

مصر میں تجھے دی تھی وہ کہاں ہے؟ اُس وقت اسے معلوم ہوا کہ اس کا ہمسایہ ہی صاحب وقت ہے اس لئے ان کے پاؤں گر پڑا اور ان سے بیعت کی درخواست کی۔ شیخ نے کہا کہ ابھی تم میں طاقت نہیں ہے۔ اس کے اصرار پر شیخ نے کہا کہ اگر تم اس کے اہل ہو تو ایک چھوٹی سی شرط پوری کر دو وہ یہ کہ تم اپنی لمبی داڑھی کو منڈوا ڈالو۔ اس نے کہا' حضرت بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے اسی کی وجہ سے تو لوگ مجھ سے ڈرتے اور میری تعظیم کرتے ہیں لہذا میں یہ نہیں کر سکتا۔ شیخ کے مرنے پر جب اس نے دیکھا کہ میں کس قدر بڑی چیز کھو بیٹھا ہوں تو اسے ندامت ہوئی اور کہنے لگا اگر جیسے مجھے آج عقل آئی ہے اسی طرح شیخ کی زندگی میں آتی تو جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس پر عمل کرتا بلکہ اس سے بھی زیادہ کرتا۔

طالب کو چاہئے کہ شیخ جو کچھ حکم دے اسے بجا لائے۔ اگر اُس سے اس بارے میں کوتاہی ہو تو شیخ کو اس سے آگاہ کردے تاکہ وہ اس سلسلہ میں شاگرد کے حق میں توفیق عمل کی دعا فرمائیں۔

کہا جاتا ہے کہ المرید لا یرید یعنی مرید وہ ہے جو خود کچھ نہیں چاہتا ایسا طالب خدا کی رضا کو اپنی رضا سمجھتا ہے اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرتا ہے۔

طریقت میں پہلے عمل ہوتا ہے پھر علم ملتا ہے اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آج کا دن کام کرنے کا دن ہے۔ کام کے وقت میں اجر

Marfat.com

کے انتظار میں بیٹھنا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدمات کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ رہیں۔ اگر لذت ملے تو نعمت ہے اگر نہ ملے تو بندگی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بندگی سے مقصود نفس کی معرفت اور خواہشات کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت۔ جو لذت اور راحت بندگی سے ملتی ہے اس میں نفس اور خواہش کو ہرگز کوئی فعل نہیں ہوتا۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب کوئی بچہ کسی اسکول میں داخل ہوتا ہے تو وہ استاد کے کہنے پر الف ب پڑھنا شروع کر دیتا ہے' یہ جانے بغیر کہ الف کیا ہے ب کیا ہے الف ب کیوں نہیں یا ب الف کیوں نہیں' اس کے شعور میں ایک بار بھی یہ سوال نہیں اٹھتے۔ استاد جو کہتا ہے وہ مانتا ہے گویا استاد کے حکم کی تعمیل ہی اسے علم کی منازل طے کراتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص جب کسی مرشدِ کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلیتا ہے تو دنیاوی طور پر چاہے اس نے Phd ہی کیوں نہ کی ہو اس کی حیثیت روحانیت میں ایک بچہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

روحانی استاد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد کی ذہنی صلاحیتوں اور شعوری سکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو قدم بقدم چلاتا ہے۔ مرید کی انا، خاندانی طرزِ فکر، شعوری واردات و کیفیات، ماحول سے ملی پابندیاں روایتی ربط و ضبط وغیرہ رکاوٹ بنتے ہیں۔ جب تک

Marfat.com

راستے کی ان رکاوٹوں کو دور کر کے ایک شخص تین سالہ بچے کا ذہن حاصل نہیں کر لیتا جو کہ بلاچوں چرا الف کو الف اور ب کو ب بولتا ہے تب تک وہ روحانیت کی سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتا۔ اس لئے مراد کا ہر حکم متقاضی ہے کہ اس کو بلا حیل و حجت تسلیم کر لیا جائے۔ اگر اس کے بتائے ہوئے احکامات پر شعوری دلائل کو اہمیت دی جائے گی تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا، ذہنی صلاحیت بھی ضائع ہو گی اور ذہن آگے کے سفر پر ہرگز تیار نہ ہو گا۔ اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت کے ایک خاص مرید تھے، انہیں جب بھی موقع ملتا درخواست کرتے ''حضور! بہت سے لوگوں نے آپ سے فیض پایا ہے لیکن صاحبزادے (شیخ کے بیٹے) ابھی تک محروم ہیں۔۔۔انہیں بھی نواز دیجئے۔''

وہ ایک عرصے سے درخواست کرتے رہے لیکن شیخ ان کی بات کو ٹالتے رہے ایک روز انہوں نے ایسے وقت درخواست کی جب شیخ عالم استغراق میں تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شیخ راضی نظر آتے ہیں تو دوڑ کر صاحبزادے کو بلایا اور کہا '' خاموشی سے بیٹھ کر ابا جی کے پیر دباؤ۔''

بیٹے نے ایک طرف بیٹھ کر پیر دبانا شروع کیے۔ اس دوران حضرت شیخ نے اپنا ایک پیر ان کے سینے پر پھیرنا شروع کر دیا۔

Marfat.com

صاحبزادے کسمسائے اور کہا ابا جی! اس سینے میں علم شریعت ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا بیٹے! اسی کو مٹا رہا ہوں اور مسلسل اپنا پیران کے سینے پر پھیرتے رہے۔ صاحبزادے نے دوبارہ عرض کیا ابا جی! اس میں قرآن ہے (وہ حافظِ قرآن بھی تھے)۔ حضرت شیخؒ نے کہا ''ہاں بیٹے! اس کو بھی مٹا رہا ہوں۔''

مولانا روم لکھتے ہیں:

گفتگو کو چھوڑ اور عمل کرنے والا بن، ایک کامل مرد (پیر کامل) کے سامنے بے وقعت ہو جا۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے جگنو سے پوچھا ''تم صرف رات کو چمکتے ہو دن کو کیوں نہیں چمکتے؟''

اس پر جگنو نے جواب دیا ''میں تو دن رات چمکتا ہوں مگر سورج کی روشنی کی وجہ سے دن میں نظر نہیں آتا۔''

یہ حال تمام عالم کا ہے کہ خدا کی ہستی کے مقام میں ان کا وجود اہلِ خانہ کو نظر نہیں آتا۔ بعض جگہ تو وحدت الوجود اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور چیز سرے سے موجود ہی نہیں۔ آگے چل کر آپ نے فرمایا ہے کہ یہ دنیا ظاہری طور پر دھوئیں کی مانند ہے جس کا وجود آگ کی وجہ سے ہے، خود اس کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ عام حقیقت کا کھوج لگانے اور وحدت کو سمجھنے کے لئے عقل اور ایل وقال سے دست بردار ہونے کی ضرورت ہے۔ چوں وچرا کو ترک کر کے اور خود سے بے

Marfat.com

خود ہو کر ہی انسان حقیقت کا جلوہ دیکھ سکتا ہے۔ قیل و قال عقل کے موافق ہوتی ہے لیکن حقیقت عقل سے بالا ہے۔

مولانا رومؒ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دو باز ہیں جو کہ ایک بلند پہاڑی پر موجود ایک مقام پر پہنچنا چاہتے ہیں ان دونوں کے پاؤں ایک رسی سے بندھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ دونوں اپنی اپنی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح منزل پر پہنچ جائیں تو وہ دونوں اپنے پر ایک دوسرے سے الجھنے کی صورت میں زمین پر گر پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح سے وہ اپنی الگ الگ جتنی چاہیں کوشش کرلیں وہ منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔ ایک باز کے ذہن میں ترکیب آتی ہے وہ دوسرے باز سے کہتا ہے کہ تو میرے پاؤں سے بے جان ہو کر مردے کی طرح لپٹ جا میں اکیلا اڑوں گا تو اس طرح تو بھی آسانی سے مقصد حاصل کرلے گا۔ دوسرا باز اس کی حکمت بھری بات کو مان کر بے جان ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے دونوں اپنی منزل پر کامیابی سے پہنچ جاتے ہیں۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ دونوں باز مرید اور مرشد کی طرح ہیں۔ اگر مرشد اپنی کوشش کرے اور مرید الگ سے کوشش شروع کردے تو مرید تو اپنا وقت ضائع کرتا ہی ہے مرشد کو بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا روحانی طالبِ علم کو چاہیئے کہ وہ اپنی ذات کو مرشد کی ذات کے سپرد کردے جہاں مرشد چاہے گا مرید کو لے جائے گا۔

Marfat.com

بعض شیوخ نے کہا کہ جو اپنے شیوخ کے احکام و تادیب سے متادب (تربیت یافتہ) نہ ہو تو وہ کتاب و سنت سے بھی متادب نہیں ہوسکتا۔ سچے مرید کی علامت یہ ہے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کرے نہ کہ مرشد سے دلیل محبت طلب کرے اور طبیب کے معالجہ پر صبر کو ترک کردے۔

ایک گرو تھا اور ایک چیلہ، شہر بیداد نگری میں پہنچے وہاں تمام اشیاء خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا۔ گرو نے چیلہ سے کہا کہ میاں یہاں سے بھاگو کیونکہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں۔ چیلہ بولا حضور یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں بڑے چین سے زندگی بسر ہوگی۔ گرو نے کہا خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے۔

چیلے کو جو ٹکے سیر حلوہ پوری ملا چند روز میں کھا پی کے خوب موٹا تازہ ہوگیا۔ اتفاق سے اس شہر میں ایک مجرم بجرم قتل ماخوذ ہوا۔ راجہ نے حکم دیا کہ اس کو سولی دے دو۔ وزیر بولا کہ مہاراج یہ تو دبلا ہے راجہ نے بھی ملاحظہ کیا اور کہا کہ فی الحقیقت یہ بہت ضعیف اور ناتواں ہے۔ اچھا کسی اور موٹے تازہ آدمی کو پکڑ لاؤ اور اس کے عوض میں سولی چڑھا دو چونکہ چیلہ ان دنوں خوب ہٹا کٹا اور چکنا چپڑا بنا ہوا تھا۔ راجہ کے سپاہی گرفتار کر کے لے گئے۔ راجہ نے بھی پسند کیا اور کہا ہاں یہ شخص پھانسی کے قابل ہے چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے راجہ نے کہا کہ قصور تو کچھ بھی نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے اس

Marfat.com

وقت گرو پہنچے اور چیلے سے آہستہ کہا کہ اور کھاؤ ٹکے سیر کا جلوہ پوری، تجھ سے کہا نہ تھا کہ یہ شہر بیدادنگری ہے یہاں سے بھاگ تو نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگت۔ چیلہ نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے آئندہ کبھی خلاف مرضی نہ کروں گا۔

گرو نے فرمایا کہ خیر اب میں کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو تو کہنا کہ نہیں پہلے مجھ کو دو۔ دونوں نے یہ مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے ظاہر کیا راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں یہ کیا بات ہے کہ تم اس کی تمنا کرتے ہو۔ گرو جی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا سیدھا بیکنٹھ کو چلا جاوے گا۔ راجہ نے یہ سن کر کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پہلے ہم کو ہی پھانسی دے دو چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور وہ دونوں بھاگ نکلے۔ غرض کہ حفظ مراتب کا چھوڑنا اور نفسی خواہشوں کو تروتازہ کرنا موجب ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ مرشد کامل کی ہدایت ورہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہئے۔

اس واقعہ میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو کچھ مرشد کامل بتلا دے اس پر عمل کرے۔ اگر مرشد کسی امر سے منع فرمائے تو وہ نہ کرے ورنہ نقصان ہوتا ہے۔ جو مرشد کہے وہ بات مانے۔ اگر آدمی مرشد کا کہنا نہیں مانتا تو آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کی

Marfat.com

خدمت میں دو شخص با ارادہ بیعت حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک سے آپؒ نے فرمایا کہ کہو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه شِبْلِیُ رَسُوْلَ اللّٰہِ اس نے کہا اجی لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِااللّٰه آپؒ نے بھی یہی کلمہ پڑھا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ نے لاحول کیوں پڑھی آپ نے استفسار کیا کہ تم نے کیوں پڑھی۔ بولا کہ میں نے تو اس واسطے پڑھی کہ ایسے بے شرع کے پاس مرید ہونے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو اس واسطے پڑھی کہ ایسے جاہل کے سامنے راز کی بات کہہ دی۔

اس کے بعد دوسرے شخص کو بلایا اور فرمایا کہ کہو لَا اِلٰـــــهَ اِلَّا اللّٰه شِبْلِـیُ رَسُوْلَ اَللّٰه اس نے جواب دیا کہ حضرت میں تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کر آیا تھا آپ نے تو رسالت پر ہی قناعت کی۔ آپؒ نے ہنس کر فرمایا اچھا تم کو تعلیم کریں گے۔ پس ہر شخص کا فہم و حوصلہ جدا ہوتا ہے ورنہ بات ایک ہی تھی جو ایک کے دل میں نہ سمائی اور انکار پیدا کیا دوسرے کا حوصلہ اس بات سے بھی اعلیٰ تھا۔ حضرت شبلیؒ کا مطلب یہ نہ تھا جو شخص ظاہرین نے سمجھا۔ بات یہ تھی کہ جو شخص تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کرتا ہے، طالب کے لئے وہی رسول ہے اور رسالت الٰہی کا کام انجام دیتا ہے۔

خواجہ محبوب عالم قدس سرہ اپنی کتاب محبوب السلوک میں لکھتے ہیں کہ ''جو شخص چاہے کہ پیشوا مجھ سے راضی ہوں اس کو واجب ہے کہ اپنے تمام ارادے اپنی تمام امیدیں اور آرزوئیں تمام خواہشیں ایک

Marfat.com

اسی کی ذات میں فانی کردے اور آپ مثل مردے کے جو غسائل کے ہاتھ میں ہوتا ہے اسی ایک ذاتِ مرشد کے ہاتھ میں ہوجائے۔ اس عمل سے وہ بہت جلدی راضی ہوجائیں گے اور جب وہ راضی ہوگئے تو خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ بھی اس سے راضی ہوگئے۔ ایک کا مقبول تمام جہان کے مقبول ہوجانے کا یہ طریقہ ہے۔ ایک کا مردود تمام جہان کا مردود ان کی نافرمانی اور ان سے کینہ و عداوت رکھنے کے طفیل ہوتا ہے۔

چوں تو کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا آمد و ہم ذاتِ رسول

ترجمہ: کرلیا جب دل سے مرشد کو قبول آ گیا اللہ بھی اور اس کا رسول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ''میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں اس کے گمان کے موافق''۔

مرید کیلئے لازم ہے کہ راہِ سلوک میں پیر و مرشد کی ذات کے ساتھ ہمیشہ و ہردم نیک گمان رکھے اور اپنی عقل اور ناقص سمجھ کے موافق اس کی ذات کے ساتھ غلط گمان نہ قائم کرے۔

شیخ اگر کوئی ایسا کام کہہ دے جو ذہن قبول نہ کرتا ہو تو اس کے کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ شیخ ان علوم سے واقف ہے جس کو سالک نہیں جانتا۔ راہِ سلوک میں طالب حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کے

Marfat.com

واقعے کو ہر وقت ذہن میں رکھتے ہیں۔ حضرت خضر نے ایک بچے کو مار ڈالا اس سے بڑھ کر بڑا گناہ اور کیا ہوگا مگر آپ کے الفاظ:

وما فعلتہ عن امری (میں نے یہ کام نہیں کیا)

بتاتا ہے کہ کیا معاملات ہوتے ہیں اور شیخ کیا کرتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ خضرؑ کا کہنا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ خدا کی مرضی سے کیا۔

مرشد کامل راہ حق کی رہبری میں استادی اور مہارت کاملہ رکھتا ہے وہ طویل اور مختصر راستے سے واقف ہوتا ہے۔ منزل کو خوب جانتا اور پہچانتا ہے زندگی کی اونچ نیچ، دکھوں، مصیبتوں، پریشانیوں، تکلیفوں میں سے وہ راستہ نکال لیتا ہے جہاں سو سال میں بھی سالک خود نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے وہ جو کچھ حکم دیں تو اس کی بجا آوری ضروری ہے۔ اگر وہ کوئی ایسا حکم دیں جو بظاہر اس سے متعلق معلوم ہو تو اس کو اپنے بارے میں عظیم رحمت سمجھے اور ہمیشہ اس پر کاربند رہے۔ مرشد کے حکم سے جو روگردانی کرتا ہے وہ نیک بخت نہیں مرشد چونکہ اللہ کا سفیر اور اس کے خزانے کا امین ہوتا ہے اس لئے بیعت کے بعد سالک کو جو کچھ بھی ملتا ہے انہی کے ہاتھ سے ملتا ہے۔

سید غوث علی شاہ صاحب تذکرہ غوثیہ میں لکھتے ہیں سید احمد حسن عرف سید احمد علی اپنا وطن چھوڑ کر موضع جھٹلی جا کر آباد ہو گئے۔ ایک دن گاؤں کے آدمی مجتمع ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور بیان کیا کہ

Marfat.com

حضرت ہمارے گاؤں کو گنگا کاٹتی چلی آتی ہے اگر یہی حال رہا تو ہماری بستی دریا برد ہو جائے گی ایسی ہمت فرمایئے کہ دریا ہٹ جائے فرمایا کہ تم سب لوگ پھاوڑے اور کدال لے کر آ جاؤ۔ وہ آ گئے تو آپ نے بھی کدال سنبھالا اور سب کو حکم دیا کہ کڑاڑہ کو کاٹ کر دریا میں ڈالو کہ دریا ہٹ جائے۔ وہ نادان اس رمز کو کیا سمجھتے بولے کہ صاحب اس میں تو اور ہمارا ہی نقصان ہے فرمایا کہ بھائی ہم نے اسی طرح دریا ہٹتے سنے ہیں۔ لوگوں نے کہا ارے چلو بھئی یہ تو خبطی سا معلوم ہوتا ہے وہ تو چل دیئے اور آپ بذات واحد دن بھر مٹی کاٹ کر دریا میں ڈالتے رہے۔ شام کو گھر میں تشریف لائے۔ صبح کو لوگوں نے جا کر دیکھا تو دریا تین کوس پرے ہٹ گیا تھا۔ سب متعجب ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا بھید تھا فرمایا کہ میاں جدھر رب اُدھر سب بھلا اس کی مرضی کے خلاف ہم کیا کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو کڑاڑہ کا گرانا منظور تھا ہم بھی گرانے لگے جب ہم نے خدا کی مرضی پر کام کیا تو خدا نے ہمارا مدعا پورا کر دیا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کے ایک مرید نے بے حاصلی کا گلہ کیا آپ نے فرمایا جو کچھ پڑھتے ہو سب چھوڑ دو۔ اس نے سب درود وظائف ترک کئے لیکن عشاء کی نماز کے صرف چار فرض پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ گھبراؤ مت اور اپنے پیر قطاع الطریق سے کہہ دو کہ تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو یا ہدایت۔ صبح

Marfat.com

دم کیفیت معاملہ حضرت ذوالنونؒ سے گزارش کی بولے کہ شاید تم نے فرض پڑھے تھے ارے کمبخت اگر فرض بھی نہ پڑھتا تو خود سرکار تشریف لاتے خیر اب ہم کچھ نہیں کہہ سکتے زبردست کا واسطہ درمیان ہے تم جانو اور وہ جانیں۔

ایک شخص کسی بزرگ کی خدمت میں طلب کیمیا کے واسطے جایا کرتا تھا ایک دن وہ بزرگ بولے کہ ہم تجھ کو کچھ دیں گے چونکہ وہ دنیا دار تھا سمجھا کہ شاید کیمیا بتلا دیں گے۔ فقیر صاحب اس کو غسل کرا کے کپڑے پہنا جنگل میں لے گئے اور ایک جگہ بٹھا کر کہا تو بیٹھا رہ ہم آتے ہیں یہ کہہ کر چل دیئے اور ایک مہینے تک نہ آئے۔ وہ ان کو صادق الوعد سمجھ کر وہیں بیٹھا رہا بعد مہینے بھر کے آئے اور کہا کہ اب تو ذرا کھڑا رہ ہم آ کر اکسیر دیں گے سات روز تک اسی مقام پر کھڑا رہا پھر آئے اور کہا کہ اچھا بیٹھ جا اس سے بمشکل بیٹھا گیا اس کے بعد تعلیم و تلقین فرمائی اور وہ شخص نہایت صاحبِ کمال ہو گیا۔

خلیفہ بغداد، حضرت شبلیؒ کا مرید تھا اور ازراہ حسن ارادت اپنے ملازمین کو حکم دیا تھا کہ اگر کسی مجرم کی نسبت ہزار بار حکم قتل صادر ہو اور حضرت پیر و مرشد اس کی رہائی کے لئے ایما فرما دیں تو بلا اطلاع سلطانی فوراً رہا کر دو۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ تذکرہ غوثیہ میں لکھتے ہیں جب مجنوں عاشق ہوا اور عشق مشتہر ہوا تو امتحان کے لئے لیلیٰ نے ایک آدمی

Marfat.com

بھیجا کہ مجنوں سے ایک پارۂ گوشت مانگ لاؤ اس نے مجنوں کو یہ پیغام سنایا پوچھا کہ کہاں کا گوشت طلب کیا ہے اس نے لیلیٰ سے پوچھا کہا کہ ابھی کچا ہے مرتبہ ناسوتی میں ہے۔ چند مدت کے بعد پھر ایک آدمی گوشت کی طلب میں پہنچا تو مجنوں نے جواب دیا کاٹ کر لے جاؤ اس نے آ کر لیلیٰ سے بیان کیا کہا کہ ہاں اب عشق میں آیا ہے اور یہ مرتبہ ملکوتی ہے۔ جس طرح شاہ منصور نے انا الحق کہا تھا یہ مرتبہ جبروتی اور فنا فی العشق ہے چند روز کے بعد صرف لیلیٰ لیلیٰ کہنا شروع کیا یہ مرتبہ لاہوت وتوحید ہے بعد اس کے گم گشتگی پیدا ہوئی نہ لیلیٰ یاد رہی نہ مجنوں یہ مرتبہ ہاہوت ہے نہ خود نہ خودی نہ خدا کچھ باقی نہ رہا نہ ذکر نہ مذکور۔

عشق حقیقی ہو یا مجازی آثار و اطوار عشق بہرصورت یکساں ظہور کرتے ہیں شاہ منصور کو بھی غلبہ عشق تھا اور مجنوں کو بھی لیکن ان کو تو مرتبہ انا الحق میں عشق کے زور شور نے مار رکھا مگر مجنوں کوئے لیلیٰ سے گزر گیا شاہ منصور کی حالت اس شعر کے مطابق تھی ۔

بعد از فنا بھی لے نہ گئے کوئے یار میں
کیا بار تھا صبا مری مشت غبار میں

اور مجنوں صحرا نوردو خانماں برباد کی کیفیت اس شعر کے موافق تھی ۔

آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نے نشاں
مشت غبار لے کے صبا نے اڑا دیا

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب راجہ جنگ کے

Marfat.com

دل میں درد طلب پیدا ہوا تو تمام فقراء کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھے تعلیم کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اسی وقت گیان ہو جاوے۔ سب نے انکار کیا اور کہا کہ یہ قدرت ہم میں نہیں البتہ جو طریقہ سلوک کا ہے وہ ہم تعلیم کر سکتے ہیں۔ یہ حال اشٹا بکر منی (ہندو فقیر کا نام ہے اور اس کے جسم میں آٹھ خم تھے اس واسطے نام اس کا اٹ بکر ہوا۔ شٹ کہتے ہیں آٹھ کو) نے سنا اور راجہ سے کہا کہ میں تم کو تعلیم کروں گا بشرطیکہ جو چیز میں تم سے طلب کروں مجھ کو دے دو۔ راجہ نے یہ شرط منظور کر لی۔ اول اشٹا بکر نے کہا کہ جتنا تمہارا راج پاٹ ہے سب مجھ کو دے دو، راجہ نے کہا میں نے دیا۔ پھر کہا جس قدر تمہارا مال و اسباب اور گھر بار ہے۔ سب میرے حوالہ کرو راجہ بولا کہ یہ بھی لو۔ پھر اشٹا بکر نے کہا کہ اچھا اپنی جورو بچے بھی میری نذر کرو، راجہ نے کہا بہت خوب حاضر ہیں پھر اشٹا بکر نے کہا کہ اپنا جسم اور اپنی جان بھی ہم کو دے دو۔ راجہ نے کہا یہ بھی لے لیجئے پھر اشٹا بکر نے کہا کہ اے راجہ جنک جب تمہاری کوئی چیز نہ رہے یہاں تک کہ جسم و جان بھی تو سوچو کہ اب تم کون ہو اور تمہارا کیا ہے۔ راجہ نے غور کیا اور سمجھا کہ درحقیقت میرا تو نہ کچھ پہلے تھا نہ اب ہے صرف جھوٹا دعویٰ تھا۔

مرشد کی اطاعت مرید پر لازم ہے۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں فرق اور امتیاز کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مرشد خدا کا نمائندہ ہے۔ مرشد کی اطاعت نہ ہونے سے روح کمزور ہو جاتی ہے۔ مرشد کے سامنے

Marfat.com

مرید موم کی گڑیا ہے تا کہ وہ جدھر چاہے اسے موڑ دے۔ بولنا، لکھنا، پڑھنا، چپ رہنا، کوئی کام کرنا یا نہ کرنا سب مرشد کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ مرید کو مرشد کے ہاتھوں میں ایسا ہونا چاہئے جیسے بوڑھے اور ضعیف آدمی کے ہاتھ میں لاٹھی۔ ایک بے جان مادی چیز ہے کو جہاں مرشد چاہے اٹھا کر رکھ دے۔ کہا جاتا ہے کہ مرشد اگر مرید کو حکم دے کہ کنوئیں میں کود جا۔ مرید تعمیل حکم میں کنوئیں میں کود گیا مگر اسے یہ خیال آ گیا کہ مرشد خود ہی بچا لے گا تو یہ مرشد کی نظر میں حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔

حضرت عیسیٰؑ کا ایک دوست تھا مگر نادان' اس نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھ کو اسم اعظم سکھا دیجئے بہت انکار کیا اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے اس نے نہ مانا اور نہایت اصرار کیا مجبوراً بتلایا اور امتحان بھی کرا دیا لیکن منع فرمایا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر چل دیئے اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب تو دیکھوں اسم اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں کچھ ہڈیاں نظر آئیں ان پر اسم پڑھا فوراً ایک شیر خونخوار زندہ ہوکر غرایا اور اس کو پھاڑ کھایا جب حضرت اس راہ سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا ہے اور شیر کھڑا ہے شیر سے پوچھا تو نے اسے کیوں مارا جواب دیا کہ یہ شخص میرا خالق تو بنا تھا مگر رزق کی فکر نہ کی اس لئے میں نے اس کو کھا لیا۔

ایک شخص کسی فقیر کے پاس مرید ہونے گیا۔ انہوں نے چار ٹکے

Marfat.com

دیئے اور فرمایا کہ آج کسی کسبی کے پاس رہو پھر آؤ گے تو مرید کر لیں گے۔ وہ شخص متشرع تھا لاحول پڑھ کر چلا گیا کہ اچھے پیر ملے اور خوب ہدایت کی۔ اتفاق سے اسی شب کو بیوی کے پاس گیا نطفہ نے قرار پایا اور لڑکی پیدا ہوئی۔ جب سن بلوغت کو پہنچی تو فاحشہ ہوگئی اور بازار میں جا بیٹھی اس شخص کی ایسی بدنامی ہوئی کہ منہ دکھانے کو جگہ نہ رہی پھر اسی فقیر کی خدمت میں پہنچا اور اپنا دردِ دل بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس روز کے چار ٹکے تو اسی لئے تھے کہ یہ بلا تمہارے گلے نہ پڑے رنڈیوں میں پیدا ہوتی اور رنڈی بنتی تمہارا نام بدنام نہ ہوتا لیکن تم نے نہ مانا اب اپنے کئے کو بھگتو۔

ایک مرید نے اپنے پیر سے پوچھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے اور مرید کا حق پیر پر کیا ہے۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ اچھا بتا دیں گے۔ چند روز کے بعد جس وقت وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا پہلے اس سے کہ وہ بیٹھے پیر نے حکم دیا کہ چلے جاؤ وہ مرید فوراً ایک طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا وہاں ایک امیر اسی بزرگ کا مرید تھا اس کو اس مرید مسافر کا حال منکشف ہوا اس نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تم کہاں جاتے ہو اس نے کیفیت بیان کی اور کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں کہاں جاتا ہوں تب اس نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس بھیجا ہے آؤ ٹھہرو۔ چند روز کے بعد ایک ہزار دے کر رخصت کیا اور کہہ دیا کہ بس واپس چلے جاؤ۔ وہ چلا تو اثنائے راہ میں ایک شہر میں داخل

Marfat.com

ہوا اتفاقاً ایک بازاری عورت جو حسن و جمال میں بے مثال تھی فریفتہ ہوگیا اور وہ ہزار روپیہ دے کر اس سے ملاقات ہوئی۔ جب ارادہ فاسد کیا تو غیب سے ایک طمانچہ لگا تین بار یہی معاملہ گزرا عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے تمام سرگزشت بیان کی وہ بولی کہ معلوم ہوا تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیال باطل کو چھوڑو اور ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں اور یہ لو اپنا روپیہ۔ آخر دونوں پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے عورت نے افعال سابقہ سے توبہ کی اور اس شخص سے نکاح کرلیا۔ چند روز کے بعد اس مرید نے پھر وہی سوال کیا تو شیخ نے جواب دیا کہ پیر کا حق وہ تھا جو تو نے ادا کیا یعنی بغیر چوں چرا ہمارے حکم کی تعمیل کی اور مرید کا حق وہ تھا جو تجھ پر گزرا۔

اس واقعہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مرید اپنے مرشد کی ہر بات پر بلا چوں چرا عمل کرے تو تب ہی اسے علم حاصل ہوسکتا ہے۔ مرید جب مرشد کی بات پر عمل کرتا ہے تو مرشد بھی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ہر مشکل گھڑی میں اس کو باطنی قوت سے نکالتے ہیں۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں روحانی استاد جو علم حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے ایسا ربط اور تعلق قائم ہوجائے کہ بندہ بہترین غذا کھائے، بہترین لباس پہنے، بہترین گھر میں رہے، بہترین خوشبو لگائے، بہترین باغ درختوں

Marfat.com

کے سائے میں تیور میں آوازیں سنے، ہوا سے جھومتے درختوں کے ساز سنے لیکن ذہن اللہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے وفات سے پہلے امیر خسرو کو نصیحت کی تھی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم شہر کی فلاں حد سے آگے نہ آنا وگرنہ کوئی خلافِ مشیت کام ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سچے اور حقیقی عاشق نے آپ کے حکم کی تابعداری میں شہر کی وہ حد پار نہ کی۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے پاس آپ کی بہن آپ کے بھانجے صابر پاکؒ کو لے کر آئی کہ اسے بھی علم سے نوازیں۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے خانقاہ میں چھوڑ جاؤ۔ صابر پاکؒ کو خانقاہ میں چھوڑ دیا گیا اور آپ کی ڈیوٹی روٹیوں کے اوپر لگا دی گئی اور حکم دیا کہ خانقاہ میں روٹیاں تقسیم کیا کرو۔ کچھ عرصے بعد آپ کی بہن دوبارہ آئی تو دیکھا کہ بیٹا صابر تو پہلے سے بھی زیادہ دبلا ہو گیا ہے۔ آپ نے بابا فرید سے اس سلسلے میں بات کی تو بابا فرید نے بلا کر پوچھا کہ کیا تم روٹی نہیں کھاتے تو حضرت صابر پاکؒ نے فرمایا کہ حضور آپ نے صرف تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا کھانے کا نہیں۔

تذکرۃ الاولیاءؒ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک بزرگ کے دو بھائی مرید تھے بزرگ دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی کے ساتھ بہت سلوک پیار محبت اور دوستی کا کرتے جبکہ دوسرے کو یہ التفات نصیب نہ

Marfat.com

تھے۔ اُس نے اس بات کو کئی دفعہ محسوس کیا لیکن ادب کی خاطر کچھ نہ کہتا تھا۔ آخر ایک دن صبر نہ ہو سکا ہلکے سے لہجے میں مرشد کریم سے اس بات کی شکایت کی۔ بزرگ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اونٹ کا ایک بچہ لاؤ۔ اونٹ کا بچہ لایا گیا۔ آپ نے اس بھائی کو جس نے شکایت کی تھی کہا کہ اس کو چھت پر پہنچاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو کافی بڑا ہے مجھ سے اٹھا کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر نہیں پہنچایا جائے گا۔ پھر آپ نے اس کے دوسرے بھائی سے کہا جس سے بڑی محبت تھی کہ اس کو اوپر پہنچاؤ۔ اس نے اپنا سر اونٹ کے بچے کے نیچے دیا اور لگا زور لگانے مگر اونٹ کا بچہ تو بہت بڑا تھا حقیقت میں تو وہ کبھی بھی اٹھایا نہ جاسکتا تھا لیکن اس نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ پسینے میں شرابور ہو گیا اور تھک ہار کر واپس آ گیا اور مرشد کریم سے کہا کہ حضور میں نے اپنی پوری کوشش صرف کی لیکن یہ نہیں اٹھایا گیا۔ مرشد کریم نے اس کے بھائی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں اور اس میں یہی فرق ہے کہ تم نے حکم نہ مانا اور چون چرا کی لیکن باوجود اس کے کہ اس کو معلوم تھا کہ یہ نہ اٹھایا جائے گا پھر بھی اس نے حکم کی تعمیل میں کوشش کی اس کی اسی بات نے اس کو تم سے افضل کیا ہے۔

حضرت سید علی بن دقاقؒ فرماتے تھے کہ مرید پر لازم ہے کہ اپنے تمام وسائل اسباب اور معمولات شیخ کے قدموں پر ڈال دے۔ نہ اپنے علم پر اعتقاد کرے نہ اپنے عمل پر بلکہ یقین کرے کہ تمام بھلائیاں

Marfat.com

مجھے شیخ ہی کے واسطے سے پہنچیں گی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک دن حضرت امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ امام جعفرؒ نے فرمایا ''بایزید! کتاب طاق سے اٹھا کر دے دو''۔ آپ نے پوچھا کون سے طاق سے حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا عرصہ سے تم یہاں آتے ہو اور ابھی تک تمہیں طاق کا پتہ نہیں۔ بایزیدؒ نے دست بدست عرض کی ''حضور مجھے اس سے کیا کام کہ آپ کی موجودگی میں سر اٹھاؤں''۔

مستقل مزاجی:

سالک پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ احوال و واردات کی بندش ہو جاتی ہے ایسے وقت میں پر امید رہنا چاہئے رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

جو شخص ایک جگہ تعلق رکھتا ہے وہ ہر جگہ سے فیض حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص ہر جگہ تعلق رکھتا ہے وہ کسی جگہ سے بھی فیض یاب نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ محبوب عالم نقشبندی توکلیؒ اپنی کتاب محبوب السلوک میں لکھتے ہیں: ''اگر تم سے نسبت باطنی کی کوئی کیفیت مثل انکشاف وغیرہ کے کچھ ظاہر نہ ہو یا انوارات کے رنگ وغیرہ معلوم نہ ہوں تو طریقہ کی تعلیم سے ہمت نہ ہار بیٹھو۔ کیونکہ یہ تمام امور اصل مقصود نہیں۔ مقصود حقیقی

Marfat.com

اسی راستہ کی رضائے الٰہی جل شانہ ہے اس کے واسطے تم اپنے دل میں غور و فکر کرو کہ بیعت سے پہلے میرے اندر اس قدر فضائل موجب ناراضگی حق تعالیٰ موجود تھے اور اب اس عرصہ کے اندر ان میں کس قدر جاتے رہے اور آئندہ کتنی عادتوں سے مجھ کو نفرت ہو چلی ہے۔ جب یہ فرق تم کو معلوم ہو جائے تو سمجھو کہ ایک نہ ایک دن ضرور یہ تمام بری خصلتیں میرے اندر سے بطفیل اس مردِ کامل کے نیست و نابود ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی رضا مجھ پر وارد ہو جائے گی۔ بہ نسبت ان توہمات یہ غور و فکر تم کو جلد منزل مقصود پر پہنچا دے گا۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر اچانک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ با آواز بلند فرمانے لگے ''یہی کہتی رہو، یہی کہتی رہو، یہی کہتی رہو۔''

یہ بات تین مرتبہ دھرانے کے بعد میاں صاحب سجدے میں گر گئے اور زار و قطار رونے لگ گئے۔ کافی دیر بعد سجدے سے اٹھے اور دعا فرما کر خدا کا شکر ادا کیا۔ آپ کے مرید بہت زیادہ پریشان تھے اور جلد از جلد اس حیرت انگیز کیفیت کی وجہ جاننا چاہتے تھے مگر کسی کو ہمت نہ تھی کہ وہ پوچھنے کی جسارت کرتا۔ آخر ایک مرید نے میاں صاحب سے ہمت کر کے آپ کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا۔ میاں صاحب قدرے توقف کے بعد فرمانے لگے کہ:

''دراصل ہمارے گھر کی مہترانی وفات پا گئی ہے اور اس وقت

Marfat.com

قبر میں اس سے جب حساب کتاب ہونے لگا تو وہ کہنے لگی کہ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ میں تو بس میاں شیر محمد کی مہترانی ہوں۔''

میاں صاحبؒ نے مزید فرمایا کہ میں نے جب قبر میں سے اس کی یہ آواز سنی تو اس کو یہاں سے جواب دیا کہ یہی کہتی رہو' یہی کہتی رہو۔ اس کے بعد میں خدا سے سربسجود ہو کر گڑگڑایا ہوں کہ خداوند کریم اس عورت نے بخشش کے لئے میرا وسیلہ بنایا ہے تو اپنے حبیب کے طفیل میری لاج رکھ لے اور اس کو بخش دے اور جب تک مجھے یقین نہیں دلایا گیا کہ اس کی بخشش ہو گئی ہے میں نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔

بیعت کے بعد مرید کا مستقل مزاجی کے ساتھ ٹھہرا رہنا نہایت ضروری ہے۔ ہر کام میں وقت لازمی درکار ہوتا ہے' ایسا نہیں ہوتا کہ سب کچھ فوراً ہی حاصل ہو جائے۔ سولہ سال کا کورس آٹھ سال میں تو مکمل ہو سکتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ آٹھ سالہ کورس آٹھ ماہ میں مکمل ہو جائے۔ آٹھ ماہ کی مدت میں بچہ الف ب لکھنا بھی نہیں سیکھتا۔ کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کا اختیار خود انسان کے ذوق و شوق پر منحصر ہے۔ ایک شخص تیس سال کی عمر میں کسی سلسلے میں داخل ہوتا ہے گذشتہ تیس سال کے عرصے میں وہ اپنے اندر شکوک و شبہات' حرص و ہوس کی کثافتیں جمع کرتا ہے۔ اب ہونا تو یہ چاہئے کہ تیس سال ہی کثافت کی صفائی میں لگیں۔ اگر تیس سال صفائی میں لگیں تو عمر ساٹھ سال ہو گئی۔ ساٹھ سالہ شخص وہ سب کچھ نہیں کر سکتا جو تیس سالہ شخص عبادت و ریاضت کر سکتا ہے۔ ساٹھ

Marfat.com

سال کی عمر تک اعصاب بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اگر محض تین ماہ کسی سلسلے میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص کہے کہ کچھ حاصل نہیں ہوا تو کچھ مناسب نہیں کیونکہ اتنے عرصہ میں تو ABC نہیں سیکھی جا سکتی۔ اگر تین مہینوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ سلسلے کی طرف سے ملنے والے اسباق پابندی سے نہیں کئے گئے ناغہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ناغہ کرنے پر تو ملازمت سے بھی برطرف کر دیا جاتا ہے۔

خواجہ محبوب عالم قدس سرئی اپنی کتاب محبوب السلوک میں لکھتے ہیں:

''جب تم نے اس راستے کو اختیار کرلیا تو واجب ہے کہ ہمت عالی رکھو۔ پست ہمتی اور کم ظرفی نہ اختیار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ اور مرشد کامل تم کو تمھاری اعلیٰ ہمتی کے طفیل اعلیٰ مدارج سے فیض یاب کرے''۔

مرید کے لئے لازم ہے کہ مرشد کی خدمت میں صبر کرتا رہے سچے مرید کی علامت یہ ہے کہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کرے نہ کہ مرشد سے دلیل محبت طلب کرے اور صبر کو ترک کر دے۔ شیخ کی خدمت بجا لانا اور صبر کے ساتھ اس کے احکام کی تعمیل کرنا اور اس کی مخالفت کو ظاہر اور باطن میں ترک کرنا واجب ہے۔

طالب کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس کی شہرت ہو یا وہ پوشیدہ رہے، کیونکہ شہرت کا طالب کافر ہے اور جو شہرت کے خوف سے عبادت ترک کرے و منافق ہے۔ مرید کو چاہئے کہ ہر حال میں خوش رہے اور صبر سے کام لے۔ اگر مرشد عزت دے تو عزت اختیار کرے

Marfat.com

اور اگر ذلت دے تو صبر کر لے۔ اگر مرید مشہور ہو جائے تو یہ نہ سمجھے کہ میں کچھ بن گیا ہوں۔ شہرت کو اپنے اعمال کا نتیجہ نہ جانے بلکہ ایک امتحان سمجھے۔ اگر اس کا نفس شہرت کے ساتھ مطمئن ہو گیا تو وہ آئندہ ترقی سے محروم رہا۔ شہرت کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ مطلوب کی طرف سے کہیں یہ جواب نہ مل جائے کہ تو نے اگر ہمارے واسطے محنت و مشقت اٹھائی تو کیا ہوا ہم نے بھی اپنے بندوں کو تیری طرف متوجہ کر دیا تھا جو تیری تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جو لوگ سلاسل میں خدمت کرتے ہیں ان کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ غیر ارادی طور پر ان میں بعض اوقات شہرت کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اس لئے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذمہ داریوں کو شیخ کا احسان سمجھیں اور جب بھی شیخ کے پاس آئیں تو یہ تصور کریں کہ میں پہلے دن شیخ کے پاس جا رہا ہوں اس سے گذشتہ خدمت کا خیال جاتا رہے گا اور اپنے اندر عجز و انکساری پیدا کرے۔

جب انسان اندر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے اور شہرت اور عزت کی طلب اس میں سے ختم ہو جاتی ہے اور بندہ خدا سے محبت کی وجہ سے اس کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ بھی اس بندے سے محبت کرتا ہے اور مخلوق کو اسکی طرف جھکا دیتا ہے۔ محبت کا پہلا امتحان یہی ہے کہ مخلوق اس کی طرف مائل ہو۔ لہذا راحت اور مرتبہ و منزلت کی انا نہیں کرنی چاہیے' اہلِ دنیا کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ طالب کو چاہئے

Marfat.com

کہ امیر و غریب کا امتیاز اپنے اندر سے ختم کرنے اگر کوئی امیر اور عزت دار ملے تو مخلوقِ خدا ہونے کے ناطے اس کی عزت کرے نہ کہ اس کے رتبہ کے باعث۔

میر پنجہ کش صاحب دہلوی بہت بڑے خطاط تھے۔ میر صاحب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکا ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اول روز اس کے ہاتھ سے ایک تختی لکھواتے اور اپنے پاس رکھ لیتے۔ جب کوئی شاگرد شکایت کرتا کہ حضرت اتنی مدت گزری لیکن میرا خط درست نہیں ہوا تو اس کی پہلی لکھی ہو تختی نکال کر سامنے رکھ دیتے کہ اس سے مقابلہ کرو کتنا فرق ہوا ہے جب پہلی تحریر دیکھتا تو فرق معلوم ہوتا اور شاگرد کی تسکین ہو جاتی۔ ایسا ہی حال طالبان طریق کا ہے کہ جب تعلیم بتدریج حاصل ہوتی ہے تو امتیاز معلوم نہیں ہوتا اور طالب کو تشنگیِ طلب بدستور رہتی ہے اور خیال کرتا ہے کہ ابھی کچھ حاصل نہیں ہوا حالانکہ مرد کامل کی صحبت اپنا کام کرتی رہتی ہے۔

جب بیجو باورہ فن موسیقی میں مشہور ہوا تو اکبر بادشاہ نے اپنی مجلس میں اس کو طلب کیا اس نے بہ تعمیل حکم شاہی اپنا راگ شروع کیا چونکہ اہل محفل کی طبائع اس کی متحمل نہ ہوسکیں ایسی حالت ہوئی کہ کچھ خط و لطف اور حسن و قبح راگ کا محسوس نہ ہوا اور کسی نے اس کے کمال کی تعریف و توصیف نہ کی جبکہ اسی طور سے ایک ہفتہ تک اس کا راگ سنتے رہے تو سامعین کو ان کے نغمات کی برداشت ہوگئی اسی وقت سب نے

Marfat.com

کیفیت سماع اٹھائی اور کہا کہ اب خوب گاتا ہے۔ یہی حال دربار قلندری کا ہے کہ جب طبیعت متحمل ہو جائے تو کیفیت منکشف ہو جاتی ہے مگر اس کے لئے صبر و استقامت اوّل شرط ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں کہ ایک کامل کا قول ہے کہ بولنے اور تقریر کرنے کے لئے بہت عقل اور حکمت درکار ہے لیکن چپ رہنے کے لئے اس سے بھی زیادہ عقل درکار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان انتہائی درجہ کمال پر پہنچتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا اور اسی بنا پر چپ ہو جاتا ہے تو یہ کیفیت اس کے اہلِ علم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ انسان کی تکمیل اس میں نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں مکمل ہو گیا بلکہ وہ اپنے اندر عجز وانکساری پیدا کرنے اور مکمل ہونے کی جستجو میں رہے تو یہ بات اس کے درجات میں بلندی پیدا کرتی ہے۔ تکمیل کر لینے یا مکمل ہو جانے کا دعویٰ تکبر اور سرکشی کو ظاہر کرتا ہے جب کہ خدا تعالیٰ کو تکبر اور سرکشی بالکل پسند نہیں ہے اور انکساری و عجز وہ منازل ہیں جن کو سر کر لینا انسان کو اوج کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا راستہ عاجزی ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن شازلیؒ فرماتے تھے کہ اگر شیخ بغیر کسی ظاہری وجہ کے اپنے مرید پر سختی کرے تو بھی مرید صبر کرے اگر پختہ ارادہ اور عاجزی لے کر آئے گا تو قبولیت پائے گا۔

ایک جوہری تھا جب مرنے لگا تو اپنے فرزند کو وصیت کی کہ میں

Marfat.com

تیرے واسطے ایک صندوق چھوڑتا ہوں اس میں ایک تو جوہر بیش بہا ہے اور ایک پتھر ہے تو کسی جوہر شناس کو دکھا لینا وہ بتلا دے گا۔ جب باپ کا انتقال ہو گیا تو جوہری بچہ ایک جوہری کے پاس اپنا جوہر اور پتھر لے گیا اور شناخت کی درخواست کی اس نے کہا کہ تو پانچ برس تک میری ملازمت اختیار کر تب بتلاؤں گا۔ وہ راضی ہو گیا اور پانچ سال تک جوہری کی دکان پر کام کرتا رہا اس عرصہ میں اقسام و انواع کے جواہرات اس کی نظر سے گزرے یہاں تک کہ اس کو ایک بصیرت اور ملکہ شناخت جواہرات کا حاصل ہو گیا۔ بعد مدت موعود کے سوال کیا کہ صاحب اب وعدہ پورا کیجئے۔ اس نے کہا کہ اب اپنے جواہر لاؤ لایا تو پوچھا کہ اب تو خود بتلا کہ ان میں جوہر کون سا ہے۔ اس نے فوراً پہچان لیا اس وقت جوہری نے کہا کہ میری غرض اس تامل سے یہی تھی کہ تو خود عارف جوہر ہو جائے۔ اگر اول روز میں بتلا دیتا تو نہیں معلوم تجھ کو یقین آتا یا نہ آتا اور تو کس قیمت پر اس کو دے ڈالتا اب کہ تجھ کو عرفان حاصل ہو گیا اور تو خود واقف و شناسا ہو گیا اختیار ہے جو چاہے سو کر کسی کا دھوکہ نہیں کھا سکتا۔

اکثر مریدین کا تو یہ حال ہے کہ آج مرید ہوئے وظیفہ پوچھ کر گئے دوسرے دن ہی شکایت کرتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوا یہ نہیں سوچتے کہ عمر بھر کی کثافت کو ایک دن کا وظیفہ کیا دور کر سکتا ہے اور مرشد کو ایسی کیا غرض پڑی ہے کہ اپنی مصروفیات کو چھوڑ کر دوسروں کے حال پر متوجہ ہو

Marfat.com

بالفرض ایسا بھی کرے تو مرید کا تمام عمر کا علم مٹانا اور اس کی بجائے اپنے علم کو جمانا کوئی ہتھیلی کی سرسوں نہیں ہے ہاں رفتہ رفتہ عرصہ دراز کی صحبت میں اصلاح حال خوب ہوتی ہے۔

لوہار لوہے کو گرم کرتا ہے پھر چوٹ لگا کر بڑھاتا ہے یا سنار آہستہ آہستہ کوٹ پیٹ کر تار کو بار بار جنتری میں نکالتے ہیں تب وہ تیار ہوتا ہے۔ اگر بے ڈھنگے طور پر زور آور ہوں تو کیا ہوگا فوراً چیز ٹوٹ پھوٹ کر خراب و ضائع ہو جائے گی۔ پس ہر کام میں صبر ضرور ہے۔

☆ بزرگوں کا یہ فرمان ہے کہ اگر مال دینے سے جان بچے تو مال کو فدا کر دو اور مال و جان کے دینے سے عزت قائم رہے تو جان و مال کو فدا کر دینا چاہئے اور اگر مال و جان و عزت تینوں کے قربان کرنے سے دین ہاتھ آوے تو ان سب کو دین پر قربان کر دینا چاہئے اور اگر سب کے عوض میں خدا ہاتھ آوے تو دین کو نثار کر دینا واجب ہے۔ مال و جان و عزت و دین سب دے دے مگر خدا کو حاصل کرے۔

Marfat.com

ذوق و شوق:

بالِ جبریل میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

گاہ بحیلہ می برد گاہ بروز می کشد
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب
عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذتِ طلب

عینِ وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی، میری نگاہِ بے ادب
گرمی آرزو فراق، شورشِ ہائے و ہُو فراق
موج کی جستجو فراق قطرہ کی آبرو فراق

آپؒ کہتے ہیں کہ اہلِ عشق کو کسی کام کی تکمیل میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کیونکہ یہی جذبہ ذوق و شوق اور سوز و اضطراب اسے کشاں کشاں اپنی منزل تک کسی حیلے بہانے کے ساتھ یا کششِ ذوق کے باعث کھینچ کر لے جاتا ہے۔ گرمی آرزو ہمیشہ فراق میں ہی پائی جاتی ہے اور ہائے و ہُو میں موجود یہ گرانمایہ سوزش بھی فراق ہی کی بدولت ہوتی ہے۔ موج بھی فراق کے باعث محو جستجو رہتی ہے اور قطرے کی آبرو بھی فراق میں ہی پائی جاتی ہے کیونکہ جب قطرہ سمندر میں مل جاتا ہے تو اپنی انفرادی حیثیت کو ختم کر دیتا ہے گو سمندر کے ساتھ اس کا وصال اس کی

Marfat.com

موت کا باعث بنتا ہے۔

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ اور دوسرے بہت سے بزرگ اس لئے اعلیٰ ہیں کہ ان میں ایسی صلاحیتیں موجود تھیں جو ہم میں نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ایک ان پڑھ شخص بھی کوشش کرے تو وہ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے بعد اپنے اندر چھپی صلاحیتوں کو اجاگر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے ذوق و طلب، تمنا، جستجو، اور پرامید لگن کا پایا جانا ضروری ہے۔ علامہ اقبالؒ کا قول ہے کہ: ''انسان اپنی تکمیل کے لئے خارج کا محتاج نہیں۔'' وہ خود اپنا مرکز اور محور ہے اور اس دنیائے رنگ و بو کی معنویت اس کے وجود سے وابستہ ہے اور یہی اشارہ قرآن سے بھی ملتا ہے:

وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ

''تمہارے اندر وہ سب نشانیاں موجود ہیں تم غور کیوں نہیں کرتے۔''

اپنی حالت شیخ پر ظاہر کرنا:

سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنی حالت یا کیفیات اپنے شیخ پر ظاہر کرتا رہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ شخص عقلمند نہیں ہے جو اپنی حالت کا اظہار طبیب پر نہ کرے۔ حضرت شیخ محمد بن سلمہؒ سے روایت ہے کہ ہر وہ مرید

Marfat.com

جو دن اور رات میں اپنے حالات و واردات کے متعلق سوال نہ کرے تو وہ طریق تصوف کا سالک نہیں ہے۔

مرید کے لئے ضروری ہے کہ استاد کے احکامات پر سختی سے عمل پیرا ہو جو کچھ راہِ سلوک میں ہو اس کے متعلق شیخ سے رجوع کرے اسکی تعظیم و حرمت کا خیال رکھے اور اعلانیہ اور پوشیدہ اس پر اعتراض کرنے سے باز آئے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے احوال کو اس قابل نہیں جانتے کہ شیخ سے عرض کریں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ میں کسرنفسی سے کام نہ لیں کیونکہ احوال کا لکھنا غائبانہ توجہ کا باعث بنتا ہے اور گفتگو کا راستہ کھولتا ہے۔

طالب کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ہر بات شیخ سے عرض کرے بشرطیکہ شیخ کو اتنی فرصت بھی ہو۔ اپنے دل کو شیخ کے سپرد کر دے۔ دل کی خیریت شیخ سے چاہے۔ شیخ کے ہاتھ میں مرید مثل بچہ کے ہے کہ اگر شیخ سے جدا ہو گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ لہذا شیخ جانتا ہے کہ کب بچہ کو کس طرح سنبھالنا ہے۔

شیخ ضیاء الدین سہروردی اپنی کتاب آداب المریدین میں لکھتے ہیں کہ ''سالک کو چاہئے کہ اپنی حالت شیخ پر ظاہر کرتا رہے اور ہر وقت یہ دیکھتا رہے کہ کہاں زیادتی ہوئی ہے اور کہاں نقصان ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

Marfat.com

''جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا تو اس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا تو اس کو بھی دیکھے گا''۔ وہ شخص عقل مند نہیں ہے جو اپنی حالت کا اظہار طبیب پر نہ کرے۔

ایک جماعت مریدوں کی حضرت شبلیؒ کے پاس حاضر ہوئی ان کو آپ نے غافل پایا کیوں کہ انہوں نے کسی مسئلہ کے متعلق نہیں پوچھا۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

کفی حذنا بالوالہ العیب ان یری

منازل بن یھوی معطلۃ قفراً

(عاشق دیگر کے لئے یہ غم بہت ہے کہ وہ اپنے معشوق کے منازل کو خالی اور ویران دیکھے)

سالکین کے لئے ضروری ہے کہ اپنے معاملات کو شیخ کے سامنے ظاہر کریں۔ شیخ اس کی توجیہہ یا تعبیر بیان کرے یا نہ کرے یہ شیخ پر منحصر ہے۔ شیخ سے کوئی راز کی بات جاننے پر اصرار نہ کرے اور جو مخصوص وقت شیخ کے ساتھ گزارا ہے ہر شخص سے اس بارے میں گفتگو نہ کرے۔ خواب میں اولیاء اور انبیاء کو دیکھنے کے بعد بھی وہ فضیلت اور خوشی نہ محسوس کرے جو اپنے شیخ کو دیکھنے کے بعد محسوس کرتا ہے۔ تمام بزرگانِ دین اور مشائخ کو صحیح راستے اور حق پر سمجھے لیکن اپنے شیخ کی راہ کو زیادہ قریب اور مفید سمجھے۔

شیخ محبوب عالم نقشبندی توکلیؒ اپنی کتاب محبوب السلوک میں

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ زمانہ سلوک میں اپنے تمام دل و جذبات خوابات و انکشافات کو کسی شخص پر بجز مرشد کامل کے ظاہر نہ کرو۔ اگر وہ نزدیک نہ ہوں تو بہتر تو یہی ہے کہ خط لکھ دو اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اگلے مقام والے پیر بھائی سے بشرطیکہ اس پر یقین ہو کہ وہ امین ہے اس پر ظاہر کر دو مگر غیر سے ہرگز ظاہر نہ کرو اس میں نقصان ہے۔

بلا اجازت عمل:

مشہور بادشاہ علاؤالدین خلجی کو بوعلی شاہ قلندرؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ اس نے ازراہِ عقیدت کچھ تحائف آپ کی خدمت میں بھیجنا چاہے لیکن وہ آپ کی ناراضگی اور جاہ و جلال سے خوف زدہ تھا۔ امراء سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ تحائف امیر خسرو کے ذریعے بھجوائے جائیں۔

امیر خسرو کو فوراً طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اپنی پریشانی بتائی اور کہا کہ تم یہ تحائف حضرت بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں لے جاؤ۔ امیر خسرو نے کہا:

''جناب آپ کا ارشاد بجا مگر میں بوعلی قلندرؒ کے پاس اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک مجھے میرے مرشد عالی حضرت نظام الدین اولیاءؒ اجازت نہ فرما دیں۔ سلطان نے فوراً بات مان لی اور حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں اپنا آدمی روانہ کیا اور حضرت بوعلی قلندرؒ کے

Marfat.com

پاس امیر خسرو کے جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فوراً اور بلا تامل اجازت مرحمت فرما دی۔

اس واقعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مریدین اپنے مرشد کی اجازت کے بغیر کوئی بھی عملی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ آج بھی اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ کسی بھی کام کے سلسلے میں پیرومرشد کی اجازت ضرور لینی چاہئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ ایک دفعہ سیال شریف سے تونسہ مقدسہ زیارت کے لئے جارہے تھے راستہ میں ایک جنگل سے گزر ہوا وہاں ایک نورانی شکل بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ درود کبریت احمر پڑھا کرو۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے لئے پیر کا فرمان کافی ہے۔ تونسہ شریف حاضر ہوئے تو مرشد کریم نے فرمایا کہ راستہ میں تمہیں ایک آدمی ملا تھا اس نے جو وظیفہ بتایا ہے وہ پڑھا کرو۔ وہ صاحب حضرت پیرانِ پیر دستگیر حضرت غوث الاعظمؒ تھے۔ یہ درود پاک (اکبریت احمر) اس سے پہلے طریقہ چشتیہ کے ادوار میں شامل نہ تھا۔ حضرت پیر سیال کے ذریعے یہ نعمتِ عظمٰی چشتیہ سلسہ کو نصیب ہوئی۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ اپنی کتاب تذکرہ غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ زمانہ طفلی میں ہم کو ایک سنیاسی نے جڑ تازی کپالی تعلیم کی (کپالی یعنی حبس دم) اس شغل میں حواس ظاہری مفقود ہوجاتے ہیں اور روح دماغ میں آجاتی ہے جس خیال میں انسان بیٹھتا ہے اسی میں رہتا ہے

Marfat.com

جب ہم کو مشق ہوگئی تو ایک دن خیال آیا کہ دیکھیں تو دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں ہم نے اپنے بھائی کو کپالی چڑھائی وہ بالکل بیہوش ہوکر بشکل مردہ گر پڑے اتارنا ہم کو آتا نہ تھا نہایت حیرانی دامن گیر ہوئی کہ اب کیا علاج کریں والدہ صاحبہ کو خبر ہوئی مضطرب ہوکر تشریف لائیں اور فرمایا ایک تو گیا ہے دوسرا بھی چلا لوگ گمان کریں گے اس نے بھائی کو مار ڈالا ہے ایک پیالہ دہی کا لاکر اس کے سامنے گرا دیا جو آن کر پوچھتا اس سے فرماتیں نہیں معلوم کیا ہوا دہی کھا کر قے کی ہے۔ میں گھبرا کر اس سنیاسی فقیر کے پاس گیا اور سارا حال بیان کیا انہوں نے بہت ملامت کی اور کہا کہ کیا تم کو اس واسطے یہ عمل سکھایا تھا کہ لوگوں کا تماشا دیکھو ہم نے تو اس لئے سکھلایا تھا کہ یادِ الٰہی میں مشغول رہو گے یہ کہہ کر ہمارے گھر آئے اور بھائی کے سر پر مشکیں چڑھوائیں جب تیسری مشک کی نوبت پہنچی تو اٹھ بیٹھے۔ پھر ہم نے بھائی سے بیہوشی کی کیفیت دریافت کی کہا میں زندہ تھا اور تم سب کو پکار پکار کر کہتا تھا کہ میں زندہ ہوں تم گھبراؤ مت لیکن تم سنتے نہ تھے اور مجھے کسی طرح کی تکلیف بھی نہ تھی۔ اس دن سے ہم نے توبہ کرلی کہ بلا اجازت پھر ایسا کام ہرگز نہ کریں گے۔

روحانی لوگوں کو بے جا تنگ کرنا:

تذکرہ غوثیہ میں حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

ایک بزرگ سید احمد حسن عرف سید احمد علی چار ٹکے لے کر حال کھیلا کرتے تھے۔ کوئی ہنسی کرے یا بُرا کہے اُن کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ اکثر شادیوں میں ان کے حال کا تماشا بھی مروج و معمول ہو گیا تھا۔ ایک دن کسی امیر لڑکی کی شادی تھی' حضرت کو چار ٹکے دے کر بلایا۔ حسب عادت مجلس قوالی میں حال آیا، تماشائی تمسخر سے پیش آئے اتفاقاً نوشاہ نے بھی دست گستاخی دراز کیا اور شکم مبارک میں انگلی ماری وہ اور لوگوں سے تو یوں خطاب کرتے تھے ''ابے کیوں چھیڑتا ہے، کیا کرتا ہے'' لیکن نوشاہ کو کہا ابے کیوں لونڈیوں کے سے کام کرتا ہے یہ کہنا تھا کہ تمام آثار عورتوں کے نمودار ہو گئے۔

لڑکا گھبرا کر اپنی ماں کے پاس گیا اور حقیقت حال سنائی وہ بھی حیرت زدہ ہو گئی۔ فوراً اس کے باپ کو خبر کی' امیر اور اس کے صلاح کار و مشیر آپ کے بڑے بھائی صاحب کی خدمت میں آئے کیفیت واقعہ عرض کی وہ بھی متعجب ہوئے کہ ہم تو ان کو ایسا نہیں جانتے تھے۔ پھر مع ان سب آدمیوں کے ان کے پاس گئے' دیکھ کر بولے کہ بھائی صاحب خیر ہے یہ مجمع کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بھائی یہ سب تمہاری خوبیاں ہیں آج تم نے کیا کہہ دیا بولے کہ حضرت اس وقت نہ تو زبان میری ہوتی ہے نہ میرے اختیار میں ہوتی ہے پوچھا کہ اب کیا علاج' جواب دیا کہ خیر قہر درویش بر جان درویش یہ لوگ پھر مجلس منعقد کرائیں اور یاروں کے چار ٹکے دلوائیں اگر اس وقت حال وارد ہو اور لڑکا پھر اس

Marfat.com

طرح چھیڑے تو دیکھئے زبان سے کیا نکالتا ہے۔ الحاصل پھر وہی سامان کیا گیا حال وارد ہوا اور لڑکے نے چھیڑنا شروع کیا تو آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اے لونڈے کیا کرتا ہے یہ کہنا ہی تھا کہ وہ اصلی حالت پر آ گیا۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ جب ہم پٹیالہ میں فضل امام صاحب سے پڑھتے تھے تب بھی فقیروں کی تلاش و طلب رہتی تھی اور ہمارا ایک ہم سبق بھی اس مرض میں مبتلا تھا۔ سنا کہ راجہ کے فیض خانے میں ایک سالک مجذوب رہتے ہیں جعفر شاہ ان کا نام ہے۔ ہم جس وقت سبق سے فراغت پاتے ان کی خدمت میں جاتے یونہی کئی دن گزر گئے ایک دن ہمارے ہم سبق نے ان سے کہا کہ آج تو سلطان الاذکار کی اجازت دے دیجئے اس وقت جذب کی حالت تھی تین بار ران پر ہاتھ مارا اور کہا کہ جاؤ اجازت ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس طالب علم کے بدن میں اثر ظاہر ہونے لگا پہلے تو کچھ لرزہ سا محسوس ہوا پھر وہ نفخۂ صور کی طرح بڑھتا گیا تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہم سے کہا کہ دیکھو مولوی صاحب کو اس بات کی خبر نہ ہونے پائے اثنائے راہ میں منہ سے خون ٹپکنے لگا بمشکل اس کو مکان پر لائے مولوی صاحب کو خبر ہوئی حکیم صاحب کو بلوایا کہا اس کے قلب پر صدمہ پہنچا ہے اور حرارت شدید ہے قرابہ کے قرابہ گلاب و کیوڑے پلا دیئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔

ہر رگ و پے سے ایک آواز نکلنے لگی گھنٹے بھر کے بعد دونوں

Marfat.com

طرف کی شہ رگیں پھٹ گئیں اور وہ جاں بحق ہوئے مگر خون اور آواز و لرزہ بند نہ ہوا۔ مولوی صاحب نے ہم سے پوچھا کہ اصل ماجرا کیا ہے ہم نے سارا حال کہہ سنایا مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں پہلے سے کیوں نہ کہا خیر اب کیا ہوتا ہے منظورِ خدا یہی تھا۔ نہلا دھلا اور کفن پہنا جنازہ جعفر شاہ کے سامنے لے گئے اور مولوی صاحب نے کہا میاں صاحب یہ کیا کیا۔ بولے میں کیا کروں تمہارے یہ دو منڈے روز آن کر مجھ کو ستاتے تھے آج میری زبان سے بھی ایک بات نکل گئی اب لے جاؤ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت یہ خون کا بہنا اور بدن کا ہلنا تو بند ہو جائے فرمایا کہ یہ تو قیامت تک یونہی رہے گا ایسے شہیدوں کا کہیں خون بند ہوتا ہے آخر لے جا کر دفن کر دیا۔ مولوی صاحب پھر جعفر صاحب کے پاس آئے اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس لڑکے کو کہیں نہ مار ڈالنا بولے میں کیا کروں یہ روز آن کر چھیڑتے ہیں ان کو منع کرو۔ گو یہ واقعہ روبرو گزرا اور مولوی صاحب نے بھی منع فرمایا مگر ہم نے بھی ان کے پاس جانا نہ چھوڑا وہ بھی ہمیشہ التفات فرماتے رہے۔ ایک بار حضرت قبلہ غلام علی شاہ صاحب کے خلیفہ آ گئے ہم سے پوچھا کہ یہاں کوئی کامل فقیر بھی ہے ہم نے کہا کہ ہاں چلئے ہم ان کو جعفر شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور کہا لو حضرت آج ایک اور شکار لایا ہوں فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ باتیں ہونے لگیں خلیفہ صاحب بولے کہ حضرت میرے لطائف جاری نہیں ہوتے آپ نے کہا کہ نہیں ہوتے یہ

Marfat.com

کہہ کر اپنے ہاتھ کو چکر دینا شروع کیا اور کہنے لگے چل بے چل بے چل یہ کہنا تھا کہ خلیفہ جی قلب کو پکڑ کر لوٹ پوٹ ہو گئے ہم نے کہا کہیں ان کو بھی مار ڈالو گے بولے کہ خوب ہوا جو تم نے یاد دلا دیا خیر آئندہ یوں مناسب ہے کہ ہمیشہ چپ چاپ ہمارے سامنے آ کر بیٹھ جایا کرو خواہ ہم تمہاری جانب مخاطب ہوں یا نہ ہوں غرض ان خلیفہ صاحب کو تعلیم فرما کر رخصت کیا لیکن نقشبندیوں کے کام کے تو وہ رہے نہیں جنگل باشی ہو گئے۔

ان واقعات میں بتایا گیا ہے کہ فقیروں کو تنگ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ حالتِ جذب میں ہوں تو پتہ نہیں کیا کہہ دیں۔ ایسے بندوں کا کہا ہوا قانون بن جاتا ہے اور وہ بات پوری ہوتی ہے۔ اس لئے بندہ فقیروں کے پاس جائے ضرور لیکن ادب و احترام سے ان کے پاس بیٹھے اگر وہ خود دریافت کریں تو جواب دے اور ان سے کوئی ذکر یا فقیری طلب نہیں کرنی چاہئے یہ چیزیں اس طرح نہیں ملتیں کہ فقیری مانگی اور اسی وقت مل گئی۔ روحانیت بھی ایک مکمل کورس ہے بالکل اس طرح جس طرح دنیاوی تعلیم کا کورس ہوتا ہے اور بندہ مرشد کامل کی رہنمائی میں آہستہ آہستہ ان اسباق کی تکمیل کرتا ہے۔

شیخ کی مخالفت:

روحانی شاگرد یا طالب پر واجب ہے کہ شیخ کی مخالفت نہ کرے اور نہ دل میں اس پر اعتراض کرے۔ ظاہر میں شیخ کی نافرمانی کرنے

Marfat.com

والا گستاخ اور بے ادب ہے اور باطن میں اس پر معترض ہونے والا خود اپنی تباہی اور ہلاکت کا خواستگار ہے۔ طالب کو چاہئے کہ شیخ طریقت کی طرفداری میں اپنے نفس کو مصروف رکھے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی مخالفت سے اپنے نفس کو باز رکھے۔ اگر پیر طریقت سے خلافِ شرع کوئی عمل سرزد ہو تو اس کی حکمت تلاش کرے نہ کہ شیخ سے علیحدگی اختیار کرے۔ کسی بھی صورت میں اپنے دل میں کوئی بات نہ لائے اور یقین رکھے کہ شیخ جو کچھ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔

شیخ طریقت اگر ناراض ہو جائے یا کسی قسم کی بے اتفاقی ظاہر ہو تو شاگرد اس سے کنارہ کش نہ ہو بلکہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہیں شیخ کے حق میں اس سے کوئی گستاخی اور بے ادبی تو سرزد نہیں ہوگئی یا حق کی ادائیگی میں اس سے کچھ کوتاہی تو نہیں ہوئی۔ اگر حقوق اللہ میں کچھ قصور ہوا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عہد کرے۔ پھر اپنے شیخ سے معذرت چاہے اس کے سامنے عجز و انکساری کا اظہار کرے اور آئندہ شیخ کے حکم کے خلاف نہ کرنے کا عہد کرے اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں لگ جائے۔ شیخ کے حکم کی ہمیشہ اطاعت کرے اور شیخ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ اور سبب سمجھے۔ اسے اس مثال سے سمجھنا چاہئے کہ اگر بادشاہ کے حضور میں پہنچنا چاہے اور بادشاہ اسے پہچانتا نہ ہو تو اسے کسی درباری، بادشاہی خدمتگار یا بادشاہ کے مقرب کا وسیلہ

Marfat.com

ڈھونڈنا ہوگا' تاکہ شاہی آداب اور حضوری کے طور طریقوں سے واقف ہو جائے' پیشی اور خطاب کے آداب معلوم ہو جائیں اور اسے آگاہی ہو جائے کہ کون کون سے تحفے بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے قابل ہیں اور کون سی چیزیں بادشاہ کو پسند ہیں۔ اس لئے اس کو سب سے پہلے اسی طریقے کو اختیار کرنا ضروری ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس وسیلہ اور آگاہی کے بغیر داخل ہو جائے اور اسے ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑے اور بادشاہ سے جو غرض و مطلب واسطہ تھا وہ حاصل نہ ہو سکے۔ ہر نئے داخل ہونے والے پر ایک خوف طاری ہوتا ہے اور اسے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو آداب کی یاد دہانی کراتا رہے اور اسے اس کے مرتبے کے لائق مقام پر کھڑا کرے یا اس کا مناسب مقام اسے بتا دے تاکہ وہ بدتہذیبی اور بیوقوفی کا نشانہ نہ بنے۔

طالب یا سالک کو چاہئے کہ وہ شیخ کی مخالفت کسی بھی حالت میں نہ کرے۔ مشائخ کی مخالفت طالب کے حق میں زہرِ قاتل ہے اس لئے نہ صراحتاً مخالفت کرے اور نہ ہی کسی تاویل کے ساتھ۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ اپنے استاد کو رسوا نہ کرے اور نہ غلطی سے بھی اپنے آپ کو اس کے اوپر ترجیح دے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ اسلام سے ایک رشتے کو توڑ دیتے ہیں۔ طالب کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے سامنے ''کیوں'' کا لفظ بھی استعمال نہ کرے کیوں کہ اس لفظ میں اعتراض کی گنجائش ہوتی ہے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالیؒ بہت حیران، پریشان اور رنجیدہ خاطر تھے۔ آپ کو حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دیدار کے شوق نے بے کل و بے چین کر رکھا تھا۔ آپ کی اس اضطراری کیفیت سے آپ کے مرشد عالی مقام شیخ داؤدؒ بذریعہ کشف مطلع ہوئے۔ انہوں نے آپ کو فوراً طلب کیا اور فرمایا: ''تم اپنی بے چینی کو ختم کرو وہ مبارک گھڑی عنقریب آ جائے گی۔ جب تم اپنے دل کی بات کو اپنے سامنے پاؤ گے۔''

شاہ ابوالمعالیؒ ہر وقت اس نیک ساعت کے منتظر رہنے لگے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے مرشد شیخ داؤدؒ آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک محفل میں لے گئے۔ وہاں اور بھی بہت سے لوگوں کے علاوہ حضرت غوث اعظمؒ بھی تشریف فرما ہیں۔ اس وقت حضور غوث اعظمؒ کی دائیں طرف ایک صاحب تشریف فرما تھے۔ ان کا نام بھی ''ابوالمعالی عراقیؒ'' تھا۔ شاہ ابوالمعالیؒ پیرانِ پیرؒ کی بائیں طرف فروکش ہو گئے۔

شاہ ابوالمعالیؒ کے دل میں شاہ ابوالمعالی عراقیؒ کے بارے میں خیال آیا کہ یہ بزرگ شاید شیخ داؤدؒ سے زیادہ مرتبے کے ہیں جو انہیں پیر صاحبؒ کے دربار میں زیادہ اہمیت حاصل ہے ابھی یہ خیال آپ کے دل ہی میں تھا کہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے فرمایا، ''شاہ ابوالمعالیؒ! تمہارا مرشد تو میرا دل ہے اور دل جسم کے اندر ہوتا ہے۔'' یہ سن کر شاہ

Marfat.com

ابوالمعالیؒ کی آنکھ کھل گئی۔

حضرت غوث علی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آگرہ میں ہماری شاہ ابوابرکات صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ایک دن ہم شاہ صاحب کے ہمراہ باہر سیر کو گئے دور سے ایک گروہ فقیروں کا نظر آیا شاہ صاحب نے بڑی حقارت سے دیکھا اور فرمایا لاحول ولا قوۃ یہ بھی کوئی فقیری ہے یہ لوگ فقیر تو کیا مگر ننگ فقراء ضرور ہیں۔ اتنے میں ایک فقیر اس گروہ سے آگے بڑھ کر ہماری طرف کو متوجہ ہوا۔ اس کا قریب آنا تھا کہ شاہ صاحب کی نسبتیں سلب ہوگئیں پھر اس نے قریب آ کر شاہ صاحب سے کہا کہ صاحبزادے آپ نے یہ بھی پڑھا ہے:

خاکساراں جہاں را بحقارت مگر | تو چہ دانی کہ دریں گرد سواری باشند
نظر سے نہ دیکھ تجھے کیا معلوم | اس گروہ میں کسی کی سواری ہے

اور فرمایا صاحبزادے کیا کریں ہم مسافر ہیں ورنہ چند روز آپ کی خدمت میں رہ کر انسان بنا جائے۔

حضرت عبدالحق مولویؒ تشنگی طلب میں جابجا پھرتے رہے۔ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاءؒ کا نام سن کر پانی پت میں آئے۔ اس وقت مخدوم صاحب قوالی سن رہے تھے چونکہ حضرت عبدالحقؒ عالم باعمل اور متبع شریعت تھے یہ بدعت دیکھ کر واپس چل دیئے دن بھر قطع مسافت کی شام کو پہنچے تو وہی پانی پت تین روز یہی کیفیت رہی چوتھے دن چلے تو جنگل میں ایک آدمی نظر آیا اس سے پوچھا میاں ہم راہ بھول گئے ہیں ہم

Marfat.com

کو راہ بتا دو۔ وہ بولا کہ صاحب جو راہ تم ڈھونڈتے ہو وہ تو مخدوم جلال الدین" کے دروازے پر ہے۔ آخر واپس ہوئے اور مخدوم صاحب کی خدمت میں آ کر بیعت کی۔ مخدوم صاحب نے اسی دم خرقہ خلافت عطا کیا اور رخصت فرمایا۔

جب بابا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ' خواجہ معین الدین چشتی" کی خدمت میں باارادہ بیعت حاضر ہوئے تو اس وقت خواجہ صاحب ایک درخت خشک سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے بابا صاحب کو خیال آیا کہ تعجب ہے جس درخت کو خواجہ صاحب نے کمر لگائی وہ خشک رہے ایک نظر جو ڈالی تو درخت سرسبز ہوگیا خواجہ صاحب نے نگاہ کی تو وہ پھر خشک ہوگیا غرض دوبارہ اسی طرح الٹ پلٹ ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فرید تم فقیری کرنے آئے ہو یا خدا سے لڑنے مرضی الٰہی تو یوں ہے کہ درخت خشک رہے تم اس کو ہرا بھرا کئے چاہتے ہو جاؤ قطب الدین کے پاس وہ ذرا تمہاری خبر لے گا اور وہیں تمہارا حصہ ہے، حسب ارشاد پرانی دلی میں آئے اور قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی عمر کم تھی بچوں کے کھیل کود کا تماشا دیکھ رہے تھے بابا فرید کے دل میں خیال آیا کہ پیر تو ملا مگر لڑکا ہے ان کو یہ ضمیر منکشف ہوئی فوراً حجرہ کے اندر گئے اور بوڑھے بن کر نکل آئے فرمایا کہ لو اب میں تمہاری پیری کے قابل ہوگیا بابا صاحب فوراً ہی بیعت ہوئے۔

مولانا روم" فرماتے ہیں کہ کفار جب کسی رسول کو نہیں مانتے

Marfat.com

تو اس میں نقصان رسول کا نہیں بلکہ ان کا اپنا نقصان ہے۔ اسی طرح اگر بیمار طبیب کا، شاگرد استاد کا، مرید پیر کا اور دھوبی سورج کا دشمن بن جائے تو غور کرو نقصان کس کا ہے۔ اگر تم بدصورت ہو تو بدعادت نہ بنو۔ کوئی حاسد اگر امیر سے حسد کرے تو یہ اس کے لئے اس کی غربت سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ ابوجہل کا نام ابوالحکم تھا مگر رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ذلت محسوس کرتا تھا اور ایسا احساس پیدا کرنے کے باعث اور حسد سے ابوجہل بن گیا۔ حسد سے بہت سے لوگ نااہل بن جاتے ہیں مگر نیک عادت والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا۔

کچھ مریدین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنے شیخ سے جب تک کچھ مفادات حاصل ہوتے رہیں تو ان کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں اور جب کبھی مرضی کے خلاف کوئی بات ہوگئی یا کوئی مراد پوری نہ ہوئی تو فوراً رابطہ توڑ لیا۔ ایسے مریدین خود اپنا نقصان کرتے ہیں۔

حضرت ابوعلی دقاقؒ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے شیخ کی صحبت میں آئے اور پھر اس پر اعتراض کرے بلاشبہ اس کی بیعت ٹوٹ گئی۔ اس پر واجب ہے کہ تجدید بیعت کرے۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں ایک بزرگ تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے کہ حضرت میں تو آپ کی بڑی تعریف سن کر آیا تھا لیکن آپ تو بلکل خالی ہیں۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ صاحب ہمیں تو آج تک یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ہم خالی ہیں یا

Marfat.com

بھرے۔ بہت سے فقراء سے ملے اکثر بزرگوں کی خدمت میں گئے کسی نے یہ پتہ نہ دیا الحمدللہ آپ کی زبان سے یہ عقدہ حل ہوگیا۔ اتنی بات کہہ سن کر وہ بزرگ قلندر صاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے وہاں سے روتے پیٹتے ہوئے بھاگے آئے اور جناب و قبلہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عذر و معذرت کرنے لگے کہ برائے خدا میرا قصور معاف فرمائیے مجھ کو یہ حال معلوم نہ تھا حضرت نے فرمایا صاحب وہ بھی تمہارا ہی گمان تھا اور یہ بھی تمہارا خیال ہے۔ ہم تو جیسے تب تھے ویسے ہی اب ہیں نہ آپ کے اقرار سے کچھ بیشی ہوئی نہ انکار سے کچھ کمی ہمارا قصور تو آپ نے کچھ کیا ہی نہیں جس کی معافی واجب ہو۔

فقیر کے بارے میں کوئی رائے اپنے ذہن میں اس قسم کی نہیں لانی چاہئے کہ یہ خالی ہیں یا ان کے پاس کچھ نہیں۔ اور نہ ہی ان کی صحبت میں اس نیت سے جانا چاہئے کہ ان کی آزمائش کریں۔ کوئی آدمی اتنی جلدی کسی کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔ کیونکہ بندے کی کثیف روشنیاں فقیر کی صحبت میں آہستہ آہستہ لطیف ہوتی ہیں۔ ایک دم سے اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور جلدی میں بندہ یہ سمجھتا ہے کہ فقیر خالی ہے یا اس کے پاس علوم نہیں ہیں۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ ایک دن مرشد کی جستجو میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ اونگھ آ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کی پانچویں پشت کے جد امجد سید عبدالحکیم کا تخت نیچے اترا ہے۔ انہوں نے پوچھا ” تم کون

Marfat.com

ہو؟'' آپ نے جواب دیا۔ '' میں سید عبداللہ بن سید درویش محمد ہوں۔'' انہوں نے کہا بیٹا ہمیں پیاس لگی ہے۔ بلھے شاہ نے دودھ کا پیالہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے کچھ خود پیا کچھ بچا کر بلھے شاہ کو عنایت فرمایا اور کہا ''لو بیٹا پی لو۔'' اس دودھ کا پینا تھا کہ آپ سرمست اور بے خود ہو گئے اور نور معرفت سے ان کا قلب منور ہو گیا۔ اس پر سید عبدالحکیم نے فرمایا۔ ''بیٹا ہمارے پاس یہ تمہاری امانت تھی جو ہم نے تمہیں عنایت کر دی ہے۔ آج سے دس روپیہ تمہارا روزینہ مقرر ہے۔ اب مرشد کی تلاش کرو جو تمہیں علوم معرفت سے آگاہ کرے۔''

اس کے بعد آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ گھر واپس آئے اور اپنے محترم والد کو یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا '' بیٹے تم سے بھول ہو گئی۔ اگر ایسے بزرگ سے ملاقات ہو گئی تھی تو ان سے کہنا تھا کہ آپ کو چھوڑ کر اور کون سا مرشد تلاش کروں۔'' آپ نے والد صاحب سے عرض کی ''اب فرمایئے وہ کہاں مل سکتے ہیں۔'' آپ کے والد صاحب نے مراقبہ کے ذریعے معلوم کر کے بتایا کہ وہ اس وقت ساندہ میں مقیم ہیں۔ حضرت بلھے شاہؒ اسی وقت گھر سے روانہ ہوئے اور ساندہ کی مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ چنانچہ سید عبدالحکیم سے پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے بلھے شاہؒ کو مولوی شاہ عنایت قادریؒ سے رجوع کرنے کو کہا۔ وہاں سے آپ گھر تشریف لائے اور اپنے والد کو حقیقت سے آگاہ کیا اور بیعت کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور دستار

Marfat.com

مرشد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اور کچھ رقم دی اور ساتھ نصیحت بھی کی کہ کہیں تکبر میں نہ آ جانا۔ بلکہ نہایت عجز و عقیدت کے ساتھ مرشد کی خدمت میں حاضری دینا اور جو تعلیمات وہ دیں ان کو غور سے سن کر ان پر عمل کرنا۔

والد صاحب سے رخصت ہو کر حضرت بلھے شاہؒ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں خیال آیا کہ میں تو سید ہوں اور جدِ امجد کی طرف سے میرا روزینہ بھی مقرر ہے اس لئے شاہ عنایت کو مجھے بیعت میں لینے کے لئے کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔

ان دنوں مولوی شاہ عنایت قادریؒ بھاٹی دروازہ میں اونچی مسجد کے پیش امام تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جب آپ شاہ عنایتؒ کی خدمت میں پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا تو آپ نے فرمایا'' پہلے ایک کام کرو پھر مرید کریں گے۔ اب دوپہر کا وقت ہے وہ کام کر کے مغرب کی نماز ہمارے ساتھ آ کر پڑھنا۔ کام یہ ہے کہ پانچ سو نقد روپیہ، پانچ سو کا گھوڑا، پانچ سو کی ایک پوشاک اور پانچ سو روپے کے طلائی کنگن لے آؤ پھر بیعت کریں گے۔''

آپ وہاں سے نکلے تو بہت پریشان تھے کہ ان شرائط کو کیسے پورا کروں اتنی تو میری اوقات بھی نہیں اور گھر سے کچھ نقد لے کر بھی نہیں آیا ہوں جو دو ہزار روپیہ کی شرائط پوری کر سکوں۔ اسی ادھیڑ بن میں دریائے راوی کے کنارے آ کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ بہت ہی مایوس ہو گئے اور دل میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ دریا میں ڈوب مروں تاکہ شرمندہ ہونے سے بچ جاؤں۔ اسی وقت کسی نے آواز دی ''لڑکے ذرا میری بات سنو۔''

آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک نقاب پوش سوار گھوڑے سے اتر رہا تھا اس نے قریب آ کر آپ سے کہا میں نہانا چاہتا ہوں ذرا میرا گھوڑا تھام رکھو اور میرے سامان کی حفاظت کرو۔ اس نقاب پوش نے پہلے آپ کو پانچ سو روپے کی تھیلی پکڑائی۔ پھر ہاتھوں سے طلائی کنگن اتار کر دیئے اور پھر اپنی قیمتی پوشاک جو پانچ سو روپے کی تھی آپ کے حوالے کر کے دریا میں غوطہ زن ہوا اور ایسا غوطہ لگایا کہ پھر نہ ابھر سکا۔ آپ ظہر سے عصر تک وہاں بیٹھے رہے۔

بلآخر یہ سوچ کر وہاں سے اٹھ آئے کہ وہ بیچارا تو دریا میں ڈوب گیا ہو گا اور قدرت نے یہ چیزیں مجھے مہیا کر دی ہیں جو مرشد نے مانگی تھیں۔ چنانچہ آپ یہ چیزیں لے کر شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مولوی شاہ عنایتؒ کی پوشاک اور گھوڑے کو پہچان لیا اور مولوی صاحب کے پاس لے گئے۔ مولوی صاحب نے آپ سے سب چیزیں لے لیں اور فرمایا ''برخوردار بس یہی شیخی تھی کہ ڈوب مرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے تم تو سید ہو اور بڑے خوبرو ہو اور تمہارا دس روپیہ روزینہ بھی مقرر ہے جبکہ میں ایک باغبانی کرنے والا آرائیں ہوں میں تمہیں کیا فیض دے سکتا ہوں۔'' آپ نے عرض کی ''جناب میرا سب کچھ آپ کی نظر

Marfat.com

اور آپ پر نچھاور ہے۔'' بلھے شاہ کی یہ عقیدت مندی اور خلوص دیکھ کر شاہ عنایتؒ نے آپ کو بیعت کر لیا اور باطنی علوم سے بہرہ ور کیا۔

Marfat.com

باب چہارم

گناہوں سے توبہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اے ایمان والو! تم تمام توبہ کرو اور اللہ کی طرف خلوص کے ساتھ رجوع کرو۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

''جنہوں نے توبہ نہیں کی،وہ ظالم ہیں۔''

بعض مشائخ نے بیان کیا ہے کہ کسی گناہ سے توبہ کرنے میں تمہاری غفلت اس گناہ سے زیادہ بری ہے جس کا تم نے ارتکاب کیا اور اگر کسی شخص کو قبل توبہ موت آجائے تو اس کا معاملہ اللہ پر ہے (چاہے بخشے یا عذاب دے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تیرا رب مغفرت کرنے والا ہے لوگوں کی باوجود ان کے ظلم کے۔''

توبہ کا وقت اُس وقت تک باقی ہے جب تک روح حلقوم تک نہ پہنچ جائے یا یہ کہ توبہ کا دروازہ بند ہوجائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

''جس دن تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی تو اس وقت کسی انسان کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا، جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان سے بھلائی نہ حاصل کی ہو۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو نوجوان تائب ہو تو وہ اللہ کا دوست ہے اور ان لوگوں میں اسکا شمار ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

''اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔''

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیعت ہونے کے بعد اپنے پچھلے تمام گناہوں پر سچے دل سے توبہ کرے۔

معاشرتی زندگی:

سالک کو چاہئے کہ ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آئے باطن خواہ اس سے خوش ہو یا ناخوش کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم و مناسب بات کرے اور کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔

اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور ان کا حق ادا

Marfat.com

کرنا چاہئے۔ باطنی احوال کو کسی سے بیان نہیں کرنا چاہئے۔ لوگوں کے عیبوں پر نظر نہیں رکھنی چاہئے اور اپنے آپ کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دینی چاہئے۔

مرید کو چاہئے کہ کسی پیر بھائی یا غیر کی مرشد سے چغلی یا برائی ہرگز نہ کرے اس فعل کے باعث مرشد کے دل سے اس کی بے وقعتی ہو جاتی ہے جو کہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔

اگر کسی پیر بھائی پر مرشد اس کی نالائقیوں کی وجہ سے ناراض و غصہ ہوں تو مرید کو احتیاط کرنی چاہئے کہ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالے جو مرشد کو بھڑکانے یا غصہ میں لانے والی ہو کیونکہ مرید، پیر بھائی اور مرشد کے باطنی تعلق سے بے خبر ہے۔

اگر کسی پیر بھائی پر مرشد خوش ہوں اور ترقی و مدارج فرمائیں تو مرید کو حسد نہیں کرنا چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ میرے روبرو جو یہ اظہار خوشی و ترقی ہو رہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مرشد چاہتے ہیں کہ میں بھی یہ کام کروں تاکہ مجھ سے بھی مرشد خوش و راضی ہو جائیں۔ حسد کر کے انسان اپنا نقصان خود کرتا ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ سالک کو ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی بجائے ایک دوسرے کو اوپر جانے میں مدد دینا چاہئے تاکہ وہ اوپر آکر آپ کا بھی بازو پکڑے۔ اگر آپ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں لگ جائیں گے تو کوئی بھی منزل تک نہ جا سکے

Marfat.com

گا۔

مرشد اگر کسی کی نالائقیوں کے باعث اس سے ناراض ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ کسی اپنے یا بیگانے سے اس امر کو ظاہر نہ کرے کیونکہ یہ راز خاص اس کا ہے اور اس کے ساتھ دوسرے کسی شخص کی اس میں مداخلت نہیں، نہ ہی کوئی دوسرا مرشد کو اس سے راضی کروا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ عام مرید خود اس ناراضگی کے دفعیہ کی فکر میں گرفتار ہے۔ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے نہایت عجز و انکساری اور بے حد ادب کے ساتھ ملتجی ہو کہ یا رب العالمین میں نے جو میرا خاصۂ بشریٰ تھا تیرے مقبول بندے کو اپنے سے ناراض کرلیا۔ اب مجھ میں کسی طرح سے اس کے راضی کرنے کی طاقت نہیں رہی تو ہی ہر شئے پر قادر ہے تو ان کو مجھ مسکین سے راضی کرنے کی طاقت و قدرت رکھتا ہے ورنہ کوئی اور سبیل نہیں ہے۔ اب تو ہی اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ ان کو مجھ سے راضی کر دے۔ جب مرید عجز وانکساری کے ساتھ اس کے عالی دربار میں گر جاتا ہے تو مرشد راضی بہ خوش ہو جاتے ہیں کیونکہ مرشد کی ناراضگی اہلِ دنیا کی سی نہیں ہوتی جو مرے بغیر دل سے نہ نکلے بلکہ ان کی ناراضگی محض خدا تعالیٰ کے واسطے ہوتی ہے۔ جب سالک مرشد کے سامنے جا گرا اور اپنی ہمت پست کر دی تو مرشد راضی ہو جاتا ہے کیونکہ مرشد کی اصل رضا ہی یہی ہے کہ مرید اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ بن جائے اور اپنی خواہشوں اور نفس و شیطان سے دور رہے۔

Marfat.com

کہا گیا ہے کہ بزرگی تین چیزوں میں ہے بڑوں کی عزت کرنا' ہمسروں کی مدارت کرنا اور کم درجہ شخص سے نفسانیت کو دور کرنا۔

کہا گیا ہے کہ ہم نشین تین ہیں: ایک وہ جس سے تم استفادہ کر سکو' اسے ہرگز نہ چھوڑو۔ دوسرا وہ ہے جسے تم فائدہ پہنچا سکو اس کی عزت کرو۔ تیسرا وہ ہے جس سے نہ تم مستفید ہو سکو اور نہ وہ تم سے فائدہ اٹھا سکے اس سے بھاگو۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ انسان کے لئے یہ برائی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ اگر اس کے گھر میں کوئی مہمان آئے تو اس سے خوش اسلوبی کے ساتھ پیش آئے۔ آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ انسان کے لئے یہ بات باعثِ ہلاکت ہے کہ اس کے بھائیوں میں سے کوئی شخص اس کے پاس آئے اور جو کچھ گھر میں ہے وہ اسے حقیر سمجھ کر پیش نہ کرے اور اس کے پاس آنے والوں کی ہلاکت اس میں ہے کہ جو چیز ان کے سامنے پیش کی جائے اسکو وہ حقیر سمجھیں۔

لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کی مثال غذا کی ہے کہ ان کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا۔ ایک دوا کی طرح ہوتے ہیں کہ ان کی بعض اوقات ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مثلِ بیماری کے ہے جس سے بچنا اور دور رہنا ضروری ہے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ سائل کو دو اگرچہ وہ گھوڑے پر ہی بیٹھ کر کیوں نہ آیا ہو۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ سائل کو ہرگز مت جھڑکے۔ کسی طالب کا سائل کو رد کرنا جائز نہیں جس حد تک کسی کی مدد کر سکتا ہو ضرور کرے اگر مدد نہ کر سکے تو محبت کے ساتھ معذرت کرے۔ حضرت ممشاد دینویؒ کے پاس جب غریب لوگ آتے تو وہ بازار میں جاتے اور دکانوں سے جو کچھ ملتا جمع کر کے لاتے اور ان کو دے دیتے اور اس چیز کو وہ سوال نہیں سمجھتے تھے کیونکہ یہ نیکی اور پرہیزگاری میں مدد دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو نوجوان ہونے کے باوجود عابد ہو اور جو مصیبت زدہ ہو کر صابر ہو اور فقیر ہو کر خوش رہے۔

طالب کو چاہئے کہ اگر اس پر کوئی مصیبت آ گئی ہے تو بیقراری کو ترک کرے کسی سے شکایت نہ کرے اور صبر و شکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''صبر کرنے والوں کو اس کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔''

ایسی صورت میں طالب کو شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ ان لوگوں پر مصیبت اُس وقت آسان ہو جاتی ہے جب وہ اپنے محبوب کو پیشِ نظر رکھتے ہوں تب وہ اس مصیبت سے لذت یاب ہوتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ جو طالب اپنے دعویٰ میں سچا اور اپنی مصیبت کی حقیقت کو سمجھتا ہو اس کو زمانے کا تغیر متاثر نہیں کر سکتا اور مصیبتوں اور

Marfat.com

ملامتوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''قوی مومن اللہ کو زیادہ محبوب ہے ضعیف مومن سے۔ وہ چیز جس سے ہم کو نفع پہنچ سکتا ہے اس پر حرص کرو اور اللہ سے مدد چاہو اور عاجز نہ بنو اور اگر کوئی مصیبت آئے تو کہو کہ اللہ نے اس کو مقدر کیا تھا اور اس نے جو چاہا کیا اور اس بات سے ڈرتے رہو کہ شیطان کے عمل کا کوئی دروازہ تم پر نہ کھلے۔'' یعنی شیطان تم کو گمراہ نہ کر دے اور اس کا داؤ تم پر کارگر نہ ہو جائے۔

طالب کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی رضا مطلوب ہونی چاہئے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہئے اور ایک دوسرے کو ایک سا سمجھنا چاہئے کسی کو بڑا چھوٹا یا اعلیٰ عرفہ خیال نہیں کرنا چاہئے اور کسی کے پیچھے ان کی غیبت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ طالبِ حق کے لئے کسی کی برائی کرنا نہایت ہی برا عمل تصور کیا جاتا ہے۔ طالبِ حق کو چاہئے کہ وہ دوسروں کی پردہ پوشی کرے کسی کے عیب ظاہر نہ کرے۔

سالکینِ حق کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ باوضو رہیں کیونکہ اولیاء کرام میں خاص و عام کوئی بھی کسی بھی وقت بغیر وضو کے نہیں رہتے۔ وضو کرنے سے دل کو شفا حاصل ہوتی ہے اور طبیعت کا حلال دور ہوتا ہے۔ ہمیشہ باوضو رہنا چہرہ پر نور پیدا کرتا ہے۔ سالکین کے لئے ضروری ہے کہ نماز میں اللہ کے ساتھ ربط قائم کریں۔

Marfat.com

سالکین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ریاضت اور مجاہدے کو شمار میں نہ لائیں اور یہ سمجھیں کہ میں نے کچھ نہیں کیا جو وقت گزر جائے اسے یاد نہ کرے اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے ضائع نہ کرے۔ گزرے ہوئے لمحات پر افسوس کرنے سے بہتر ہے کہ موجود لمحے کو افسوس کی نظر نہ کرے اور بہتر سے بہترین گزارے۔ پیر کا حکم بجا لانے میں بڑی مستعدی سے کام لے اور خفیف باتوں پر توجہ نہ کرے۔ نفس کی خواہش پر ہرگز عمل نہ کرے۔ علم و عقل پر ہرگز فخر نہ کرے۔ طالب کا دو باتوں پر خیال رکھنا ضروری ہے ایک تزکیہ نفس دوسرے نفس کا پاک کرنا اور خدا کی طرف پوری توجہ کرنا۔ انہی دو باتوں کے لئے انبیاء معبوث ہوئے اور انہی دو باتوں کی انہوں نے تعلیم دی۔ تزکیہ نفس یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کو روک رکھے اور توجہ یہ ہے کہ اپنے اندر سے شک دور کرے۔

طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ تب تک سفر اختیار نہ کرے جب تک کہ مرشد اس کو اس کی اجازت نہ دے دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر طالب کو کسی کی ذات سے تکلیف پہنچ جائے تو اسے بلاتوقف معاف کر دے اس لئے کہ انتقام کا جذبہ اعصاب کی قوت ختم کر دیتا ہے۔ سالک کو چاہئے کہ غیبت' عیب جوئی و چغلخوری سے پرہیز کرے۔ اگر اس کے پاس نوکر چاکر ہوں تو ان پر کہر و غضب اور مار پیٹ نہ کرے۔ زیادہ سے زیادہ ایسے لوگوں کی محفل میں بیٹھے جو زاہد و نیک

Marfat.com

ہوں۔ طالب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نہ جنت کی طلب کرے اور نہ ہی دوزخ کا خوف کھائے کیونکہ جنت' دوزخ تو منزل کے پڑاؤ ہیں۔ جس کسی پر اسکا حق ہے اس کو معاف کر دے اور کسی کی دل آزاری نہ کرے۔

اپنا علم یا اپنا کام دوسروں پر جان بوجھ کر ظاہر نہ کرے اگر کوئی بات خود بخود ظاہر ہو جائے تو اس کی طرف توجہ نہ دے۔ نماز مراقبہ ذکر و فکر سے فارغ ہو کر حکایاتِ بزرگان پڑھے۔ مرید ایسا ہونا چاہئے کہ جس قدر اس کو دیا جائے اس سے زیادہ طلب کرے نیز سخی ہونا بھی ضروری ہے کہ جان و مال سے دریغ نہ کرے۔ طالب کو چاہئے کہ صلاح و اصلاح کا سبب بنے نہ کہ فساد کا۔ اگر طالب و مرید فساد پیدا کرنے کی باتیں کرے تو وہ طالب و مرید نہیں' طالب نام و نسب پر فخر نہیں کرتا۔

سونے کے آداب:

نیند ایک ایسی چیز ہے جس کو بندہ ختم نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے مگر اس کو کم ضرور کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جو ۱۶۔ ۱۶ گھنٹے سوتے ہیں مگر ان کی کمر نہیں دکھتی یعنی انہوں نے اپنی نیند بڑھا لی اور ایسے لوگ بھی ہیں جو تین گھنٹہ سوتے ہیں اور تین گھنٹہ سونے کے بعد بڑے چاق و چوبند رہتے

Marfat.com

ہیں اور حاضر دماغ بھی ہوتے ہیں۔

میرے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں''
جب میں کالم لکھا کرتا تھا تو عموماً ۱۹ گھنٹہ روز کام کرتا تھا۔ سارے خطوط کے میں خود ہی جواب دیا کرتا تھا۔ ۱۹ گھنٹے میں میں کبھی نہیں تھکا۔ اس میں ذوق و شوق کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ میرے پیرومرشد حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ سے دوستی کرنی ہے تو مخلوق سے محبت کرو خدمت کرو۔ تو اس ذوق وشوق میں نیند کا مجھ پر کوئی غلبہ نہ ہوتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

> ''اے پیغمبر! رات کو آدھی رات گزر جانے یا آدھی رات سے کم گزر جانے یا تھوڑی زیادہ گزر جانے تو اٹھو اور اٹھ کر قرآن پڑھو۔''

اگر نیند پر قابو پانا چاہیں تو جس طرح انسان زیادہ سونے سے بیمار ہو جاتا ہے اسی طرح اگر ایک دم نیند کم کر دی جائے تو انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ ایک انسان کی نیند کا وقفہ ۵ گھنٹہ ہے اور وہ کم کر کے ۴ گھنٹے کر دے تو بیمار نہیں ہوگا مگر اگر وہ ایک دم کم کر کے ۲ گھنٹہ کر دے تو بیمار ہو جائے گا۔ ۵ گھنٹے کی نیند انسان کے لئے کافی ہے انسان چست بھی رہتا ہے صحت بھی اچھی رہتی ہے اور بھوک بھی لگتی ہے۔ اگر کسی چیز کو اعتدال میں رہ کر آہستہ آہستہ کیا جائے اور اسکے پیچھے کوئی رہنما بھی ہو استاد بھی ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ نیند

Marfat.com

میں کمی سے بلاشبہ لاشعور بیدار ہوتا ہے۔

علماء اکرام کا کہنا ہے کہ سالک کو اللہ سے غافل ہو کر نہیں سونا چاہئے۔ اسے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ان کی نیند اللہ کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصے میں عبادت کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا سالکین طریقت کے لئے نہایت مفید عمل ہے۔ سوتے وقت سیدھے پہلو سونا چاہئے اور اللہ کی یاد میں سونا چاہئے اور صبح اٹھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے وقتی موت سے انسان کو پھر زندگی دی۔ کہا گیا ہے کہ دن نکلنے کے بعد سونا خلافِ عادت ہے اور دن کے درمیان سونا فطری بات ہے اور دن کے آخر میں سونا حماقت ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''نیند موت کا بھائی ہے''۔

طالبِ حق کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت تک سوئے جب غلبہ نیند کی حالت زیادہ ہو کیونکہ اگر غنودگی اور غفلت میں زیادہ رہے گا تو اس حالت میں اس کا مقصود اس سے کھو جائے گا۔ اور اپنے آپ سے اور اپنے معاملہ میں غافل اور حق تعالیٰ سے دور رہ جائے گا۔

طالبِ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ سونے سے پہلے اپنے تمام دن کا احتساب کرے اور اگر کہیں زیادتی ہوگئی ہو تو خدا تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئیندہ نہ کرنے کا عظم کرے۔ راہِ حق میں جب سالک اس درجے پر پہنچ جائے کہ اس کا اپنا اختیار ختم ہو جائے تو وہ نیند یا بیداری جس حالت میں بھی ہو عزیز ہی ہوتا ہے۔ پس طالبِ حق کی نیند کے لئے

Marfat.com

شرط ہے کہ اپنی ابتدائی عمر کی نیند کو اپنے آخری دور کی نیند کی طرح سمجھے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، ناراض لوگوں کو راضی کرے، اچھی طرح وضو کرے، داہنے پہلو پر قبلہ رخ ہو کر سوئے۔ دنیا میں کئے ہوئے اچھے کاموں اور اسلام کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے اور عہد کرے کہ اگر بیدار ہوا تو گناہوں کا ارتکاب نہ کروں گا۔ پس جس شخص نے بیداری میں یہ کام کر لئے اسے نیند یا موت سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ طالبانِ حق کے لئے دوسری نیند اچھی تصور نہیں کی جاتی اس لئے صرف ایک بار ہی سونا چاہئے۔ بے کاری اور نیند بندے کے لئے فراموشی پیدا کرتی ہیں۔

اہل و عیال سے برتاؤ:

سالکین کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیوی بچوں کے ساتھ برتاؤ شفقت و مدارات کے ساتھ رکھے اور انہیں ادب سکھائے اور خدا کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

ترجمہ: "بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے"۔

سالک پر لازم ہت کہ اپنے نے اہل و عیال پر دستور کے مطابق حلال کمائی خرچ کرے۔

اگر طالب اہل و عیال رکھتا ہو اور والدین اس کی زیرِ پرورش

Marfat.com

ہوں تو ان کی کفالت اس کے ذمہ ہے۔ مخصوص اوقات میں کوشش کرے ان کے حقوق ادا کرنے میں کسی قسم کی بے توجہی نہ کرے اور معاش کو صرف اپنے پیٹ بھرنے کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ اس سے لوگوں کی معاونت مقصود ہو۔

آدابِ لباس:

ان کے آداب میں یہ ہے کہ وہ جس وقت جو لباس میسر آئے بغیر تکلیف اور اپنی پسند کے پہنتے ہیں اور اس بات پر قناعت کرتے ہیں کہ سردی اور گرمی سے بچیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ پاکی ایمان ہے۔ بے شک فقر اللہ کی طرف سے مگر کپڑوں پر میل نہیں ہونی چاہئے۔ صوفیاء شہرت کے لئے کپڑے پہننے کو مکروہ جانتے تھے۔

کھانے کے آداب:

بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ادب سکھایا ہے کہ فقراء کو وہی کھلانا چاہئے جو ہم خود کھاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی کھانا شروع کرے تو بسم اللہ کہے اور پہلے کہنا بھول جائے تو جب کبھی یاد آجائے اول سے آخر تک کبھی بھی کہے۔ نبی کریم ﷺ نے کٹوروں کی طرف اشارہ کرکے یہ بھی فرمایا کہ اس کے اطراف سے

Marfat.com

کھاؤ بیچ میں سے نہ کھاؤ کیونکہ برکت بیچ میں نازل ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ سے بہ صحبت یہ ثابت ہے کہ وہ کل کے لئے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے اور کھانے کا ذکر زیادہ نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ حرص پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے کھانے کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے گلاؤ اور کھا کر نہ سو جاؤ اس سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

بعض مشائخ نے کہا ہے کہ برادرانِ دین کے ساتھ کھانا خوش طبعی کے ساتھ ہونا چاہئے اور اجنبیوں کے ساتھ ادب کے ساتھ اور فقراء کے ساتھ ایثار سے۔ جب ایک جماعت کے ساتھ کھانا کھائے تو کھانے سے ہاتھ اس وقت تک نہ روکے جب تک کہ دوسرے ساتھی بھی کھانا ختم نہ کرلیں۔ کھانا بھوک رکھ کر کھانا چاہئے۔

بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ میزبان پر تین چیزیں واجب ہیں یہ کہ مہمان کو حلال چیز کھلائے اور اس کے نماز کے اوقات کا خیال رکھے اور جو کھانا وہ کھلا سکتا ہے اسے مہمان سے نہ روکے۔ لیکن مہمان پر لازم ہے کہ وہاں بیٹھے جہاں میزبان بٹھائے اور جو کچھ اس کے سامنے لایا جائے اس پر راضی رہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ''جس شخص کی مصروفیت صرف اس چیز میں ہو جو اس کے پیٹ میں داخل ہوتی ہے تو اس کی قیمت صرف وہ ہے

Marfat.com

جو پیٹ سے نکلتا ہے''۔

راہِ حق کے طالب کے لئے زیادہ کھانے سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا:

''جو لوگ کافر ہیں وہ دنیا میں فائدہ حاصل کرتے ہیں اور کھانے میں جس طرح جانور کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے''۔

کھانا کھانے کو بھی دوسرے اعمال کی طرح اللہ کے ساتھ منسوب کرنا چاہئے اور طالبِ حق کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ میں نہیں کھا رہا اللہ کھلا رہا ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ مجھے حیرت ہے کہ لوگ کھاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ اتنے لوگ تلوار سے ہلاک نہیں ہوتے جتنے کھانے سے ہلاک ہوئے ہیں یعنی وہ اتنا کھاتے ہیں کہ بیمار ہو جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ انسان اپنی غذا کم بھی کر سکتا ہے اور اعتدال سے ہٹ کر زیادہ سے زیادہ بھی کر سکتا ہے۔

حضرت شاہ دولہ دریائیؒ فرماتے ہیں کہ ''پختہ کار آدمی کو طمع خام کا آرزومند ہونا فائدہ نہیں دیتا۔'' آپ کا خیال ہے کہ مشغولی کے لئے جنگل کو جاؤ تو کچھ کھا کر جاؤ یا کھانا ساتھ لے کر جاؤ۔ اس میں دو مصلحتیں ہیں ایک یہ کہ سالک کو بھوک سے بڑھ کر کوئی خطرہ نہیں۔ بھوک کے اگرچہ فائدے بھی بہت ہیں لیکن اسکی وجہ سے دل کو بہت قلق اور اضطراب لاحق ہوتا ہے یہ بھوک کے فائدوں پر غالب آ سکتا ہے۔ اس

Marfat.com

لئے اگر کچھ کھا لیا جائے تو خطرات رفع ہو جاتے ہیں اور دل کو قرار اور اطمینان میسر آ جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی اپنا کھانا غارِ حرا میں لے جاتے تھے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے اور جب آپ ﷺ کے کھانے کا سامان ختم ہو جاتا تو پھر گھر تشریف لے آتے۔ یوں گھر والوں کی خیریت بھی دریافت ہو جاتی اور دوسرے کھانا وغیرہ کا بھی از سرِ نو بندوبست کر لیتے اور واپس غارِ حرا میں چلے جاتے۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے ایک مرید نے آپ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے صوفیائے کرام کو کھانے پینے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا بھوک اور پیاس کا احساس ختم ہو جانے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ کھانے پینے کے بغیر بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ دوسری یہ کہ کھانے پینے کی حاجت کا تعلق خاکی وجود سے ہے جب خدا کے بندے بشریت کی منزل سے گذر کر فنا کی حدود میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

آدابِ اعضاء:

حضرت شاہ بن شجاعؒ نے کہا ہے کہ انسان کے ہر عضو کا ایک ادب ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق

Marfat.com

پوچھ گچھ ہوگی۔''

بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ انسان کا حسنِ ادب یہ ہے کہ انسان کا کوئی عضو بجز رضائے الٰہی کے حرکت نہ کرے۔

گفتگو کے آداب:

اللہ نے زبان کو قلب کا ترجمان اور خیر وشر کی کنجی بنایا ہے۔ زبان کا ادب یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر سے سرشار رہے اور لوگوں کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرے اور انہیں دعا دے چھوٹوں کو وعظ و نصیحت کرے اور ایسی بات نہ کرے جو انہیں ناگوار ہو۔ کسی کی غیبت نہ کرے نہ چغل خوری کرے اور نہ گالی دے اور نہ ہی بیکار باتوں میں منہمک ہو۔ اگر مرید کسی جماعت میں ہو تو ضرورت کے وقت بولے اور بیکار باتوں میں نہ بولے۔ ہر جگہ وہاں کی حالت کے مطابق گفتگو کرے۔ کہا گیا ہے کہ اگر تم اپنے قلب کی حفاظت چاہتے ہو تو اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ طالب کو چاہئے کہ خاموشی اختیار کرے کیونکہ خاموشی جاہل کے لئے پردہ پوشی اور عقلمند کے لئے زینت ہے۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس چیز کے متعلق میں اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ زبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اس آدمی سے زیادہ اچھا گفتگو کے اعتبار سے کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔''

Marfat.com

اہلِ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بغیر ضرورت کے ہرگز نہ بولیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''پس خاموشی میں بڑے فائدے اور کامیابیاں ہیں جبکہ بولنے میں بہت مصیبتیں ہیں۔''

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ:

''جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے کیونکہ مشاہدے میں بیان ایک حجاب ہوتا ہے یعنی جب بندے پر طریقت کی راہ کھل جاتی ہے تو وہ گفتار سے مستغنیٰ ہو جاتا ہے کیونکہ الفاظ تو غیر کی اطلاع کے لئے ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ احوال کی تفسیر سے بے نیاز ہیں۔''

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخش اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں:

''تمام کلام دو طرح کے ہوتے ہیں اور تمام سکوت بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کلام حق ہے اور دوسرا باطل۔ اور ایک سکوت حصولِ مقصد اور مشاہدہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا غفلت کی وجہ سے۔ پس کلام کرنے اور خاموش رہنے کے وقت ہر شخص کو اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہئے کہ اگر اس کا کلام حق کے لئے ہے تو اس کی گفتار اس کی خاموشی سے بہتر ہے اور اگر کلام باطل ہے تو پھر سکوت، کلام سے بہتر ہے۔ اسی طرح سکوت اگر غفلت اور حجاب کی وجہ سے ہے تو پھر

Marfat.com

گفتار خاموشی سے بہتر ہے۔''

طالب جب گفتگو کرے تو ضروری ہے کہ حق بات کے سوا کچھ بھی نہ کہے۔ کسی کو اسکی زبان سے تکلیف نہ پہنچے۔ مریدین کو چاہئے کہ وہ مرشد کے کلام میں ہرگز دخل نہ دیں نہ ہیر پھیر کریں۔ حق کی تعریف یقین ہے۔ جس بات پر طالب عین الیقین حاصل کر چکا ہو تو اس بات پر بولنا جائز ہے اور جو بات اس کے یقین میں داخل نہیں اس پر طالب کا بولنا جائز نہیں۔

کان کا ادب:

کان کا ادب یہ ہے کہ وہ فحش اور بیہودہ باتوں اور غیبت اور چغل خوری اور ہر قسم کی بری باتوں کو نہ سنے بلکہ ذکر و حکمت کی باتوں کو سنے اور ایسی باتیں سنے جس سے دین و دنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہو اور جو کوئی اس سے گفتگو کرے اس کو توجہ کے ساتھ سنے۔

آنکھ کا ادب:

آنکھ کا ادب یہ ہے کہ حرام چیزوں کو اور لوگوں کے عیب و منکرات کو دیکھنے سے باز آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور جو سینوں میں چھپی ہوئی باتیں ہیں۔"

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ جس شخص کی نظر بازی زیادہ ہوگی اس کی حسرتیں بھی زیادہ ہوں گی۔ طالب کی نگاہ اللہ کی قدرت وعظمت اور اس کی صفت کی خوبصورتی پر استدلال کے لئے ہونی چاہئے اور نفسِ عمارہ کی خواہشات سے اسے عاری ہونا چاہئے۔

چلنے کے آداب:

چلنے کے آداب یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت اور عبادت میں کوشش کرے اور خدا کی زمین پر فخر وتکبر کے ساتھ نہ چلے کیونکہ یہ باتیں اللہ کو ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

> ''اور خدائے رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔''

طالب حق کو اپنا ہر قدم زمین پر رکھتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہ قدم اپنے نفس کے لئے ہے یا خدا تعالیٰ کے لئے اگر اپنی ذات کے لئے ہو تو اس پر استغفار کرے اور اگر حق تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو خدا کا شکر ادا کرے تاکہ حق تعالیٰ کی زیادہ خوشنودی حاصل ہو۔ پس سر جھکائے ہوئے چلے اور ادھر ادھر نہ دیکھے بلکہ بلکل سامنے دیکھے اور انکساری کے ساتھ چلے۔

قلب کے آداب:

قلب کے آداب یہ ہیں کہ خراب اور برے خیالات کو دور کیا

Marfat.com

جائے اور اللہ کی نوازشوں اور نعمتوں اور عجائبات میں غور وفکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور وہ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں غور کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔

''گھڑی بھر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

قلب کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طالب مخلوقِ خدا کے ساتھ حسنِ ظن رکھے' کینہ' دھوکہ' حسد' خیانت' شہرت' دولت کی محبت' جھوٹ اور دوسری برائیوں سے دل کو پاک کرے کہ یہ چیزیں قلب کی خیانتوں میں داخل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''دیکھو آدمی کے جسد میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہو گا اور اگر وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جائے گا اور وہ قلب ہے۔''

دوست احباب کے آداب:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح کئے تو عنقریب خدائے رحمان ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔''

جن لوگوں کا کردار اچھا ہوتا ہے حق تعالیٰ ان کو دوست بنا لیتے

Marfat.com

ہیں یا انہیں دوستی کے قابل بنا دیتے ہیں اس لئے کہ وہ متوقی ہوتے کرتے ہیں سالکین کو چاہئے کہ وہ کسی کے ساتھ محبت محض اللہ تعالیٰ کے لئے کریں نہ کہ نفسانی خواہش اور کسی غرض اور کسی مراد کے حصول کے لئے۔

رسول ﷺ کا فرمان ہے:

''ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔''

سالکین کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیک لوگوں کے ساتھ میل جول رکھیں اور ان لوگوں کے ساتھ میل جول رکھیں جن کو ان سے کوئی فائدہ حاصل ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

''کمال تقویٰ یہ ہے کہ تو اسے دین کا علم سکھائے' جو کچھ نہیں جانتا۔''

انسان وہی دین و راستہ اختیار کرتا ہے جس پر اس کے دوست گامزن ہوتے ہیں اگر نیک لوگوں سے صحبت ہو گی تو خود اگرچہ برا ہی کیوں نہ ہو نیکی کی طرف آئے گا اور ان کی صحبت اسے نیک کر دے گی اور اگر برے لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتا ہے تو اگرچہ خود نیک ہو بالآخر خود بھی برا ہو جائے گا۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ انسان جب کسی کوئلے کی دکان پر جا کر بیٹھتا ہے اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب وہ وہاں سے واپس آتا ہے تو وہ اپنے کپڑوں پر ان کوئلوں کی

Marfat.com

سیاہی دیکھے گا اگرچہ کہ اس نے کاروبار نہ ہی کیا ہو اور انسان جب کسی عطر فروش کی دکان پر بیٹھتا ہے اور کچھ دیر کے بعد واپس جاتا ہے تو اسکے کپڑوں سے عطر کی خوشبو آئے گی حالانکہ اس نے عطر کا کاروبار نہیں کیا۔

دوسروں کی صحبت بڑا اثر رکھتی ہے انسان دوسروں سے شعوری اور لاشعوری طور پر متاثر ہوتا ہے۔ اہلِ طریقت کے نزدیک محبت ایک فریضہ کا درجہ رکھتی ہے۔

دوستوں کے انتخاب میں اس بات کو پیش نظر رکھئے کہ جس سے آپ تعلق بڑھا رہے ہیں اس کے رجحانات اور اس کی سوچ کیسی ہے؟ اس کے خیالات تعمیری اور صحت مند ہیں یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معاملے میں اس کے اندر کتنا ایثار ہے۔

دوستوں سے ربط و ضبط اور تعاون بالخصوص، اور دیگر لوگوں سے محبت بالعموم اللہ کی رضا کے لئے رکھئے۔ اس میں منفعت اور غرض کا پہلو ہرگز نہ ڈھونڈیئے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''قیامت میں خدا فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔''

اپنی اور اپنے دوستوں کی مصروفیات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معالات کو مرکزی حیثیت دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی چاہنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔''

لوگوں سے میل جول:

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں خصوصاً جاہلوں کے ساتھ صبر حسنِ خلق کے ساتھ پیش آئے ان کی سختی کو برداشت کرے اور ان کو بنظرِ رحمت دیکھے۔ مرید کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس پر اللہ کا کس قدر فضل واحسان ہے۔ اگر کوئی ناگوار بات سرزد ہوجائے تو حلم وتحمل سے کام لے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو یہ بڑے عظم کی بات ہوگی''۔

سالک کو چاہئے کہ کم سن اور نوجوان لوگوں کو دین کی طرف راغب کرے اور ادب سکھائے۔ اخوانِ طریقت کے ساتھ میل جول اس طرح ہو کہ ان کے ساتھ عزت وادب سے پیش آئے اور ان کی مخالفت کو ترک کیا جائے اور کینہ اور حسد سے پرہیز کیا جائے اور ان باتوں کو اختیار کیا جائے جس میں ایک دوسرے کی سلامتی ہو۔

Marfat.com

مخلوقِ خدا کی خدمت:

پانی، ہوا، دھوپ، زمین، چاندنی، درخت وغیرہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی براہِ راست تخلیقات ہیں اور اگر یہ انسانی زندگی کو FEED نہ کریں تو زندگی کا وجود ختم ہو جائے۔ ان تخلیقات پر جب تفکر کیا جاتا ہے تو بجز اس کے کوئی بات سامنے نہیں آتی کہ ان تمام تخلیقات سے اللہ تعالیٰ کا مقصد اور منشاء یہ ہے کہ نوعِ انسانی کو فائدہ پہنچایا جائے۔ ایسا فائدہ، ایسی خدمت جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کوئی غرض، کوئی مقصد، کوئی لین دین، کوئی لالچ اور کوئی کاروبار نہیں رکھتا۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کا ایسا دسترخوان ہے جس پر اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو رزق اور زندگی گزارنے کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرزِ فکر یہ ہے کہ وہ مخلوق کی بغیر صلہ وستائش اور کسی غرض کے خدمت کرتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اللہ تعالیٰ انہیں بھی دیتا ہے انہیں بھی زندگی اور زندگی گزارنے کے تمام وسائل فراہم کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ انہوں نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق کو زندہ رکھنے کے لئے اتنے وسائل فراہم کر دیئے کہ فی الواقع اس کا شمار بھی ممکن نہیں۔

تمام انبیاء اور اولیاء کرام کی زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے نوعِ انسانی کی جو بھی خدمت کی اس خدمت کے پیچھے ان کا اپنا کوئی ذاتی فائدہ نہیں تھا اور اگر کسی بندے کا ذاتی فائدہ ہو تو وہ ہرگز

Marfat.com

ہرگز اولیاء اللہ کی صف کا بندہ نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنی کوشش اپنی ریاضت سے اپنے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار کر کے خرقِ عادات کا اظہار کرسکتا ہے لیکن اگر اس کی طرزِ فکر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ طرزِ فکر سے ہم آہنگ نہیں ہے تو یہ تصوف نہیں ہے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی نمازی سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو اس کو لامحالہ نماز پڑھنی پڑھے گی اگر کسی شرابی سے دوستی کا کوئی خواہش مند ہے تو اس کو اس کی محفل میں بیٹھنا پڑے گا۔ گویا کسی بھی شخص سے دوستی کرنے کے لئے اس کی طرزِ فکر کا اپنانا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح جب ایک سالک اللہ تعالیٰ کی ذات کے عرفان کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی صفات اپنانی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ وہ مخلوق کی بلا صلہ و ستائش خدمت کرتا ہے گویا جب تک کسی بندے کے اندر مخلوقِ خدا کی خدمت کی خواہش پیدا نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ سے قریب نہیں ہوسکتا۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ اگر آپ کسی نمازی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو وہ تمام مشاغل اپنالیں جو اللہ والوں کے لئے پسندیدہ اور مرغوب ہیں۔ جس مناسبت سے ان مشاغل کو یا ان عادات کو اختیار کرتے چلیں جائیں گے اس مناسبت سے آپ کی طرزِ فکر بدلتی چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرزِ فکر یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں

Marfat.com

اور اس خدمت کا کوئی صلہ نہیں چاہتے ہیں۔ بندہ جب اختیاری طور پر اس طرزِ فکر کو اختیار کر لیتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے کام آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرزِ فکر منتقل ہو جاتی ہے اور جب یہ طرزِ فکر گہری ہوتی ہے تو اس کا ذہن ہر آن اور ہر لمحہ اس طرف متوجہ رہتا ہے کہ میں وہ کام کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے لئے پسندیدہ ہے۔ بار بار اس عادت یا عمل کا اعادہ ہونے سے اس کے مشاہدات میں بے شمار واقعات ایسے آتے ہیں کہ اس کے اندر یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے' جو کچھ ہو چکا ہے یا جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی تعلق کو استغناء کا نام دیا جاتا ہے۔

حضرت لال شہباز قلندرؒ کا فرمان ہے کہ اگر انسان کے دل میں درد ہو اور وہ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی تڑپ محسوس کرتا ہو تو حقیقت میں انسانیت کی یہی معراج ہے۔

اوقات کار کا خیال:

مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقاتِ کار کا خیال رکھے اور ان کو اچھے کاموں میں صرف کرے کیونکہ اگر وقت گزر جائے تو پھر اس کو لوٹایا نہیں جا سکتا۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ '' عقل مند کو چاہئے کہ وہ ان تین امور میں سے کسی نہ کسی میں مشغول رہے یا تو اپنے معاش کی درستگی میں یا معاد (آخرت) کی تیاری میں یا حلال کی لذت میں۔''

Marfat.com

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ: ''مومن کو چاہئے کہ اس کے اوقات چار حصوں میں تقسیم ہوں۔ ایک حصہ رب کی مناجات میں اور ایک حصہ نفس کے محاسبہ میں اور ایک حصہ ان علماء کے ساتھ جو خدا کے احکام میں اس کو مدد دیتے اور نصیحت کرتے ہیں اور ایک حصہ اپنے نفس اور اسکی جائز لذتوں میں۔''

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کبھی اپنے گھر میں بیکار نہیں رہتے تھے یا تو کسی مسکین کے جوتے کو درست کرتے یا کسی بیوہ کے کپڑے سیتے۔

سالکین کو چاہئے کہ اوقات کو (معمولات سے) آباد رکھیں اور اہم کاموں میں صرف کریں اور شب بیداریوں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار کے ساتھ منور کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دائمی تعلق قائم کر لیں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ اپنی ذات بھی درمیان سے اٹھ جائے اور نفس کی انانیت ذائل ہو جائے۔

طالب کو ہر چیز ہر عمل منجانب اللہ تصور کرنا چاہئے اور اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے اور ضروری ہے کہ وہ اسوہ حسنہ پر سختی سے عمل پیرا ہوں اور تمام اہلِ حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانے کو غنیمت جانیں اور جوانی کی قوتوں کو مالکِ حقیقی کی اطاعت میں صرف کریں کیونکہ اگر ان دنوں کو سستی میں گزار دیا تو آگے کچھ ہاتھ آنا

Marfat.com

مشکل ہے۔ نیک کاموں کے کرنے میں ہمت باندھ لی جائے اور اللہ اور اس کی رضا کے سوا کوئی غرض نہ رکھی جائے اور فکر کو دل و جان سے عزیز رکھے اور نیک لوگوں کے ساتھ زیادہ میل جول رکھے' اور اہلِ دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش کو حقیر و ناچیز جانے اور اپنے شیخ کی خدمت میں کوشاں رہے۔

آدابِ سماع:

بعض سلاسل میں سماع کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ حضرت ذوالنونؒ سے سماع کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سماع اللہ کی طرف سے ایک واردات ہے جو قلوب کو اس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ سماع کی مثال ابر کی طرح ہے جو اچھی زمین پر برستے تو زمین کو سرسبز کر دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اہلِ سماع تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے پروردگار سے سنتے ہیں ایک قلب سے سنتے ہیں اور ایک اپنے نفس سے سنتے ہیں۔ پروردگار سے سننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جمال و جلال کے وجدان کے ساتھ سنے اور اس میں رضائے الٰہی کا خواہاں ہو۔ قلب سے سننے کے معنی ہیں کہ حضورِ قلب سے سنے اور طلب صادق رکھتا ہو نفس سے سننے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے نفس کی خودی دور نہ ہو اور وہ متزلزل عقائد میں ہو۔ پہلی حالت اعلیٰ دوسری اوسط اور تیسری ادنیٰ ہے۔

Marfat.com

باب پنجم

سالک کی تربیت:

یہ بات ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کہ روحانی علوم سیکھے نہیں جاتے بلکہ منتقل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان علوم کے لئے اپنے بندوں پر اپنی رحمتِ خاص کرتا ہے مگر اس کے لئے بہت ضروری چیز ہے ذہن کی تیاری، کیونکہ دودھ کبھی بھی گندے برتن میں نہیں ڈالا جاتا۔ اگر برتن گندا ہے اور اس میں دودھ ڈال دیا جائے تو دودھ پینے کے قابل نہیں رہتا اس لئے بہت ضروری ہے کہ ذہن سے شیطانی طرزِ فکر کو ختم کیا جائے تاکہ ذہن میں اتنی صلاحیت اور وسعت پیدا ہو کہ وہ روحانی علوم کو جذب کر سکے اگر ذہن تیار نہ ہو اور علوم منتقل کر دیئے جائیں تو بندہ جذب کی کیفیت میں چلا جاتا ہے یا پھر اسے جسمانی طور پر نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

''میں تو تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''میں نے چھ روز میں آسمان کو بنایا اور عرش پر جا کر متمکن ہو گیا۔''

ان دونوں آیات سے ہمیں علم کی دو طرزیں حاصل ہوتی ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمیں دو راستے ملے ہیں یعنی علم (اللہ) ایک ہی ہے مگر اس کے حصول کی طرزیں مختلف ہیں، منزل ایک ہی ہے مگر راستے مختلف ہیں۔ روحانیت کے علوم بھی دو طرزوں میں حاصل ہوتے ہیں:

قربِ نوافل کے ذریعے

قربِ فرائض کے ذریعے

قربِ فرائض کا علم یا علم جذب ایک دم حاصل ہوتا ہے۔ سیدنا حضور ﷺ غارِ حرا گئے حضرت جبرائیلؑ نے ان کو گلے لگایا اور تمام علوم منتقل کر دیئے یعنی انہوں نے باقاعدہ کسی سے کوئی تربیت حاصل نہیں کی۔ حضرت موسیٰؑ آگ لینے گئے تو وہاں ان کو نبوت مل گئی۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن کیفیات میں یہ علم حاصل ہوتا ہے اسے جذب کہتے ہیں۔ قربِ فرائض کا علم آسانی سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے ذہن کو اس حد تک تیار کرنا پڑتا ہے کہ بندہ مادی جسم، مادی تقاضوں کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر کسی کو قربِ فرائض کے ذریعے علم دینا مقصود ہو تو اسے کہا جائے گا کہ یہ کشکول پکڑو اور جنگلوں میں نکل جاؤ۔ اگر بندہ خلوصِ دل کے

Marfat.com

ساتھ وہ کام کرتا ہے تب جا کر قربِ فرائض کی طرف اس کا ذہن بنتا ہے ورنہ وہ تباہ و برباد ہو سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم سلسہ چشتیہ کے بانیوں میں سے تھے ان کو جو علوم حاصل ہوئے وہ قربِ فرائض کے ذریعے حاصل ہوئے مگر اس کے لئے انہیں اپنی بادشاہت کو ترک کرنا پڑا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ ایک بزرگ گزرے ہیں جو کہ قربِ فرائض کی کیفیات سے گزرے مگر ان کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں کوئی اور ذلیل و خوار نہ ہوگا یعنی انہوں نے اس قدر تکلیفیں اٹھائیں تب جا کر انہیں قربِ فرائض کا علم حاصل ہوا۔

قربِ نوافل ایسی کیفیت ہے جس میں حصولِ علم کے ساتھ ساتھ زندگی کے باقی معاملات بھی چلتے ہیں۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا ارشاد ہے کہ مرشدِ کامل یہ جانتا ہے کہ مرید کو سلوک کی راہ میں چار مقامات سے آگاہ کرنا ضروری ہے اوّل عالمِ ناسوت ہے جو نفس کی دنیا ہے' اور جس میں حواسِ خمسہ سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ سالک اپنی ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اس عالم سے گزرتا ہے۔ دوسرا عالمِ ملکوت ہے جہاں اس کے افعال تسبیح' قیام' رکوع اور سجود تک محدود ہوتے ہیں۔ عالمِ ملکوت کے بعد سالک عالمِ جبروت میں داخل ہوتا ہے جہاں ذوق و شوق' محبت' اشتیاق' طلب' وجد' سکر کے سوا کچھ نہیں۔ چوتھا عالم جس میں سالک داخل ہوتا ہے عالمِ لاھوت ہے جو لامکاں میں شامل ہے جہاں نہ گفتگو ہے نہ جستجو۔

Marfat.com

آپؒ فرماتے ہیں کہ حصولِ شریعت سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اس کے لئے کم کھانا اور رات کے وقت نوافل کی ادائیگی ضروری ہے۔ حصولِ طریقت سے تزکیہ دل ہوتا ہے اس کے لئے نماز پڑھنا' روزے رکھنا' ذکرِ جلی کرنا لازمی ہے۔ حصولِ حقیقت سے تجلیہ روح ہوتا ہے اوراس کے لئے روزے کی کثرت اور ذکرِ خفی کرنا ضروری ہے اور تجلی روح سے سات گوہر روشن ہو جاتے ہیں مثلاً گوہرِ ذکر' عشق' محبت' سِر' روحِ معرفت اور فقر۔

کامل مرشد پہلے مرید کی توجہ کو دنیا سے ہٹا کر اپنی طرف کرتا ہے۔ شیخ مختلف تجربات سے مرید کو گزار کر اس کے ذہن سے دنیا کی محبت ختم کر کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی طرف لاتے ہوئے اللہ کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ شیخ مرید کے رشتے کو اللہ کے ساتھ اس قدر مضبوط کر دیتا ہے کہ دنیاوی یا شیطانی وسوسے اس رشتے کو توڑ نہ سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اسی رسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس طرح جوڑا کہ وہ بڑے بڑے طوفانوں سے بھی ٹکرا جاتے اور اپنی جان و مال قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاقی

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوباتِ شریف میں متعدد مقامات

Marfat.com

پر فرمایا ہے کہ شیخ کامل کی ذات مطلوب اور مقصود (یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ پیر بغیر کسی آلے کے باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔ وہ مریدوں کو ظاہری گفتگو کئے بغیر بھی سبق دیتا ہے' یعنی ان کا تصرف قلبی توجہ سے ہو سکتا ہے یا نظروں سے بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ کے پاس ایک عالم آیا اور کچھ دیر آپؒ کے پاس بیٹھا رہا مگر اس دوران حضرت مجدد الف ثانیؒ نے قطعاً کوئی کلام نہ فرمایا۔ جب وہ شخص باہر آیا تو لوگوں کو کہنے لگا کہ ہم تو اس لئے آئے تھے کہ حضرت سے کچھ فیض ملے گا مگر آپؒ نے تو ہم سے کوئی کلام ہی نہیں فرمایا حضرت مجددؒ کو جب علم ہوا تو آپ نے فرمایا ''جو ہماری خاموشی سے فیض حاصل نہیں کر سکتا وہ ہمارے کلام سے بھی فیض اخذ کرنے کے قابل نہیں۔ اولیاء کرام کی خاموشی کو مولانا نے بے گفتہ سبق فرمایا ہے۔

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی یا تو انسان ادھر تھا یا اُدھر ہو گیا گویا کہ آگ میں پھونک مار دی نہ اس کے لئے وقت نہ زمانہ درکار ہے نہ نماز نہ روزہ نہ درود و وظائف کی شرط۔

کسی شخص نے سوال کیا کہ حضور جب فقیری ایسی آسان ہے، تو پھر مشقت و مجاہدہ کیوں کرواتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کو

Marfat.com

ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک شخص کے پاس تیل کے دو ہنڈے تھے نہایت میلے کچیلے اور تیل میں چکٹے ہوئے۔ ایک ہنڈا ایک کاریگر کو دیا اور پوچھا اس کو کتنے عرصہ میں صاف کردو گے کہا کہ پورے چالیس روز میں۔ دوسرا ہنڈا ایک اور کو دیا اس نے کہا کہ لو آج ہی صاف کئے دیتا ہوں۔ پہلے شخص نے کیا کیا کبھی تو اس ہنڈے کو کھرچا اور کبھی کھار دے کر دھوتا کبھی نرم آنچ میں اس کو گرم کرتا اسی طرح چالیس روز میں صاف و شفاف کر دیا اور ٹھوک بجا کر حوالہ کیا۔ دوسرے شخص نے کیا ترکیب کی کہ ہنڈے کے چاروں طرف اپلوں کا انبار چنا اور آگ لگا دی۔ ہنڈا جھٹ پٹ صاف ہو گیا لیکن کسی کام کا نہ رہا جہاں ذرا ٹھیس لگی اور چور چور ہو گیا۔ بیشک صاف تو دونوں ہو گئے مگر ایک کارآمد رہا اور دوسرا نکما ہو گیا۔

ایک سالک کی تربیت کے دوران پیرومرشد اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ سالک میں فیض قبول کرنے کی کتنی استطاعت ہے دوسرے الفاظ میں سالک کا ظرف کتنا ہے' کیونکہ فیض یا توجہ کو قبول کرنے کے لئے سالک کے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے ورنہ بیعت سے پہلے موجود خاندانی یا معاشرتی طرزِ فکر کی چھاپ کو دور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

میاں شیر محمد شرقپوریؒ صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ آپ ایک دن لاہور ریلوے اسٹیشن کے باہر تشریف لا رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک سکھ

Marfat.com

پر پڑی۔ آپ اس کے قریب آئے اور اس کی داڑھی کو دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے فرمایا ''یہ داڑھی تو مسلمانوں جیسی داڑھی ہے۔'' اس بات کا کہنا تھا کہ سکھ نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ اس وقت میاں شیر محمد شرقپوریؒ پر ایک خاص کیفیت طاری تھی اور دوسرا سکھ کے دل میں فیض کو قبول کرنے کی استطاعت موجود تھی وگرنہ آپ صبح سے شام تک تمام سکھوں کی داڑھیوں کو ہاتھ لگا کر مسلمان کرتے جاتے۔ گویا جب تک سالک ذہنی اور جسمانی طور پر کسی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو پیرومرشد کوشش نہیں کرتے۔

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

اللّٰہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ ڈر

اللّٰہ تعالیٰ نے کائنات کو دو رخوں پر قائم کیا ہے۔ زندگی گزارنے کی بھی دو طرزیں متعین ہیں۔ ایک قدر وہ ہے جس میں آدمی شیطانیت سے قریب ہو کر شیطان بن جاتا ہے اور دوسری انبیاء کی طرف سے جس کے اندر داخل ہو کر آدمی سراپا رحمت بن جاتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی بادشاہی میں شریک ہو جاتا ہے۔ وہ تمام طرزیں جو بندے کو اللّٰہ تعالیٰ سے دور کرتی ہیں شیطانی طرزیں ہیں اور وہ تمام طرزیں جو بندے کو اللّٰہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہیں پیغمبرانہ طرزیں ہیں۔ پیغمبرانہ طرزوں

Marfat.com

اور شیطانی طرزوں کا تجزیہ کرنے سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ جو بندہ رحمانی طرزوں میں داخل ہو جاتا ہے اس کے اندر پیغمبروں کے اوصاف منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پیغمبروں کے اوصاف اللہ تعالیٰ کے اوصاف ہیں یعنی جب کوئی بندہ پیغمبرانہ زندگی میں سفر کرتا ہے تو دراصل وہ ان صفات میں سفر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور جب کوئی بندہ ان پیغمبرانہ صفات سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ ان طرزوں میں اور شہوت میں زندگی گزارتا ہے جو دراصل تاریک' کثیف اور جہالت سے معمور شیطانی طرزیں ہیں۔ شیطانی طرز یہ ہے کہ آدمی کے اوپر ڈر اور خوف مسلط رہتا ہے۔

ڈر اور خوف ایسی کیفیت کا نام ہے جو زندگی کے ہر مقام کو ناقابلِ شکست و ریخت زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہے۔ اس کیفیت میں آدمی دن ہو یا رات ایک خوف میں بسر کرتا ہے۔ کبھی اسے زندگی ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے' کبھی وہ معاشی ضروریات کے پورا نہ ہونے کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے۔

پیغمبرانہ طرزوں میں آدمی کے اوپر غم اور خوف مسلط نہیں ہوتا وہ عدم تحفظ کے احساس سے دور رہتا ہے۔ موت چونکہ ایک اٹل حقیقت ہے اس لئے وہ مرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ جب وہ مرنے کے لئے تیار رہتا ہے تو اسے اس بات کا سراغ مل جاتا ہے کہ موت کوئی بھیانک شئے نہیں ہے بلکہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام

Marfat.com

ہے۔

جو لوگ پیغمبرانہ طرزِ فکر میں داخل ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی پسندیدہ طرزوں میں زندگی گزارتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ کہا ہے۔ انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں اور دوستوں کی تعریف یہ بیان فرماتے ہیں کہ جو بندہ ہمارا دوست بن جاتا ہے ہم اس کے اوپر سے خوف اور غم اٹھا لیتے ہیں۔ خوف اور غم جس شخص کی زندگی سے نکل جائے تو پھر خوشی اور سرور کے علاوہ کچھ نہیں رہتا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان اپنی جنت اور دوزخ ساتھ ساتھ لئے پھرتا ہے۔ دوزخ کے متعلق جو اطلاعات ہمیں انبیاء علیہ السلام سے ملی ہیں وہ پریشان حالی ہے درماندگی ہے منتشر خیالی ہے تکلیف و اذیت ہے۔ اب ایک انسان جو ڈر اور خوف میں مبتلا ہے پریشان ہے، ذہنی خلفشار کا شکار ہے تو اس کی اس کیفیت کو کیا ہم دوزخ کی کیفیت نہ کہیں گے۔ دوسری طرف انبیاء علیہ السلام کے ذریعے جو جنت کی اطلاع ہمیں ملی ہیں وہ یہ ہیں کہ راحت ہوگی، سکون ہوگا، خوشی ہوگی آرام ملے گا طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی وغیرہ وغیرہ۔ اب ایک شخص جو اللہ کی رضا میں راضی ہے صبر اور شکر اس کا اوڑھنا بچھونا ہے عدم تحفظ اور ڈر کے جذبات سے آزاد ہے اسکی اس کیفیت کو کیا ہم جنت کی کیفیت نہ کہیں گے۔ لہذا جو لوگ دنیا میں اللہ سے قربت حاصل

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ڈر اور خوف سے نجات حاصل کر لیتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی سکون میں ہیں اور آگے بھی سکون کی کیفیت میں زندگی گذاریں گے کیونکہ جنت کے باسی وہ لوگ ہیں جن کے سروں پر اللہ نے دست شفقت رکھ دیا ہے جو اللہ کے دوست ہیں۔

اگر کسی کے اندر خوف اور غم ہے تو اللہ کے بیان کردہ قانون کے مطابق وہ جنتی نہیں ہے۔ روحانی قدروں میں کسی شاگرد یا راہِ سلوک پر چلنے والے مسافر کی تربیت اس طرح کی جاتی ہے کہ اس کے دل سے خوف اور غم نکل جائے۔ خوف اور غم انسان کے اندر سے اس وقت تک نہیں نکلتے جب تک انسان کے اندر قناعت اور استغناء موجود نہ ہو۔ جس آدمی کے اندر جس مناسبت سے قناعت اور استغناء موجود ہے اس آدمی کے اندر اسی مناسبت سے ڈر، خوف اور غم بھی کم ہوتا رہتا ہے۔

نفس کی معرفت:

نفس کی صفت ہے کہ وہ شہوتوں میں منہمک رہتا ہے اور طاعتوں سے باز رہتا ہے اس کو ریاضتوں اور مجاہدوں سے رام کرنا پڑتا ہے اس لئے مرید کا ثابت قدم ہونا ضروری ہے۔ مرید کو چاہئے کہ نفس کی مخالفت میں ثابت قدم رہے بری عادتیں اس سے چھڑائے، جن باتوں سے وہ گریز کرتا ہے اس کو کرنے کے لئے آمادہ کرے اور شہوتوں سے اسے منع کرے۔ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا یہ ایسی عادات ہیں جس سے نفس

Marfat.com

پر چوٹ پڑتی ہے مرید کے لئے لازم ہے کہ نفس کو مجاہدات کا خوگر بنائے اور دیکھے کہ کہاں کچھ زیادتی ہے اور کون سی بات اس کے لئے مفید اور کونسی بات اس کے لئے مضر ہے۔

مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی نگہداشت کرتا رہے اور اس کے اخلاق کو پہچانے۔ حضرت واسطیؒ نے بیان کیا ہے کہ نفس ایک بت ہے اس کی طرف رغبت سے دیکھنا شرک ہے اور اس کے بارے میں غور کرنا اور سوچنا عبادت ہے۔ نفس کو اگر چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی خواہشات کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے دوگراں ہو جاتا ہے۔ طالب کو یہ جاننا چاہئے کہ نفس اپنے دعویٰ میں اللہ کی ضد اور اپنے مطالبے میں اس کا ہمسر ہونا چاہتا ہے اور یہ اس طرح کہ اللہ نے اپنے بندوں سے کہا ہے کہ وہ اس کی حمد وثنا کریں لیکن نفس اپنی تعریف پسند کرتا ہے۔ خدا نے اپنے بندوں سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کے حکم کو مانیں اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہیں لیکن نفس یہ چیزیں اپنے لئے طلب کرتا ہے۔ خدا نے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ بندے اس کی سخاوت وکرم کی توصیف کریں لیکن نفس یہ توصیف اپنے لئے چاہتا ہے۔ خدا نے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ وہ بندوں کے پاس مرغوب ہو اور بندے اس سے محبت کریں لیکن نفس اپنی طرف راغب کرتا ہے۔ مرید پر لازم ہے کہ وہ اخلاقِ نفس کو بدلنے کی کوشش کرے جیسا کہ کبر' کینہ' حرص' لڑائی جھگڑا' غیبت' اختلاف' بدگمانی' بے ایمانی' بے شرمی وغیرہ۔

Marfat.com

کہا گیا ہے کہ انسان کے نفس کی خود پسندی اس کی عقل کی خرابی کی دلیل ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے ہے جو زمین میں برتری نہیں چاہتے اور نہ فساد کے درپے ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول ہے اپنے نفس پر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ ایسے شخص کی تواضع کرے جو اس کی عزت نہ کرتا ہو اور ایسے شخص کی محبت کی رغبت کرے جو اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچاتا ہو اور ایسے شخص کی تعریف کو قبول کرے جو اس کو نہیں جانتا۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کے عیوب پر نظر رکھے اور رعونت نفس کو دور کرے اور اس کے لئے عملاً جدوجہد کرے۔ اپنا محاسبہ کرنے کی عادت اپنائے اور دیکھے کہ کہاں کچھ زیادتی ہے۔

نفس کی مثال ایک انگارے کی سی ہے جس کا رنگ تو اچھا ہے لیکن اس کا کام جلانا ہے اگر نفس کے ساتھ سختی ہوتی ہے تو وہ توبہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی خواہشات کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے روگرداں ہوجاتا ہے۔

حضرت امام ربانی محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظِ حسنہ کا ایک مجموعہ آپ کے خلیفہ خاص حضرت عفیف الدین مبارک نے جمع کیا۔ ایک خطبہ میں آپ فرماتے ہیں:

''اے وہ شخص! جس کا دین شکستہ ہوگیا ہے اولیاء اللہ کی طرف قدم بڑھا تاکہ وہ تیری شکستگی کی بندش کریں اور اپنی روحانی صحت و

Marfat.com

اصلاح سے ناامید نہ ہو کہ جس اللہ نے بیماری اتاری ہے وہی دوا بھی اتارتا ہے۔ باقی رہا بیماری میں مبتلا کرنا تو یہ خاص مصلحت کی وجہ سے ہے اور وہ مصلحت کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ تو اپنے رب پر اس کے فعل میں ہمت مت رکھ اور اپنی مرضی کو اللہ کی بے توجہی مت قرار دے کہ الزامات اور ملامت کے لئے تیرا نفس دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ پس اپنی مرضی کا سبب اپنے نفس کی گندگی و شرارت کو قرار دے۔ اور نفس سے کہہ دے کہ عطا تو اس کے لئے ہوتی ہے جو اطاعت کرے اور غصہ اس کے لئے ہوتا ہے جو معصیت کرے۔ پس اگر تو معصیت نہ کرتا تو امراض کی لاٹھیاں نہ کھاتا اور جو نیکوکار مبتلائے امراض و افکار ہوتے ہیں تو یہ ان کے مراتب کی ترقی کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالٰی کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی صحت اور دولت چھین لیتا ہے پس اگر وہ صبر کرتا ہے تو اس کو رفعت بخشتا، خوش عیشی نصیب فرماتا، عطاؤں سے نوازتا اور سرمایہ عطا کرتا ہے۔

اے مخاطب! شیطان نے جو تیرے اندر پھونک مار دی اور یہ سمجھا کہ تجھ کو کپے کی طرح پھلا دیا ہے کہ تُو تو عالم ہے تجھے کسی کی غلامی و بیعت کی ضرورت ہی کیا؟ میری نصیحت مان اور اسی پر مغرور نہ ہو کہ یہ نفس کا حملہ ہے لہٰذا نفس کے تیروں سے شکست مت کھا اور خوب سمجھ لے کہ نفس تجھ پر تیر چلا رہا ہے کیونکہ شیطان کو تجھ پر نفس ہی کے راستے

Marfat.com

سے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر نفس کا چلایا ہوا خود پسندی کا تیر کارگر ہوگیا تو شیطان تجھ پر مسلط ہوکر تجھے برباد کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ نفس ہو یا بد ہم نشین ان کو شیطان اپنی کارگزاری کا آلہ بنایا کرتا ہے۔

حضرت ابوالقاسم نیشاپوریؒ کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو مؤدب نہ بنا سکے اسے واقفِ ادب نہیں کہا جاسکتا۔

سید حسن رسول نما صاحب علیہ الرحمۃ کو بی بی صاحبہ نے ایک روز کہا کہ لوگوں کو حضرت رسول خدا ﷺ کی زیارت تم کرا دیتے ہو میں چاہتی ہوں کہ یہ سعادت مجھ کو بھی نصیب ہو فرمایا کہ آج تم نہاؤ اور اچھی پوشاک پہن کر دلہن کی طرح خوب بناؤ سنگار کرو انہوں نے حسب ایماء تعمیل کی اتنے میں اس نیک بخت بی بی کے بھائی تشریف لائے، سید حسن صاحب نے کہا میاں زاد ذرا اپنی بہن کو سمجھاؤ دیکھو بڑھاپے میں کیا بناؤ سنگار کیا ہے میں تو بڈھا ہوگیا اب کیا دوسرا شوہر کرے گی وہ جاکر دیکھتے ہیں تو فی الحقیقت نہایت سج دھج سے دلہن بنی بیٹھی ہے کہا کہ اے بہن تم پر کیا پتھر پڑ گئے یہ کیا روپ بنایا ہے بھائی سچ فرماتے ہیں کیا تم کو اس بڑھاپے میں دوسرے خاوند کی ہوس ہے یہ بات سنتے ہی اس نیک بخت بی بی نے چوڑیاں توڑ دیں، کپڑے پھاڑ ڈالے اور رو رو کر اپنا برا حال کرلیا کہ اس بڈھے نے مجھ سے تو کیا کہا اور بھائی سے کیا کہہ دیا۔ اسی رونے پیٹنے اور غم و غصہ کی حالت میں آنکھ لگ گئی اور

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اٹھیں تو نہایت بشاش و ہشاش اٹھیں سید صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بھید تھا آپ نے فرمایا کہ تیرے دل میں غرور تھا تو مجھ کو حقیر جانتی تھی جب وہ جاتا رہا اور سوز و گداز تیرے دل میں پیدا ہوا تو زیارت ہوگئی۔ غرض یہ ہے کہ طالب جب تک انانیت سے نہیں گزرتا دراصل مطلوب نہیں ہوتا۔

نیست از خود شو کہ تا یابی نجات — چون تو برخیزی نشیند حق نجات

ترجمہ: اپنی نفی کرتا کہ تو نجات پائے جب اٹھ گیا تو حق نجات پا گیا۔

حضرت ابراہیم قندزیؒ نے دعا کی کہ بار خدایا میرے واسطے جو کچھ عذاب مقدر ہے سو دنیا ہی میں بھگت جاوے۔ چنانچہ ان کو مرض جذام ہوگیا۔ قبرستان میں ایک قبر کھودی وہیں پڑے رہتے ایک دن کھجوروں کے باغ میں پہنچے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے باپ کا تھا۔ خواجہ صاحب ان دنوں نو دس برس کے تھے کچھ کھجوریں توڑ کر پیش کیں فرمایا کہ بیٹا میرے ہاتھ نکمے منہ زخمی ہے تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دے۔ انہوں نے کھلانی شروع کیں جو گٹھلی پھینکتے یہ اس کو اٹھا کر کھا جاتے تھے۔ آپ نے معلوم کیا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ کھجوریں کھا کر فرمایا کہ جاؤ مکہ معظمہ سے تحصیل علم کرکے واپس آؤ تاکہ تمہاری امانت جو ہمارے پاس ہے دی جائے جب تحصیل علم کرکے واپس آئے تو درخواست کی کہ حضرت اب بیعت فرمائیے جواب دیا کہ تم حضرت عثمان ہارونی کے پاس جاؤ۔ ان کے پاس پہنچے بعد تعلیم کے ارشاد کیا کہ اب تم

Marfat.com

جاؤ حضرت ابراہیم قندزیؒ کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ تمہارے منتظر ہیں ان کے پاس واپس آئے تو پہچان نہ سکے کیونکہ بیماری سے صحت پا چکے تھے۔ دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت آدمی بیٹھا ہے سلام کیا فرمایا کہ آؤ ہمارا بھی وقت قریب ہے تعلیم کی اور فرمایا کہ ہمارا کفن دفن کر کے اپنے پیر کے پاس چلے جانا چنانچہ خواجہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔

مرشدِ کامل کی موجودگی یا غیر موجودگی میں تربیت:

شیخ کامل کی ہمت اس کا نورِ ایمان ہے اور اسی کے ذریعے سے وہ مرید کی تربیت کرتا ہے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں ترقی دیتا ہے لہٰذا اگر مرید کو شیخ کے ساتھ محض نورِ ایمان کی وجہ سے محبت ہو تو شیخ اسے ہر حالت میں فیض پہنچاتا ہے خواہ شیخ موجود ہو یا نہ ہو بلکہ شیخ کی وفات کے بعد بھی ہزاروں برس ہی کیوں نہ گزر جائیں تب بھی فیض جاری رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے اولیاء آنحضرت ﷺ کے نورِ ایمان سے فیضان حاصل کر رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ انہیں ترقی دے رہے ہیں اور ان کی تربیت کر رہے ہیں اس لئے کہ ان اولیاء کی محبت محض ان کے نورِ ایمان کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اگر مرید کو شیخ سے محبت صرف اس کی ذات کی حد تک ہو اور نورِ ایمان سے نہ ہو تو اسے شیخ کی حاضری میں تو فیض حاصل ہو گا مگر غیر حاضری میں فیضان کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ ذات کی محبت کی یہ علامت

Marfat.com

ہے کہ محبت دنیاوی نفع حاصل کرنے یا مصائب و مشکلات کی غرض سے بچنے کی غرض سے ہو اور ایمان کی محبت کی علامت یہ ہے کہ محبت محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو اس میں کسی قسم کی غرض (سوائے اللہ کے) نہ ہو۔لہٰذا مرید اگر شیخ کی غیر حاضری کی وجہ سے اپنے اندر کمی محسوس کرے تو مرید کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

پیرومرشد کے وصال کے بعد بھی ان سے روحانی طور پر فیض حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ روح کبھی نہیں مرتی اس لئے کہ روح قائم بالذات ہے۔

تصورِ شیخ: نسبت رابطہ

حضرت غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ تصورِ شیخ سے طالب پر علم شیخ وارد ہو جاتا ہے اور اس طلب سے اوروں کو فیض و فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ نسبت اسکی متعدی ہوتی ہے۔

رابطہ شیخ میں کمال حاصل کرنے کے لئے تصورِ شیخ بہت ضروری ہے۔حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ:

''مرید بحالت غیب شیخ کی صورت کو اپنے خیال میں پکڑ کر قلب کی طرف متوجہ رہے۔''

شیخ کے اندر چونکہ صفات رحمانیہ کام کر رہی ہوتی ہیں اس لئے جب کوئی طالب شیخ کا تصور کرتا ہے تو شیخ کے اندر کام کرنے والی

Marfat.com

روشنیاں طالب میں سرائیت کر جاتی ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جب ہم سیب کا تصور ذہن میں لاتے ہیں تو ہمارے منہ میں سیب کا ذائقہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ کہ ہم نے سیب نہ کھایا ہو شیخ چونکہ رحمتِ الٰہی سے سرشار ہوتا ہے اس لئے اس کی طرزِ فکر میں سوائے اللہ کے اور کوئی دوسری ذات نہیں ہوتی اُس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا ہے۔اس کا ذہن ہر عمل میں پہلے اللہ کی طرف جاتا ہے۔اسکا کھانا' پینا' سونا' جاگنا' اٹھنا' بیٹھنا ہر کام اللہ کی خاطر ہوتا ہے۔ ایسے شخص کا جب تصور کیا جاتا ہے تو اسکی طرزِ فکر میں کام کرنے والی روشنیاں طالب میں منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہیں بشرطیکہ اسے یکسوئی نصیب ہو۔

اس رابطہ سے کسی شخص کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ رابطہ شرک ہے۔ اگر شرک مانا جائے تو ہر شخص کے خیالات میں ہزاروں چیزیں رہتی ہیں جو موجود نہیں ہوتیں مگر ان کا نقشہ اس کے دل میں رہتا ہے۔اسے شرک کیوں کہا جائے کیونکہ شئے غائب کو اپنے علمِ خیال میں حاضر کر رہا ہے۔ تصورِ شیخ کی خاص مصلحت یہ ہے کہ جب آدمی کے خیال میں کوئی دشمن آتا ہے تو خود بخود غیظ و غضب اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اس وقت اسکی صلاحیت و عقلمندی میں فرق آ جاتا ہے' پس اس طرح خدا کے دوستوں کا خیال خدا کی محبت کو اور اسکی یاد کو بھی تازہ کرتا ہے۔

شیخ سے ہر وقت کے رابطے سے ایک وقت رابطہ کی نسبت غالب

Marfat.com

آ جاتی ہے تو سالک اپنے آپ میں بھی اپنے شیخ کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ میں اس کے اوصاف کا مشاہدہ کرتا ہے پھر وہ جہاں دیکھتا ہے اسے شیخ کی ہی صورت نظر آتی ہے۔

ازیں بتاں ہمہ درچشمِ من توی آئی بہر کہ می گرم صورتِ توی بینم

(ان سب بتوں (حسینوں) میں سے تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے۔ میں جس کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں۔)

یہ نسبت مرید کو ذکر سے زیادہ فائدہ دینے والی اور بڑی نعمت ہے گویا وہ ہر وقت حضوری میں ہے اور شیخ سے فیض حاصل کر رہا ہے اس نسبت کا حاصل ہونا شیخ کے ساتھ مناسبت کاملہ کی خبر دیتا ہے۔

کچھ لوگ جو اس نسبت کو حاصل کر لیں شیخ کی محفل میں جانے سے کتراتے ہیں اور اسی نسبت پر اکتفا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے عرض ہے کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا ایک الگ ہی اثر رکھتا ہے اور اس سے دوسرے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے مرید کا شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صحبت اور حاضری کی بدولت ہی اصحاب ہوئے اور بلند درجات پر پہنچے۔

شیخ چونکہ فیوض و برکات کا واسطہ ہے لہذا جب تک واسطہ درست نہ ہوگا منزل تک رسائی ناممکن ہے لہذا فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے شیخ کے حوالے کر دے جس طرح کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہوتا ہے اور یہ کیفیت زندگی کے تمام معاملات میں ہونی چاہئے۔

مطلوب حجاب میں پوشیدہ ہے اس تک پہنچنے کا سیدھا راستہ وہی ہے جو مرشد بتائے اور جس کی حضور اکرم ﷺ نے تعلیم دی ہے طالب وہی راستہ اختیار کرے۔ یہ کوشش ہرگز نہ کرے کہ اس کے اندر کشف و کرامت پیدا ہو کیونکہ یہ چیزیں حجاب عظیم ہیں لوگ انہی کو بڑا کام سمجھتے ہیں اور انبیاء کے معجزات دیکھ کر ان پر ایمان لاتے اور اولیاء کی کرامات سے ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ طالب اپنا اصل مقصد پیشِ نظر رکھے اس کے سوا جو کچھ ہے وہی اس کے لئے کفر و جہنم ہے۔

تصورِ شیخ کے واسطے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ ایک لمحہ بھی اُس کے تصور سے خالی نہ رہے۔ طالب ہر وقت شیخ کو غیب کے مشاہدہ میں سمجھے اور اپنے اوپر شیخ کی تجلی کا تصور کرے۔ اگر ایسا کرتا رہا تو ایک وقت ہو گا کہ شیخ اس کی خلوت میں سامنے آ جائیں گے اور شیخ کے دل پر جو حق کی تجلی ہو رہی ہے اس کا عکس اس کے دل پر جلوہ گر ہو گا۔ جب آفتاب کا عکس پانی پر پڑتا ہے اور پانی کے پاس جو دیوار ہوتی ہے اس کے اوپر بھی پانی کا عکس نمودار ہوتا ہے۔ دیوار میں چونکہ کثافت ہے اس لئے اس میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ براہِ راست سورج کا عکس اس پر نظر آئے مگر جب وہ پانی کے قریب ہوئی تو اس نے پانی کو وسیلہ بنا کر اپنا حصہ لے لیا۔ لہذا شیخ کے قلب کی طرف متوجہ ہونے میں بہت فائدے ہیں۔ طالب ہمیشہ اپنے

Marfat.com

آپ کو شیخ کی حراست میں خیال کرے اور اپنے ہر کام کو شیخ اور خدا کی عنایت تصور کرے اپنے ہر عمل کا رخ شیخ کی طرف موڑ دے کچھ عرصے میں جدھر دیکھے گا مرشد ہی مرشد نظر آئیں گے۔

اولیاء کے نزدیک مرشد کی نظر ہر وقت مرید کے دل پر رہتی ہے۔مرشد کے مرتبہ کو سمجھنا بہت بڑا کام ہے جس کو جاننا طالب کے لئے ناممکن ہے لہذا طالب کو کم از کم اتنا اعتقاد تو ضرور رکھنا چاہئے کہ مرشد جو کچھ فرماتے ہیں یا جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔کامل مرشد وقت کا ولی ہوتا ہے۔ اگر مرشد کے مرشد بھی موجود ہوں تب بھی یہی خیال کرے کہ مجھے جو فیض اپنے مرشد سے پہنچ سکتا ہے وہ مرشد کے مرشد سے نہیں پہنچ سکتا۔طالب کو اپنا رابطہ ہر حال میں مرشد تک ہی رکھنا چاہئے۔

حضرت سید محمد گیسودراز بندہ نواز چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اپنی کتاب خاتمہ میں لکھتے ہیں:

''پیر'' کا نام چھوٹے بڑے ہر ایک کے سامنے زبان پر جاری رکھ اپنے دل میں پیر کا تصور رکھنے کے لئے کوئی وقت ،عمل اور حال معین نہ کر۔ ہر وقت ہر حال میں اور ہر جگہ اس کا تصور دل میں کئے رہ۔جب مرید کا دل پیر کے دل کے سامنے حاضر ہوگا تو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے۔ پیر متجلی ہے، انوار قدسی اس پر ہمیشہ متجلی اور روشن ہیں۔ جس وقت انوار قدس کا عکس اس پر ظاہر ہوگا اور مرید

Marfat.com

کا دل اس کے سامنے آجائے گا تو عکس کا عکس اس کے دل پر ضرور پڑے گا۔ شیخ ہزاروں مشقت اور زحمت کے اور اپنے دل کو عکس پذیر ہونے کے لائق بناتا ہے اور مرید اس سے بے مشقت اور ریاضت کے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیر کی طرف متوجہ رہنے سے دل پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مرید کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنے آپ کو شیخ کی حفاظت میں سمجھے اور اگر کوئی کام اس سے ہو جائے تو یہ گمان نہ کرے کہ یہ کام اس سے ہوا ہے بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور شیخ کی مدد کی بدولت سمجھے جو شخص اس پر کاربند رہا اور ہمیشہ رہا تو چند دنوں بعد وہ جدھر دیکھے گا ادھر شیخ کو پائے گا۔ پیر صورت اور معنی دونوں رکھتا ہے اس کی صورت سے متعلق ہو جا کہ اس کے معنی کا فیض بھی اس کی صورت سے ہی ملے گا۔ جب تو اس کی صورت سے متعلق ہو جائے گا تو یقیناً اس کا فیض تجھ پر تجلی کرے گا۔ امتوں کو حکم ہے کہ نبی کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ جو کچھ نبی کو آئے تم بھی اس سے فیض یاب ہو۔ پیر اور مرید کے درمیان بھی یہی بات ہے۔ صوفیا کرام کہتے ہیں کہ مرید پیر کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور پیر مرید کے دل میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے لہٰذا پیر کی صورت کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔''

پیر کا تصور اس طرح کرنا چاہئے جیسے وہ اس کے حضور اور اس کی مجلس میں ہمیشہ موجود ہے۔ پیر کو یا تو اپنے دل میں تصور کرے یا خود

Marfat.com

اپنے ہی کو پیر تصور کرے۔

جب مرید کی طرزِ فکر مراد کی طرزِ فکر بن جاتی ہے تو وہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔

من تو شدم تو من شدی   من تن شدم تو جاں شدی

اس کا اظہار قرآن پاک میں ہوا ہے:

''اے محمد ﷺ! وہ مٹھی بھر کنکر (مٹی) آپ ﷺ نے نہیں مارے بلکہ اللّٰہ نے مارے۔''

گویا جب آپ کی سوچ رہنما کی سوچ کے مطابق ہو جائے تو آپ کے جسم میں طاقت آپ کے اندر حوصلہ اور ہر خواہش اس معبود کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمانؓ کو جب سفیر بنا کر مکہ بھیجا گیا اور افواہ پھیل گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے تو ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر پیغمبر السلام رسول اللّٰہ ﷺ نے قصاصِ عثمان کے لئے صحابہ کرام سے بیعت لی اور اپنے ہاتھ کے اوپر ایک اور ہاتھ رکھا اور فرمایا: ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔''

قرآنِ پاک میں آتا ہے:

''اے محمد ﷺ بے شک آپ ﷺ کا ہاتھ اللّٰہ کا ہاتھ ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب سالک مال و متاعِ دنیا اور تفاخرِ ذات کو محبوب کے قدموں پر نثار کر دے تو اسکی ذات ختم ہو جاتی ہے۔ مرید اور مراد کے ارادے اور طرزِ فکر میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں رہتا۔

Marfat.com

اس کے لئے زمان و مکاں کی قید کوئی حیثیت نہیں رکھتی ضرورت صرف اپنے ذہن کو پیرومرشد کے ذہن کی طرف موڑنے کی ہے۔ ایسی کیفیت میں جس طرح مراد، مرید کو سامنے بٹھا کر توجہ کرتا ہے ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی مرید ان کی تواذِ بشارت کو محسوس کرتا ہے۔

تصورِ شیخ سے شیخ کے اندر کام کرنے والی لہریں دماغ کے اوپر منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور جیسے جیسے تصور میں انہماک بڑھتا ہے اسی مناسبت سے لہروں کی منتقلی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ شروع شروع میں لہروں کی منتقلی سے دماغ کی صفائی ہوتی ہے صفائی ہونے کے بعد وہ علوم جن کا دارومدار بے یقینی اور شک پر ہے ذہن سے نکلتے ہیں اور بلآخر ذہن پاک صاف اور شیشے کی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ اب وہ علم منتقل ہونا شروع ہوتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تم ہماری بصارت سے دیکھتے ہو ہماری سماعت سے سنتے ہو اور ہمارے فواد سے سوچتے ہو۔''

تصورِ شیخ میں مرید شیخ کی صورت کو اپنے سامنے یا ذہن میں ایسے رکھتا ہے جس طرح کوئی چیز ہر وقت نگاہ میں رہتی ہے یا اپنے آپ کو شیخ ہی تصور کرتا ہے۔ لہٰذا مرید اپنی ہر حرکت میں شیخ کی حرکت کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور ہر کام اسی انداز سے کرنے کی کوشش کرتا ہے جس طرح شیخ کرتا ہے۔ جب یہ رابطہ یا تصور انتہا کو پہنچتا ہے تو مرید اپنے آپ کو شیخ کے روپ میں دیکھتا ہے اور خود کو اس کے لباس میں ملبوس اور اس کی

Marfat.com

صفت میں متصف پاتا ہے۔ اُسے ہر طرف شیخ ہی کی صورت نظر آتی ہے۔ ایسے مرید کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں اور یہ مقام فنا فی اللہ کی ابتداء ہے۔

در و دیوار چو آئینہ شد کثرتِ شوق — ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

(میرے کثرتِ شوق کے باعث در و دیوار آئینہ بن گئے ہیں۔ جدھر بھی دیکھتا ہوں آپکا چہرہ ہی نظر آتا ہے)

تصورِ شیخ سے شیخ کے اندر کام کرنے والی روشنیاں مرید کے اندر کام کرنے لگتی ہیں اور آہستہ آہستہ شیخ کے ساتھ نہایت درجہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی مناسبت کی وجہ سے سالک اپنے شیخ کے باطن سے فیض حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کا قول ہے کہ: ''پیر کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ سالک اپنی ابتدائی حالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناسبت قائم کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔

زاں روئے کہ چشمِ تست احوال — معبودِ تو پیر تست اول

(تیری آنکھ ابتداء میں کج بین ہے لہذا تیرا اوّل قبلہ تیرا مرشد ہے)

حضرت اویس قرنیؒ بھی تصورِ شیخ کے ذریعے ہی حضور ﷺ سے فیض حاصل کرتے تھے لہذا اولیاء کرام کی زندگی میں اور بعد میں بھی ان سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے مگر چونکہ مبتدی ایسا نہیں کر سکتا لہذا ابتداء میں اپنے شیخ کو واسطہ بنانا ضروری ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ کا قول ہے کہ اللہ کی محبت میں

Marfat.com

رہو اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو اس بزرگ کی صحبت میں رہو جو اللہ کی محبت میں رہتا ہے کیونکہ اس کی محبت کی برکت ہی تمہیں اللہ کی محبت تک پہنچا دے گی۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا گو نشیند در حضورِ اولیاء

جو اللہ کی ہمنشینی چاہتا ہے اسے کہو کہ وہ اولیاء اللہ کے حضور بیٹھا کرے۔

جب کوئی مرید سچے دل سے مرشد کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس ہستی کا فیضان ایک جھروکے کی راہ سے مرید کی طرف آنا شروع ہو جاتا ہے اور سالک اس فیض رساں ہستی سے اسکی صفات اپنے اندر جذب کرنے لگتا ہے۔ ان صفات کا جذب کرنا سالک کی اپنی ہستی اور کشش کے مطابق ہوتا ہے۔ جو لوگ فنا فی الشیخ ہو جاتے ہیں وہ اپنی صفات سے فنا اور بلاآخر شیخ کی صفات سے بقا حاصل کر لیتے ہیں۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں جس ہستی کے ساتھ رابطہ قائم کیا جاتا ہے اس کا فیض ایسے آنا شروع ہو جاتا ہے جیسے کوئی چھوٹا سا مٹکا یا چھوٹی سی ندی ہو جو کسی بڑے دریا کے ساتھ مل جائے۔ مرید کی ایسی چھوٹی سی ندی کا پانی کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ظاہر بین آنکھ تو فقط یہ دیکھ رہی ہے کہ پانی مٹکے میں سے گزر رہا ہے حالانکہ وہ مٹکا نہیں خود ایک سمندر ہے۔ ان دونوں کو الگ سمجھنا نظر کا قصور ہے ورنہ حقیقتاً دونوں ایک ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ تم مٹکے کو نہ دیکھو بلکہ اس میں سمائے ہوئے لامحدود سمندر کو دیکھو۔

Marfat.com

مولانا رومؒ "دل را بہ دل رہیت" (دل کو دل سے راہ ہوتی ہے) کے بڑی شدت سے قائل ہیں۔ دیکھنے میں جسموں میں تو کچھ دوری ہوتی ہے مگر جب ارواح مل جائیں تو دوری ممکن نہیں رہتی۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے دو چراغ ایک ہی کمرے میں الگ الگ جل رہے ہوں تو ان کی روشنیاں ملی ہوئی اور ناقابلِ تقسیم ہوتی ہیں۔ اس طرح تصورِ شیخ سے دونوں روحیں اس طرح سے مل جاتی ہیں کہ فیض رسائی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ:

"اگر تمہارے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ خدا کے دل میں بھی تمہاری محبت ضرور موجود ہے۔"

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور   نورِ مہ ہم آفتاب است اے پسر

(روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا خورشید سے اے بیٹے چاند کی روشنی بھی آفتاب کے ہی باعث ہے۔)

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اپنی کتاب رسالہ مکیہ میں فرماتے ہیں

"جب مرید ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربطِ قلب پیدا ہو جائے گا اور شیخ سے ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا اور مرید کو جب کسی واقعے کے سلسلے میں شیخ کی حاجت پیش آئے گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبانِ حال سوال کرے گا اور ضرور شیخ کی روح باذن خداوندی اس کو القاء کرے گی۔ شیخ کے قلب سے ربط کے ہی سبب مرید کے قلب میں قوتِ گویائی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کا راستہ کھل جاتا

Marfat.com

ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی ؒ مکتوب نمبر ۳۵ دفتر دوم حصہ اوّل (صفحہ نمبر ۱۰۱) پر فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد اشرف نے تصورِ شیخ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا تصور اس حد تک غالب آ چکا ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے شیخ کے تصور کو اپنا مسجود دیکھتا اور جانتا ہے اور اگر فرداً نفی کرے تو بھی ذہن سے نفی نہیں ہوتی۔ آپ خواجہ محمد اشرف کو لکھتے ہیں کہ اے محبت کے اطوار والے! یہ دولت طالبانِ حق کی تمنا اور آرزو ہے۔ ہزاروں میں شاید ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحبِ استعداد اور شیخ سے مکمل نسبت رکھنے والا ہوتا ہے اور تھوڑی سی صحبت سے شیخ کے تمام کمالات کو جذب کر سکتا ہے۔ آپ ؒ فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ کی نفی کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ سجودِ الٰہیہ سے مسجود لہ نہیں (یعنی جس کی طرف سجدہ کیا جائے نہ کہ وہ جس کو سجدہ کیا جائے) محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے نماز کی حالت میں محراب ' دیواریں یا دیگر بہت سی چیزیں سامنے ہوں تو بھی نماز میں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو ہی میسر آتا ہے تاکہ وہ تمام احوال میں صاحب رابطہ یعنی مرشدِ کامل کو اپنا ذریعہ جانے اور اپنے تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہے تاکہ اس بدنصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (تصورِ شیخ سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلہ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیر لیتا ہے اور اپنے معاملے کو خراب اور تباہ کر لیتا

Marfat.com

ہے۔

حضرت باقی باللہؒ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی شخص کو بیعت کے لئے قبول فرماتے تو پہلے اس سے توبہ کرواتے اور اگر اس طالب میں عشق و محبت کا جذبہ ہوتا تو اسے فرماتے کہ میری شکل ہر وقت دل میں رکھو۔ ایسا کرنے سے طالب کو بہت کچھ کشائش حاصل ہوتی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت باقی باللہؒ کی خدمت میں خواجہ برہان الدینؒ مستفیض ہونے کی غرض سے آئے تو آپ نے نگاہ اشت صورت کے لئے ارشاد فرمایا۔ خواجہ برہان الدینؒ نے عرض کیا ''حضرت یہ طریقہ تو مبتدیوں کے لئے ہے۔ براہِ کرم مراقبہ اعلیٰ کے لئے ارشاد فرمائیں۔'' لوگوں نے کہا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کریں چنانچہ وہ صورت کا تصور کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ابھی دو روز ہی گزرے تھے کہ ان پر حضرت باقی باللہؒ کی نسبتِ عظیم غالب ہو گئی۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی چیز میں فنا حاصل کر لیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے لہٰذا حضور ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں فنا ہو چکے تھے اس لئے آپ کا قول اللہ کا ہی قول سمجھا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وابستگی جب بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اسی سمندر کا موتی تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں تو پھر اس

Marfat.com

میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ یہ سارے کا سارا کلام ربطِ کامل پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت شمس الدین سیالویؒ نے ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''ہر متقی اور پاکیزہ میری (رُوحانی) اولاد میں سے ہے۔''

آپؒ فرماتے ہیں کہ مرید بھی شیخ کی روحانی اولاد میں شامل ہوتا ہے۔ مرید کا مرشد کے ساتھ ذہنی رابطہ اتنا مضبوط ہونا چاہئے کہ مرید شیخ کی ذات میں اس طرح ڈوب جائے کہ اپنی کسی حرکت و سکون کو اپنا نہیں بلکہ مرشد کا سمجھے حتیٰ کہ پیر و مرید کی صورت ایک جیسی ہو جائے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ اور شیخ شہاب الدینؒ کا درجہ اتحاد اس قدر بڑھ گیا تھا کہ دونوں کی شکل وصورت ایک ہوگئی تھی۔ جب کبھی آپ دونوں ایک جگہ بیٹھتے تو لوگ دونوں میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ مرید کو چاہئے کہ مرشد کی محبت اور اطاعت میں اس طرح غرق ہو جائے کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے مظہر کو دیکھے۔ حضرت سیالویؒ فرماتے ہیں کہ تصورِ شیخ کرنے سے نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں سے رہائی ملتی ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

گر تو ذاتِ پیر را کر دی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ
گر جدا بینی زحق تو خواجہ را گم کنی ہم متن ہم دیباچہ را

(اگر تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا تو پیر کی ذات میں خدا اور رسولؐ

Marfat.com

دونوں شامل ہیں اور اگر تو نے پیر کی ذات کو خدا سے جدا دیکھا تو گویا تم نے کتاب حق کا دیباچہ اور متن دونوں کو الگ کر دیا۔)

Marfat.com

باب ششم

طرزِ فکر:

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں روحانی استاد جو علم حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے ایسا ربط اور تعلق قائم ہو جائے کہ بندہ بہترین غذا کھائے، بہترین لباس پہنے، بہترین گھر میں رہے، بہترین خوشبو لگائے، بہترین باغ، درختوں کے سائے میں تیور میں آوازیں سنے، ہوا سے جھومتے درختوں کے ساز سنے لیکن ذہن اللہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔

آپ دن بھر کام کرتے ہیں، کھانا بھی کھاتے ہیں، چلتے بھی ہیں گاڑی میں سفر کرتے ہیں، دفتر بھی جاتے ہیں لیکن دن کی روشنی سے آپ کا ذہن کبھی نہیں ہٹتا اختیاری طور پر یا غیر اختیاری طور پر اگر دن کی روشنی سے آپ کا ذہن ہٹ جائے تو آپ کے سامنے تاریکی آجائے گی

Marfat.com

اور آپ چل پھر سکیں گے نہ پڑھ سکیں گے۔ رات ہوتی ہے تو رات کی تاریکی بھی ایک روشنی ہے جتنے رات کے کام ہیں مثلاً سونا، آرام کرنا، ذہن کا سکون وغیرہ اگر رات کی روشنی سے آپ کا ذہن ہٹ جائے تو آپ رات کے کام نہیں کر سکتے۔ ہماری زندگی کا تجربہ ہے کہ ہم دن میں رہتے ہوئے اختیاری طور پر اور غیر اختیاری طور پر روشنی سے الگ نہیں ہو سکتے تو ایسی صورت میں جس اللہ نے روشنی بنائی ہے اس اللہ سے ہم کیوں رشتہ نہیں رکھ سکتے۔ دراصل یہ ایک پریکٹس ہے اس بات کی کہ ہمارا ذہن یہ جان لے کہ ہم روشنی میں چل رہے ہیں' روشنی میں کھا رہے ہیں، روشنی میں لکھ رہے ہیں، روشنی میں سو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ روشنی ہمارے اوپر محیط ہے۔

روحانی استاد جو اپنے شاگرد میں ایسی طرزِ فکر منتقل کر دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی کرے شادی کرے بچوں کی تربیت کرے کاروبار کرے جس طرح دن کی روشنی اس پر محیط رہتی ہے اور وہ سارے کام کرتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ اس پر محیط ہو جاتا ہے اور قرآن پاک کی ان آیات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

''اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

روحانی استاد، اگر اس کو روحانیت آتی ہے تو مرید کو وہ طرزِ فکر منتقل کر دیتا ہے جس طرزِ فکر میں آپ کا اور اللہ کا براہِ راست رشتہ قائم ہے۔ آپ کچھ بھی کریں جہاں بھی جائیں آپ کا ذہن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہٹے گا اور آپ کے اندر یہ طرزِ فکر منتقل ہو جائے گی تو ظاہر ہے

Marfat.com

آپ کو اللہ تعالیٰ سے جتنی قربت ہو گی اتنے ہی آپ اللہ کے دوست بن جائیں گے، اللہ کے قریب ہو جائیں گے۔ دوستی کسے کہتے ہیں؟ دوستی کا مطلب ہے قربت اور دشمنی کا مطلب ہے دوری۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے تو اللہ کے دوست ہو گئے تو اللہ نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے کہ:

''اللہ کے دوستوں کو غم و خوف نہیں ہوتا۔''

انسان جس طرح سوچتا ہے وہی اس کا عمل بن جاتا ہے۔ طرزِ فکر میں اگر اللہ کا خوف ہے ڈر ہے بے یقینی ہے تو بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور طرزِ فکر میں اگر محبت پیار خلوص یگانگت ہے تو بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔

مخلوق میں سے قریب ترین بندہ اللہ کا اگر کوئی ہوتا ہے تو وہ پیغمبر ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی طرز فکر جب آپ کو منتقل ہو گی تو آپ بھی اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائیں گے۔ روحانی استاد کا یہ بہت بڑا وصف ہے کہ وہ اپنے شاگرد کے اندر وہ طرز فکر منتقل کر دیتا ہے جو طرز فکر اس کو حضور ﷺ سے منتقل ہوئی ہے۔

آدمی اپنے تمام گناہ اور برے کام شیطان سے منسوب کر دیتا ہے حالانکہ انسان اپنے برے بھلے کا خود ذمہ دار ہے۔ جب بھی کوئی آدمی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا ضمیر اس کو اس برے ارادے سے باز کرتا ہے منع کرتا ہے۔ اگر آدمی ضمیر کی آواز پر لبیک کہے تو برائی سے بچ جاتا ہے اگر ضمیر کی آواز نہ سنے اور ڈھٹائی سے برے کام کرتا رہے

Marfat.com

تو آہستہ آہستہ ضمیر کی انسپائریشن بند ہو جاتی ہے۔ جب بندہ ضمیر کی آواز پر کان نہ دھرے تو اس کے شعور اور لاشعور کے درمیان کا پردہ کثیف تر ہوتا جاتا ہے اور آدمی سراپا گناہ بن جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشاد ہے کہ ہم نے مہر لگا دی ہے ان کے دلوں پر۔ میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں کہ ایک طرزِ فکر یہ ہے کہ ایک آدمی باوجود اس کے کہ ضمیر ملامت کرتا ہے اپنی روزی حرام طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ رزق حلال سے بھی روٹی کھاتا ہے اور رزق حرام سے بھی شکم سیری کرتا ہے لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ اس دنیا میں اسے جو کچھ مل رہا ہے وہ پہلے سے فلم کی صورت میں موجود ہے۔

ایک آدمی محنت مزدوری کر کے ضمیر کی روشنی میں روپیہ حاصل کرتا ہے دوسرا ضمیر کی ملامت کی پراوہ نہ کرتے ہوئے روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے وہی روپیہ مل رہا ہے جو لوح محفوظ پر اس کے لئے جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اور انتہائی درجہ نادانی ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی حلال چیز کو حرام کر لیتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپؓ گھوڑے سے اترے قریب سے ایک بدو گزرا۔ اسے آواز دے کر بلایا اور کہا ''تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑو میں اتنے میں نماز ادا کرلوں۔'' بدو نے حامی بھر لی اور حضرت علیؓ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت علیؓ نماز قائم کر کے

Marfat.com

دنیا و مافیا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ بدو نے سوچا موقع اچھا ہے گھوڑا ہضم کرنا تو مشکل تھا لگام لے کر چلتا بنا۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا گھوڑا موجود ہے لیکن لگام اور بدو دونوں غائب ہیں۔ اتنے میں آپؓ کے ایک خادم کا ادھر سے گزر ہوا آپ نے انہیں دو درہم دے کر کہا کہ بازار سے ایک لگام خرید لاؤ۔

خادم بازار پہنچا تو دیکھا کہ ایک بدو لگام لئے کسی خریدار کا منتظر ہے۔ خادم نے لگام کو پہچان لیا اور پکڑ کر حضرت علی کی خدمت میں لے آیا۔ آپؓ نے پوچھا اسے کیوں پکڑ لائے ہو؟

خادم نے جواب دیا۔ ''حضور! یہ آپ کے گھوڑے کی لگام ہے۔''

حضرت علیؓ نے پوچھا۔ ''یہ اس کی کیا قیمت مانگ رہا ہے؟''

خادم نے جواب دیا۔ ''دو درہم۔''

آپؓ نے ارشاد فرمایا ''اسے دو درہم دے دو۔'' اور فرمایا ''میں نے یہ سوچ کر اسے لگام پکڑائی تھی کہ نماز سے فارغ ہو کر اس خدمت کے عوض اسے دو درہم دوں گا۔ یہ اس کا ظرف ہے کہ اس نے اپنا مقدر دوسری طرح لینا پسند کیا۔''

سات مسافر ہمسفر تھے راہ میں ایک ندی آئی جب پار ہو گئے تو سب کو خیال ہوا کہ گنتی کر لینی چاہئے کوئی ہم میں سے کم تو نہیں ہوا۔ ایک شخص نے گنتی کی اپنے سوا باقیوں کو گنا تو چھ ہوئے فکر ہوئی کہ لو بھئی ایک کم ہو گیا دوسرے نے کہا میاں تم کو حساب نہیں آتا میں شمار کرتا

Marfat.com

ہوں اس نے بھی اپنے کو نہ گنا تو وہی چھ ہوئے اسی طرح سے ہر ایک نے حساب کیا وہی چھ کے چھ۔ جب یقین ہو گیا کہ ایک آدمی واقعی کم ہے ضرور غرق ہو گیا۔ سب جمع ہوکر رونے لگے اتنے میں ایک سوار آیا۔ پوچھا ارے تم پر کیا آفت نازل ہوئی انہوں نے تمام قصہ بیان کیا سوار کہنے لگا اگر میں تمہارے سب آدمی جتنے تھے پورے کر دوں تو کیا دو گے بولے کہ صاحب اگر ہم پورے سات ہو جائیں تو سات روپے نذر کریں گے۔ اس نے کوڑا سنبھالا اور کہا کہ لو گنتے جاؤ۔ ایک ایک کو کوڑا مارتا گیا اور الگ کھڑا کرتا گیا ساتوں پورے ہو گئے۔ بہت خوش ہوئے اور شکرگزاری کر کے نذرانہ پیش کیا۔

اسی طرح انسان کا حال ہے کہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا ادھر اُدھر خیال دوڑاتا اور جا بجا ٹٹولتا ہے دربدر مارا پھرتا ہے یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ ہے میرے اندر ہے۔ اگر انسان اپنے باطن میں جھانکے یعنی خود کو پہچانے تو وہ اللہ کو جان لیتا ہے۔

طرزِ فکر پہلا بیج ہے جو کسی مرید یا سالک کے دماغ میں بو دیا جاتا ہے۔ پھر اس بیج کو پروان چڑھانے کے لئے پیر و مرشد مزید جدوجہد اور کوشش کرتا ہے اور وہ ایسے برگزیدہ حضرات کو سامنے لاتا ہے جن کی طرزِ فکر میں حقیقت پسندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنے روحانی تصرف سے مرید کو خواب کی ایسی دنیا میں لے جاتا ہے جس دنیا میں اولیاء اللہ اور پیغمبروں کی زیارت اسے نصیب ہوتی ہے۔ مسلسل

Marfat.com

اور متواتر خواب کے مشاہدہ کے بعد اولیاء اللہ اور پیغمبروں کی طرزِ فکر پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرزِ فکر پر ایک ایسا رنگ چڑھ جاتا ہے جو رنگ اولیاء اللہ اور پیغمبروں کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی باطنی آنکھ پر پیر و مرشد ایسی عینک لگا دیتے ہیں کہ عینک کے اندر لگے ہوئے شیشے اسے وہی کچھ دکھاتے ہیں جو پیر و مرشد کی طرزِ فکر ہے۔ عینک کے شیشے اگر سرخ ہیں تو اسے ہر چیز سرخ نظر آتی ہے۔ عینک کے شیشے اگر پیلے ہیں تو اسے ہر چیز پیلی نظر آتی ہے۔ عینک کے شیشے اگر صاف اور مجلے ہیں تو اسے ہر چیز صاف و شفاف اور مجلہ نظر آتی ہے۔ عینک کے شیشے اگر دھندلے ہیں تو ہر چیز دھندلی نظر آتی ہے اور اگر عینک کے شیشے اندھے ہیں تو عینک لگانے کے باوجود آنکھ اندھی رہتی ہے حالانکہ عینک لگانے کے بعد آنکھ کھلی ہوئی ہے۔ عینک کا شیشہ دراصل طرزِ فکر ہے۔ عینک کے اندر جس قسم کی طرزِ فکر کا شیشہ فٹ کر دیا جاتا ہے دنیا اسی طرح کی نظر آتی ہے۔ عینک کے اندر فٹ ہوا لینز اتنا صاف اور مجلہ بھی ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ آدمی میلوں پرے کی چیز دیکھ لیتا ہے اور عینک کے اندر لگا ہوا شیشہ اتنا اندھا بھی ہوتا ہے کہ عینک لگانے کے بعد آدمی کو اتنا بھی نظر نہیں آتا جتنا وہ عینک لگانے سے پہلے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ یہ دیکھنا، سمجھنا، چیزوں کی ماہیت کو معلوم کرنا، تفکر کرنا ہر آدمی کے اندر موجود ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان صلاحیتوں کا اسے استعمال نہیں آتا۔ پیر و مرشد چونکہ تفکر کی صلاحیتوں کے استعمال کو جانتا ہے اور اس کی تمام زندگی تفکر سے تعبیر ہے

Marfat.com

اس لئے جب مرید کے اندر پیرومرشد کی صلاحیت منتقل ہوتی ہے تو تفکر کا بویا ہوا بیج آہستہ آہستہ تناور درخت بن جاتا ہے۔ایسے میں جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ آدمی کا اپنا ذاتی ارادہ اور عقل و شعور ہے جس کو وہ سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ ایسا ہونے سے اسے کامیابی حاصل نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کے اندر جو عقل و شعور کام کر رہا ہے اس کا تعلق اس طرزِ فکر سے ہے جس طرزِ فکر میں گہرائی نہیں ہے' حقیقت پسندی نہیں ہے' جس طرزِ فکر کو ثبات نہیں ہے۔ پیرومرشد یا مراد وہ شخصیت ہے جس کا کردار عوام الناس سے اور ان لوگوں سے جو روحانی حقیقتوں سے بے خبر ہیں ممتاز ہوتا ہے اس ممتاز شخصیت سے جس حد تک قربت ہوتی جاتی ہے اسی مناسبت سے مرید کے اندر روحانی اوصاف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مراد کی طرزِ فکر کا ایک ایک جزو مرید کے دماغ کی اسکرین پر نقش ہو جاتا ہے یہی وہ طرزِ فکر ہے جس کا نام سلوک ہے یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر کوئی سالک اپنے اندر موجود روحانی قوتوں سے متعارف ہوتا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس کے اوپر اس بات کا دارومدار ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے کتنا متعارف ہے اور اسے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت کس حد تک حاصل ہے قرآن پاک میں بیان کردہ پیغمبروں کے واقعات، پیغمبروں کی زندگیوں، پیغمبروں کے مشن اور اوصاف پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات بلکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ پیغمبروں نے ایک مخصوص طرزِ فکر کا پرچار کیا ہے اس مخصوص

Marfat.com

طرزِ فکر میں بہت گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ پیغمبرانہ وصف میں یہ بات شامل ہے کہ ہر بندہ برائی اور اچھائی میں تمیز کر سکے، یعنی پیغمبروں نے نوعِ انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آشنا کیا ہے ہم بتا چکے ہیں کہ جہاں تک زندگی کے تقاضوں کا تعلق ہے تقاضوں کے اعتبار سے اللہ کی سب مخلوق یکساں حیثیت رکھتی ہے دوسری مخلوق کے سامنے اگر انسان کی ممتاز حیثیت ہے تو وہ یہ ہے کہ انسان اچھائی اور برائی کے تصور سے واقف ہے اسے اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ زندہ رہنے کے لئے مخصوص طرزیں انسان کو اچھا بناتی ہیں اور زندہ رہنے کے لئے مخصوص طرزیں اچھائی سے دور کر دیتی ہیں۔ اچھائی کے تصور کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی انسان کا علم بن جاتی ہے کہ اچھا فرد وہ ہے جو اپنی اصل سے واقف اور باخبر ہو۔ اصل باخبری اسے ایک ایسے علم سے روشناس کراتی ہے کہ جو علم اسے اپنے اندر کام کرنے والی مخفی صلاحیتوں سے واقف کراتا ہے اور یہ مخفی صلاحیتیں دراصل روحانی قدریں ہیں۔ جو بندہ جس مناسبت سے روحانی قدروں سے واقف ہے اتنا ہی وہ کردار کے اعتبار سے مصفا اور پاکیزہ ہے اور جو آدمی روحانی قدروں سے جس حد تک ناواقف ہے اسی مناسبت سے اس کا کردار غیر مصفا اور دھندلا ہے۔ ایک بکری اور انسان کی زندگی کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ایک ہی بات کہنے پر آدمی مجبور ہے کہ بکری اور انسان میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔ انسان کو بکری سے ممتاز کرنے والی صلاحیت یہ ہے کہ

Marfat.com

انسان اپنے اندر روحانی قدروں سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر کوئی انسان اپنے اندر روحانی قدروں سے ناواقف ہے یا اسے اپنی ذات کا عرفان حاصل نہیں ہے تو وہ ہرگز بکری یا کسی دوسرے جانور سے ممتاز نہیں ہے۔ روحانی اقدار حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے ایسے باپ کی آغوش میسر ہو جس کے ماحول میں پاکیزگی موجود ہو۔ بچے کا شعور والدین کی گود، گھر کی چاردیواری اور ماحول سے بنتا ہے ماحول میں اگر کثافت ہے، تعفن ہے، گھٹن ہے، گندگی ہے، بے سکونی ہے، اضطراب ہے تو بچہ بھی ذہنی طور پر ذہنی سکون سے ناآشنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر گھر میں سکون ہے آرام ہے والدین کی آواز میں شیرینی اور مٹھاس ہے، لہجے میں پیار ہے اور دماغی اعتبار سے وہ پرسکون ہیں اس کا ماحول بھی پرسکون ہے بچہ بالکل غیر اختیاری طور پر پُرسکون کردار کا حامل ہوتا ہے۔

یہ بات ہمارے مشاہدے میں ہے کہ چیخ کر بولنے والے ماں باپ کے بچے بھی چیخ کر بولتے ہیں۔ غصے اور نفرت سے بولنے والے والدین کے بچوں کے اندر بھی غصہ اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ندیدے اور لالچی والدین کے بچے بھی ندیدے اور لالچی ہوتے ہیں۔ کبرونخوت کے دلدادہ والدین کے بچوں کے اندر بھی کبرونخوت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ ضدی اور سرکش والدین کے بچے بھی ضدی اور سرکش ہوتے ہیں اس کے برعکس حلیم الطبع والدین کی اولاد بھی حلیم الطبع ہوتی

Marfat.com

ہے۔ پیغمبروں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخصوص کردار کے لوگوں کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور جو لوگ اس سلسلے سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور ان کی وابستگی قربت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو ان کے اندر وہی قدریں منتقل ہو جاتی ہیں جو اس مخصوص کردار کے بامقصد لوگوں کا حصہ ہیں۔ راہِ سلوک میں چلنے والے سالک کو کسی شخص کا ہاتھ پکڑنا اس لئے ضروری ہے کہ اسے ایک روحانی باپ کی شفقت میسر آئے اور اس روحانی باپ کی اولاد کا ایک ماحول میسر آ جائے تاکہ اس ماحول میں رہ کر اس کی ذہنی تربیت ہو سکے۔

ذہنی تربیت کا تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تربیت کے مختلف پہلو ہیں۔ تربیت کا ہر مختلف پہلو انسانی زندگی میں ایک مستقل کردار ادا کرتا ہے جس ماحول میں ہم لوگ رہتے ہیں اس ماحول کے مطابق ذہن کا کم یا زیادہ متاثر ہونا ضروری ہے مثلاً ایک آدمی ایسے ماحول میں رہتا ہے جس ماحول کے رہنے والے لوگ سب نمازی ہیں اور ان کی زندگی میں دین کا عمل دخل پوری طرح موجود ہے تو وہ آدمی بھی انہی قدروں کو اپنا لے گا جو قدریں ماحول میں رائج ہیں۔ ایک آدمی طبعی طور پر کتنا ہی خشک کیوں نہ ہو جب وہ ایسے ماحول میں چلا جاتا ہے جہاں رنگ و روشنی کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور گانوں کے اونچے نیچے سروں سے فضا معمور ہوتی ہے تو بالآخر وہ بندہ گانے بجانے میں دلچسپی لینے لگتا ہے اور گانے بجانے کے قواعد وضوابط سے بھی آگاہی ہو

Marfat.com

جاتی ہے۔ بزرگوں کا کہنا ہے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر ایک بچے کی ایسے ماحول میں پرورش کی جائے جس ماحول میں گالی دینا معیوب بات نہ ہو تو بچہ اختیاری اور غیر اختیاری طور پر گالیاں بکتا رہتا ہے۔ اگر پرورش ایسے ماحول میں کی جائے جس ماحول میں خودغرضی کے علاوہ اور کوئی بات موجود نہ ہو ہر کام اس لئے کیا جاتا ہو کہ اس کے ساتھ کوئی غرض وابستہ ہو، ذہنی طور پر ماحول میں سارے بندے کاروباری ذہن رکھتے ہیں تو بچہ بھی کاروباری ذہن پر اٹھتا ہے۔ ماحول میں سخاوت کی بجائے بخیلی اور کنجوسی ہو تو بچہ کا دل بھی کھلا ہوا نہیں ہوتا۔

اس روزمرہ مشاہدے کے پیشِ نظر یہ بات مسلمہ امر بن گئی کہ دنیا میں جتنے گروہ آباد ہیں ان کا تعلق اپنی اپنی طرزِ فکر سے ہے اور اس طرزِ فکر کی بنیاد پر ہی کسی گروہ کا کسی ذات کا کسی برادری کا کسی کردار کا کسی شخص کا تعین کیا جاتا ہے۔ ہمارے سامنے پیغمبروں کا بھی کردار ہے۔

کسی عمل میں معانی پہنانا اچھائی یا برائی ہے۔ معانی پہنانے سے مراد نیت ہے۔ عمل کرنے سے پہلے انسان کی نیت میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اچھائی یا برائی کے پہلو میں ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کو عمل پر اختیار نہیں ہے مگر نیت کرنے پر اختیار ہے۔ آگ کا کام جلانا ہے ایک آدمی آگ کو لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کھانا پکانے میں استعمال کرتا ہے' یہ عمل خیر ہے۔ ایک آدمی اس آگ سے لوگوں کے گھر جلا ڈالتا ہے' یہ

Marfat.com

انتہا درجہ کی برائی ہے۔

شعور کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ہر وہ چیز جو متحرک ہے گردش کر رہی ہے اور ارتقائی منازل طے کر رہی ہے شعور رکھتی ہے یعنی کسی چیز کا متحرک رہنا' بڑھنا گھٹنا' سرسبز و شاداب رہنا' پیدا ہونا' مرجانا' بولنا' سننا' چکھنا شعوری کیفیات ہیں۔ جیسے جیسے کیفیات میں تیزی آتی رہتی ہے شعور بڑھتا رہتا ہے۔ شعور کے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ علم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یعنی علم میں اضافہ دراصل شعوری ارتقاء ہے۔

شعور کے بھی دو رخ ہیں ایک شعور مادی شعور ہے جو کہ مادیت سے وابستہ ہے اور مادیت میں رہنا پسند کرتا ہے جبکہ دوسرا شعور روحانی شعور ہے جس کے نزدیک مشیتِ خداوندی اہم ہے اور جو غیب میں اس طرح یقین رکھتا ہے کہ غیب اس کے مشاہدے میں آ جاتا ہے۔

یہ قانونِ قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق کو دو رخوں پر قائم کیا ہے۔ طرزِ فکر کے بھی دو رخ ہیں ایک انبیاء علیہ السلام کی طرزِ فکر یعنی رحمانی طرزِ فکر اور دوسری شیطانی طرزِ فکر۔ شیطانی طرزِ فکر میں شک' بے یقینی' بخیلی' کنجوسی' شہرت و دولت سے محبت' نفرت جیسی طرزیں کام کرتی ہیں۔ جبکہ رحمانی طرزِ فکر اس سے بلکل مختلف ہے۔ شیطانی طرزِ فکر انسان کے اوپر غم خوف اور پریشانی کے دروازے کھول دیتی ہے۔ جبکہ روحانی استاد جو ہمیں صحیح طرزِ فکر کی کسوٹی فراہم کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے

Marfat.com

اندر غم اور خوف موجود نہ ہو۔ چونکہ انسان بحیثیت تخلیق بھی دو رخوں کا مجموعہ ہے اس لئے اس کے اندر بھی طرزِ فکر کے دونوں رخ موجود ہوتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایک رخ غالب ہوتا ہے اور دوسرا رخ مغلوب۔ روحانی علوم سکھانے والا استاد شیخ یا مرشد قدم بقدم چلا کر اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ انسان پیغمبرانہ طرزِ فکر حاصل کرے اور شک اور وسوسوں کا رخ مغلوب ہو جائے اور یقین کا رخ غالب آ جائے اور بندہ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی زندہ تفسیر بن جائے۔

انسان اپنی زندگی یا تو منفی طرزِ فکر کے تحت گذارتا ہے یا پھر مثبت یا پیغمبرانہ طرزِفکر کے تحت۔ طرزِ فکر انسان کے عقائد سے بنتی ہے اور عقیدہ کی تعریف یہ ہے کہ خیالاتِ انسانی میں سب سے پرزور خیال جو باقی خیالات پر حاوی ہو جائے عقیدہ کہلاتا ہے۔ مختلف عقائد مل کر زندگی گذارنے کا ایک لائحہ عمل انسان کو دیتے ہیں اور اسی لائحہ عمل کو طرزِ فکر کہا جاتا ہے۔

ایسے علوم جو روحانیت کے دائرہ کار میں نہ آتے ہوں اور طرزِ فکر بنیادی طور پر دنیاوی ہو تصوف کی اصطلاح میں استدراج کہلاتے ہیں۔ اس میں شیطنت کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ استدراجی علوم بھی بطور ورثہ منتقل ہوتے ہیں۔ اس کے لئے ایسے استاد کی ضرورت ہے جس کی طرزِ فکر میں شیطنت ہے۔ استدراجی علوم کو حاصل کرنے کے لئے بھی

Marfat.com

ذکرواشغال کرنے پڑتے ہیں، ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں محنت مشقت کرنی پڑتی ہے۔ جس طرح روحانی انسان سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے اسی طرح شیطانی علوم یا استدراج کے وارث سے بھی خرقِ عادت صادر ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بالوضاحت بیان فرمایا ہے:

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے ملک کے تمام جادوگروں کو بلایا۔ جادوگروں نے رسیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں اور بانس پھینکے جو اژدھے بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا: ''اے موسیٰؑ ڈرومت اور اپنا عصاء پھینک دو۔'' حضرت موسیٰؑ کا عصاء ایک بڑا اژدھا بن گیا اور اس نے میدان میں موجود تمام سانپوں اور اژدھوں کو نگل لیا یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے عصاء سے بنا ہوا اژدھا اتنا طاقتور تھا کہ اس نے دوسرے سانپوں کو نگل لیا۔ اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ جادو یا استدراجی علوم کا وجود تو ہے مگر علمِ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے کیونکہ علمِ حق میں ماسوائے اللہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے جبکہ استدراج کی بنیاد زرپرستی' جاہ طلبی اور دنیاوی عزت و وقار ہوتا ہے۔ علم حق یا پیغمبرانہ طرزِ فکر کا حامل بندہ جو کچھ کرتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے وہ صرف اور صرف حق ہوتا ہے دنیاوی جاہ و جلال نہیں۔

میرے مرشدِ کریم فرماتے ہیں کہ معجزہ اور جادو میں یہ فرق

Marfat.com

بہت نمایاں ہے کہ جادو کے زور سے کوئی چیز قائم کی جائے یا کسی کے اندر تصرف کیا جائے چونکہ وہ اس ذہن کی پیداوار نہیں جو ذہن حقیقت سے آشنا ہے اس لئے جادو کی تخلیق یا جادو کا یہ مظاہرہ عارضی ہوتا ہے۔ قانون یہ ہے کہ حقیقت ادلتی بدلتی نہیں ہے حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے۔ طرزِفکر اگر غیر حقیقی ہو تو وہ عارضی ہوتی ہے اور اس سے آدمی ذہنی طور پر فرار حاصل کر لیتا ہے۔ طرزِفکر اگر حقیقی ہو تو حقیقت آشنا طرزِفکر جہاں بھی منتقل ہو جائے حقیقت آشنا رہتی ہے اور حقیقت میں ردوبدل نہیں ہوتا۔ گویا استدراجی طرزِفکر سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔ تاریخ میں ہمیں بے شمار مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ طالب نے استدراجی علوم حاصل کرنے کے بعد مثبت یا پیغمبرانہ طرزِفکر کی طرف رجوع کیا مگر ہمیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی پیغمبرانہ طرزِفکر کے حامل بندے نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی ہو اور علم استدراج کی طرف رجوع کیا ہو۔

دراصل انسان کا کردار اس کی طرزِ فکر سے تعمیر ہوتا ہے۔ طرزِ فکر میں اگر پیچ ہے تو کسی بندے کا کردار بھی پر پیچ بن جاتا ہے۔ طرزِفکر سادہ ہے تو بندے کی زندگی میں سادگی کارفرما ہوتی ہے۔ طرزِ فکر اگر سطحی ہے تو ایسا بندہ ہر چیز کو بالکل سطحی طریقہ پر سوچتا ہے۔ طرزِ فکر میں اگر گہرائی ہے تو بندہ ہر چیز کے اندر گہرائی تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعے میں اللہ تعالیٰ نے اس طرزِ فکر کی نشاندھی کی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سورج کو دیکھا تو سمجھا کہ یہی خدا

Marfat.com

ہے لیکن جب اسے زوال پذیر ہوتے دیکھا تو طرزِ فکر کی گہرائی نے ان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ گھٹنے والی چیز کبھی خدا نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابراہیمؑ کے ماحول کے جتنے اور لوگ تھے ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ بدلنے والی اور گھٹنے والی چیز کبھی خدا نہیں ہوسکتی۔

اس سے ایک بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ بہت برے ماحول میں ایک خاص طرزِ فکر کے لوگوں میں رہتے ہوئے بھی انسان کی طرزِ فکر دوسروں سے الگ ہوسکتی ہے۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حقیقت پسندانہ طرزِ فکر حضرت ابراہیمؑ نے کہاں سے حاصل کی حالانکہ ان کے ماحول میں یہ بات نظر نہیں آتی؟

دراصل حقیقت پسندانہ طرزِ فکر اور منفی طرزِ فکر، کے دونوں رخ انسان کے اندر موجود ہیں بات صرف توجہ دینے اور اپنانے کی ہے۔ تصوف میں سالک جب راہِ سلوک اختیار کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کی طرزِ فکر میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور رحمانی طرزِ فکر کی داغ بیل اس طرح پڑتی ہے کہ روحانی استاد یا پیر و مرشد اپنے مرید سے بتدریج اس طرح کی باتیں کرتا ہے جو کہ ماحول میں موجود نہیں ہوتیں یا پھر ماحول میں رہنے والے لوگ اپنے اختیار سے ان باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔ مثلاً اگر کسی روحانی انسان کی مجلس میں بیٹھا جائے تو ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جو کہ عام طور پر دوسری مجلسوں میں نہیں کہی جاتیں۔

سب سے پہلا کام جو پیر و مرشد یا روحانی استاد اپنے مرید یا

Marfat.com

سالک کے ساتھ کرتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مرید کے اندر اس بات کو راسخ کر دیتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی مفروضہ فکشن اور عارضی ہے اور جو چیز مفروضہ فکشن اور عارضی ہے اس کو حقیقت نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بات وہ الفاظی طور پر سمجھاتا ہے اور مرید کی روزمرہ زندگی میں مختلف حالات و واقعات کے ذریعے عاداتی طور پر بھی سمجھاتا ہے۔ اگر مرید کی طرزِ فکر سطحی ہے تو وہ اس بات کو سمجھنے میں وقت لیتا ہے اور اگر مرید کی طرزِ فکر میں سوچنے' سمجھنے' پرکھنے اور تفکر کرنے کی عادت ہے تو وہ اس بات کو جلدی سمجھ جاتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ آدمی چاہے جتنا بھی بااختیار ہو زندگی کے شب و روز میں کہیں بھی اس کا اختیار زیرِ بحث نہیں آتا۔ وہ پیدائش کے بعد بالکل غیر ارادی طور پر بڑھتا رہتا ہے وہ بوڑھا نہیں ہونا چاہتا مگر وہ بوڑھا ہوتا ہے وہ مرنا نہیں چاہتا مگر وہ مر جاتا ہے۔ وہ کھانا کم کر سکتا ہے مگر کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لمحات' وقت' گھنٹے' دن' مہینے اور سالوں کا یہ ایک ایسا تغیر ہے جس سے کوئی بھی فرد انکار نہیں کر سکتا۔

ان تمام تغیرات کی نشاندہی کر کے پیرومرشد یہ بات بتاتا ہے کہ اس تغیر کے پیچھے یہ حقیقت چھپی ہوئی ہے کہ کوئی ذات ایسی ہے جس کے ہاتھ میں اسی تغیر و تبدل کی ڈوریاں ہیں جو کہ اسی سارے کھیل کو چلا رہا ہے۔ جب سالک کے ذہن میں مادی طرزِ فکر کی گرد چھٹتی ہے اور یہ باتیں اس کے ذہن میں راسخ ہو جاتی ہیں تو پھر اس کا ذہن خود بخود اس

Marfat.com

ہستی مطلق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ روحانی استاد سے جس حد تک ذہنی قربت ہوتی ہے اسی مناسبت سے مرید کے اندر روحانی اوصاف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مراد کی طرزِ فکر کا ایک ایک جزو مرید کی دماغ کی اسکرین پر نقش ہو جاتا ہے۔ یہی وہ طرزِ فکر ہے جس کا نام سلوک ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر کوئی سالک اپنے اندر موجود روحانی قوتوں سے متعارف ہوتا ہے۔ یہی وہ تشخص ہے جس کے اوپر اس بات کا دارومدار ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے کتنا متعارف ہے اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبتیں کس حد تک حاصل ہیں۔

شیطانی طرزِ فکر میں زندگی گزارنے والا بندہ انبیاء کے گروہ میں داخل نہیں ہوسکتا اور پیغمبرانہ طرزِ فکر سے آشنا بندہ کبھی شیطانی گروہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ شیطانی طرزِ فکر میں بڑی خرابی اور لایانی بات یہ ہے کہ بندے کے ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے یعنی وہ اپنے ہر عمل کا صلہ چاہتا ہے اور اس صلے کا نام اس نے ثواب رکھا ہے۔ تصوف ایسے عمل کو جس عمل کے پیچھے کاروبار ہو جس عمل کے پیچھے کوئی ذاتی غرض وابستہ ہو ناقص قرار دیتا ہے اور یہی انبیاء کی بھی طرزِ فکر ہے۔ جہاں تک قرآن پاک میں اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اچھے لوگوں کے اعمال کی جزا کے سلسلے میں اپنے انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں لیکن اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ نیک عمل اس لئے کرے کہ اس کا اسے اجر ملے گا۔

Marfat.com

زندگی کی بنیاد یا زندگی کی بساط ایک طرزِ فکر کی اوپر قائم ہے اگر وہ طرزِ فکر ایسی ہے جو بندے کو اللہ سے دور کرتی ہے تو اس کا نام شیطانیت ہے اور وہ طرزِ فکر جو بندے کو اللہ سے قریب کرتی ہے اس کا نام رحمانیت ہے یعنی اس دنیا میں دو گروہ ہیں جن میں سے ایک گروہ انعام یافتہ ہے اور دوسرا گروہ باغی اور ناشکرا ہے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ پوری کائنات میں دو طرزیں کام کر رہی ہیں ایک طرز اللہ کے لئے پسندیدہ ہے اور ایک طرز اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔

روحانی استاد یا پیرومرشد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح بندے کو رحمانی طرزِ فکر، براہِ راست طرزِ فکر، پیغمبرانہ طرزِ فکر میں داخل کرے۔ بندے اور اللہ کے درمیان واسطوں کو ختم کیا جائے اور بندے کا براہِ راست اللہ کے ساتھ تعلق بحال کیا جائے۔ یہ بات ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے کہ سالک کا مرشد کے ساتھ ذہنی رابطہ ہوتا ہے۔ مرید ذہنی طور پر جتنا زیادہ اور محبت سے رجوع کرتا ہے اسی لحاظ سے وہ طرزِ فکر حاصل کرتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف اگر مرید ساری عمر بھی مرشد کی خدمت کرتا رہے مگر ذہنی طور پر وہ اپنے آپ کو مرشد کے سپرد کرنے کو تیار نہ ہو تو گویا اس نے اپنی عمر برباد کر دی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیرومرشد سالک میں اتنی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے کہ وہ اپنا ذہنی رابطہ ہر وقت مرشد کے ساتھ رکھے۔

Marfat.com

یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ بے شک پیر و مرشد ایسا کر سکتا ہے مگر اس کے نزدیک مشیت خداوندی زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بااختیار بنایا ہے اور انسان خیالات کا مجموعہ ہے اس لئے جب تک سالک اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے مرشد کے اختیار میں بے اختیار نہیں ہو جاتا مرشد اپنا کام شروع نہیں کرتا۔

نسبت شیخ:

مراقبہ کرنے والا بندہ ایک نقطہ پر اپنے ذہن کو مرکوز کرتا ہے اور وہ نقطہ یا مرکزیت یا میڈیم تصورِ شیخ ہے یعنی وہ دیکھنے کی پوری صلاحیتوں کو شیخ کے تصور میں مجتمع کر دیتا ہے یعنی ایک ہی عکس تسلسل کے ساتھ دماغ کے اوپر منتقل ہوتا رہتا ہے۔

قانون یہ ہے کہ جو عکس دماغ کی سکرین پر منتقل ہوتا ہے اس عکس کے اندر موجود صلاحیتیں صفات اور خاصیتیں بھی دماغ کے اوپر منتقل ہوتی ہیں اور دماغ انہیں محسوس کرتا ہے مثلاً ایک آدمی آگ دیکھتا ہے آگ کا عکس جیسے ہی دماغ کی اسکرین پر منتقل ہوتا ہے آدمی کے اندر حرارت' حدت اور گرمی کی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب شیخ کی شبیہ دماغ کی اسکرین پر منتقل ہوتی ہے تو شیخ کے اندر جو طرزِ فکر کام کر رہی ہوتی ہے یا شیخ کے اندر جو نظر کام کر رہی ہوتی ہے وہ دماغ کے اوپر منتقل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

تصورِ شیخ کا مقصد یہ ہے کہ شیخ یا استاد کو مرکزیت بنا کر بار بار دماغ کی اسکرین پر منتقل کیا جائے جتنا زیادہ ایک خیال یا ایک مرکزیت دماغ کی اسکرین پر منعکس ہوتی ہے اسی مناسبت سے دماغ میں ایک پیٹرن بن جاتا ہے اور وہی پیٹرن تصوف کی اصطلاح میں طرزِ فکر ہے۔تصورِ شیخ سے شیخ کے اندر کام کرنے والی اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم بار بار ہمارے دماغ کے اوپر وارد ہوتا ہے اور جیسے جیسے شیخ کے اندر کام کرنے والی روشنیاں سالک کے اندر منتقل ہوتی ہیں اسی مناسبت سے سالک کا ذہن شیخ کی روشنیوں کو قبول کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ شیخ اور مرید کا ذہن ایک نقطے پر قائم ہو جاتا ہے۔

اس کو تصوف کی اصطلاح میں نسبت قرار دیا گیا ہے۔ روحانیت میں نسبت حاصل کرنے کا اہم ذریعہ مرشد سے قربت کا حاصل ہونا ہے۔ جوں جوں اس قربت میں اضافہ ہوتا ہے مرید میں محبت و عشق کی لہریں موجزن ہوتی ہیں۔ اسی مناسبت سے شیخ کا ذہن منتقل ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ شیخ کے اندر کام کرنے والی روشنیاں اور انوار بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات بھی سالک کو حاصل ہو جاتی ہیں یا سالک ان انوار و تجلیات سے متعارف ہو جاتا ہے اس صورت کا نام تصوف میں فنا فی الشیخ ہے۔ شیخ کی روشنیاں اور شیخ کے اندر کام کرنے والے انوار و تجلیات بھی شیخ کا اپنا ذاتی وصف نہیں ہے جس طرح ایک سالک نے اپنی تمام تر توجہ اور ذہنی ارتکاز کے ساتھ شیخ کے علم اور شیخ کی صفات کو

Marfat.com

اپنے اندر منتقل کیا ہے اسی طرح شیخ نے اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ حضور ﷺ کے علم اور صفات کو اپنے اندر منتقل کیا ہے۔ فنا فی الشیخ کے بعد شیخ کے اندر کام کرنے والی وہ صلاحتیں سالک کے اندر بیدار اور متحرک ہو جاتی ہیں جن صلاحیتوں کی بنیاد پر شیخ نے حضور ﷺ کی نسبت حاصل کی ہے۔ تصوف میں اس مقام کو فنا فی الرسول کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔ اتنی ضرور بات ہے کہ میرے اوپر وحی آتی ہے۔''

بشریت کے دائرے سے باہر ہو کر دیکھا جائے تو حضور ختم المرسلین ﷺ کی فضیلت یہ ہے کہ ان کے اوپر وحی نازل ہوتی ہے اور وحی خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے یعنی سیدنا حضور ﷺ کے ذہن مبارک پر اللہ تعالیٰ کے علوم' اللہ تعالیٰ کے انوار اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات منعکس ہوتی ہیں۔ فنا فی الرسول کے بعد کوئی سالک قدم بقدم محبت و عشق وگداز کے ساتھ حضور ﷺ کے علوم کا عارف ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حضور ﷺ کے علوم سالک کو اس کی استطاعت کے مطابق حاصل ہو جاتے ہیں۔ جتنی استطاعت کسی سالک کے اندر موجود ہے اور جس مناسبت سے حضور ﷺ کے علوم اسے منتقل ہوتے ہیں اسی مناسبت سے وہ حضور ﷺ کی نسبت سے حاصل کرتا ہے۔ تصوف میں اس نسبت کو نسبت محمدی کہا جاتا ہے۔ نسبت محمدی حاصل ہونے کے بعد سالک کا

Marfat.com

ذہن اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ حضور ﷺ کی نسبت اور ہمت کے وسیلے سے اس مقام پر جا ٹھہرتا ہے جس مقام پر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اعتراف کیا کہ ''آپ ہی ہیں ہمارے رب'' اس نسبت کو تصوف میں نسبت وحدت کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں تو وہ مقامات کھلتے ہیں جن کے بارے میں لکھنا یا بتانا شعوری سکت سے باہر ہے۔

روحانی علوم حاصل کرنے کے لئے گویا نسبت حاصل ہونا ضروری ہے نسبت سے مراد استاد یا پیرومرشد کی طرزِ فکر ہے جس سے روحانی علوم منتقل ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک باپ کی دنیاوی دولت اس کی اولاد میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح پیرومرشد کے روحانی علوم اس کی روحانی اولاد کو منتقل ہوتے ہیں۔

استغناء:

استغناء ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں سالک یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست اسکی ذات کے ساتھ ہم رشتہ ہے۔ یہ ایسی کیفیت ہے جو سالک کے ہر معاملہ میں واسطہ بن جاتی ہے۔ استغناء ایک مزاج ہے ایک ترتیب وار پروگرام ہے۔ استغناء کوئی لفظی معمہ نہیں ہے یہ ایک کیفیت ہے ایک حقیقت ہے' ایسی حقیقت جو حقیقت مطلق کے متصل ہے۔ جب تک کوئی بندہ حقیقت سے متعارف نہیں ہوتا' مشاہدہ نہیں کر لیتا

Marfat.com

اس وقت تک اس کے اندر استغناء پیدا نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ محض اس کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں عام حالات میں جب استغناء کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ کے اوپر کتنا توکل اور بھروسہ ہے۔ توکل اور بھروسہ کم و بیش ہر آدمی کی زندگی میں داخل ہے۔ لیکن جب ہم توکل اور بھروسہ کی تعریف بیان کرتے ہیں تو ہمیں بجز اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ ہماری دوسری عبادات کی طرح بھروسہ اور توکل بھی دراصل لفظوں کا ایک خوشنما جال ہے۔ توکل اور بھروسہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے لیکن جب ہم فی العمل زندگی کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ بات محض نعرہ اور غیر یقینی لگتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ہر آدمی کی زندگی میں اس کا عمل دخل جاری و ساری ہے۔ مثلاً ایک آدمی کسی فرم میں ملازمت کرتا ہے اسکے پیشِ نظر یہ بات رہتی ہے کہ فرم کا مالک یا سیٹھ اگر مجھ سے ناراض ہو گیا تو ملازمت سے برخاست کر دیا جاؤں گا یا میری ترقی نہیں ہو گی یا ترقی تنزلی میں بدل جائے گی۔ ظاہر ہے یہ بات توکل و بھروسہ کے سراسر خلاف ہے۔

اس کے برعکس ہم زندگی میں یہ بات بار بار دہراتے ہیں کہ اگر کوئی کام نہیں کریں گے تو کھائیں گے کہاں سے یہ بات بھی ہمارے سامنے ہے کہ جب کسی کام کا نتیجہ اچھا مرتب ہوتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ نتیجہ ہمارے فعل اور ہماری فراست وفہم سے مرتب ہوا ہے۔ اس قسم کی بیشمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے اوپر توکل اور بھروسہ محض مفروضہ ہے۔ جس بندے کے اندر توکل اور بھروسہ پیدا نہیں ہوتا اس کے اندر استغناء بھی نہیں ہوتا۔

استغناء سے مراد یہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی گزارنے میں بندے کا اپنا ذاتی ارادہ یا اختیار شامل نہ ہو بندہ اللہ کی رضا میں راضی برضا رہے۔ اللہ تعالیٰ اگر گوشت کھلاتے ہیں تو تب بھی خوش رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اللہ اگر چٹنی کے ساتھ روٹی کھلاتے ہیں تو تب بھی خوش رہے اور شکر ادا کرے۔ مطلب یہ کہ زندگی میں گزارے گئے ہر لمحہ زندگی میں پیش آنے والے ہر عمل اور حرکت کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیا جائے اس سے بندے کے اندر توکل اور بھروسہ پیدا ہوتا ہے اس کے بعد وہ استغناء کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔

توکل اور بھروسہ دراصل ایک خاص تعلق ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان براہِ راست قائم ہے اور جس بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ رابطہ قائم ہوجاتا ہے اس بندے کے اندر سے دنیا کا تمام لالچ نکل جاتا ہے ایسے بندے کے اندر صفتِ بے نیازی کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ مخلوق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دنیاوی تمام وسائل سے اپنی ضروریات اور احتیاج کو توڑ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابسطہ کرے اور اسی وابستگی کا نام توکل اور بھروسہ ہے۔ مرشدِ کامل راہِ

Marfat.com

سلوک کے مسافر کو اس بات کی مشق کرواتا ہے کہ زندگی کے تمام تقاضے اور زندگی کی تمام حرکات وسکنات پیرومرشد کے تابع ہیں۔ سالک جب اپنی زندگی کی تمام حرکات وسکنات کو پیرومرشد کے سپرد کردیتا ہے تو پیرومرشد اس کی تمام ضروریات کا کفیل بن جاتا ہے بلکل اسی طرح جس طرح ایک دودھ پیتے بچے کی کفالت اس کے ماں باپ کرتے ہیں۔ سالک کو زندگی میں ایسے واقعات سے گزارا جاتا ہے کہ اس کا پیرومرشد پر یقین کامل ہو جاتا ہے یہی وہ بنیاد ہے کہ جس سے سالک کے ذہن میں استغناء اور بے نیازی کا ایسا پیٹرن ترتیب پا جاتا ہے جس کی بنیاد پر سالک غیر اختیاری طور پر اپنے تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کرتا ہے۔

یقین ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں شک نہیں ہوتا۔ انسانی زندگی کی بنیاد ہی یقین کے اوپر ہے کیونکہ انسان کو سب سے پہلے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ انسان ایک حد تک بااختیار ہے اور بڑی حد تک اس کے اوپر غیر اختیاری کیفیات نازل ہوتی رہتی ہیں۔ سانس کا لینا' کھانے کا ہضم کرنا' پلکوں کو جھپکانا' جسم کا درجہ حرارت برقرار رکھنا' دل پھیپھڑے گردے جگر کی مسلسل حرکت وغیرہ وغیرہ یہ تمام کے تمام وہ کام ہیں جن کے پیچھے انسان کا اختیار کام نہیں کرتا۔ اگر انسان اپنے ارادے اور اختیار سے سانس لینا بند کردے تو وہ بیمار ہوجائے گا یا اس کے دماغ میں خون جم جائے گا۔ انسان اپنی

Marfat.com

مرضی سے دنیا میں نہیں آتا۔ مرنے پر انسان کا کوئی اختیار نہیں تو پھر پیدائش اور موت کے درمیان والی زندگی پر انسان کا کس طرح اختیار ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اپاہج اور معذور پیدا کردے تو انسان ساری زندگی اسی حالت میں گزارنے پر مجبور ہے۔ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ لوگ نادان ہیں کہتے ہیں کہ ہماری گرفت حالات کے اوپر ہے انسان اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق حالات میں ردو بدل کرسکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے انسان ایک کھلونا ہے حالات جس قسم کی چابی اس کھلونے میں بھر دیتے ہیں ہیں اسی طرح یہ کودتا ہے ناچتا ہے آوازیں نکالتا ہے۔ اگر فی الواقع حالات پر انسان کو دسترس حاصل ہوتی تو کوئی آدمی غریب نہ ہوتا۔

بات صرف اتنی ہے کہ ہم لوگ تفکر نہیں کرتے اتفاق کہہ کر ہم واقعات سے روگردانی کرتے ہیں جب کہ اتفاق اور حادثے کا کائنات میں ہرگز کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جو کہ مربوط ہے منظم ہے ہر نظام کی دوسرے نظام کے ساتھ وابستگی ہے اس نظام میں نہ کہیں اتفاق ہے نہ کہیں حادثہ ہے اور نہ ہی کوئی مجبوری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس نظام کو چلانے والے اللہ کے کارندے اس کے حکم اور اس کی مشیت کے مطابق اسے چلا رہے ہیں۔ آدمی تو صرف کٹھ پتلی ہے جس طرح کائنات کا نظام چلانے والے کارکن ڈوریوں کو حرکت دیتے ہیں آدمی چلتا رہتا ہے۔ ان باتوں کو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ استغناء اس

Marfat.com

وقت تک کسی شخص کے اندر پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے یقین میں یہ بات راسخ نہ ہو جائے کہ ہر چیز منجانب اللہ ہے۔ جب مرید کے اندر یہ بات یقین بن جاتی ہے کہ اس نظام میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی حرکت اور بڑی سے بڑی شئے اللہ کے بنائے ہوئے ایک مربوط نظام کے تحت قائم ہے تو اس کے اندر ایک ایسا پیٹرن بن جاتا ہے جس کا اصطلاحی نام استغناء ہے۔ اس پیٹرن کو جب تحریکات ملتی ہیں اور زندگی میں مختلف واقعات پیش آتے ہیں تو ان واقعات کی کڑیاں اس قدر مضبوط و مستحکم اور مربوط ہوتی ہیں کہ مرید کی عقل یہ سوچنے اور ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ کائنات میں وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ کسی چیز کے اوپر یقین کا کامل ہو جانا اسی وقت ممکن ہے جب وہ چیز یا عمل جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ یہ کس طرح واقع ہو گی بغیر کسی ارادے اور اختیار اور وسائل کے پوری ہوتی ہے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اس ضمن میں اپنی ذاتی زندگی کا ایک واقع سناتے ہیں:

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں کمرے میں بیٹھا لوح و قلم کے صفحات دوبارہ لکھ رہا تھا عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا کہ لاہور سے کچھ مہمان آ گئے۔ عام حالات میں چونکہ تھوڑی دیر بعد کھانے کا وقت تھا اس لئے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان مہمانوں کو کھانا کھلانا

Marfat.com

چاہئے۔ یہ اس دور کا واقعہ ہے جب میں حیرت کے مقام پر سفر کر رہا تھا اور نہ صرف یہ کہ کوئی کھانے پینے کا انتظام نہیں تھا' لباس بھی مختصر ہو کر ایک لنگی اور ایک بنیان رہ گیا تھا۔ یہ ایک الگ داستان ہے کہ اس لباس میں گرمی سردی اور برسات کس طرح گزری' جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہمت اور توفیق عطا کر دیتے ہیں اور بڑی سے بڑی مشکلات اور پریشانیاں پلک جھپکتے گزر جاتی ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ ذہن میں یہ بات آئی کہ پڑوس میں سے پانچ روپے ادھار مانگ لئے جائیں اور ان روپوں سے خوردونوش کا انتظام کیا جائے خیال آیا کہ اگر روپے دینے سے انکار کر دیا تو بڑی شرمندگی ہوگی پھر خیال آیا کہ جھونپڑی والے ہوٹل سے کھانا ادھار لے لیا جائے۔ طبیعت نے اس بات کو بھی پسند نہیں کیا یہ سوچ کر خاموش ہو رہا کہ اللہ چاہے گا تو کھانے کا انتظام ہو جائے گا اور میں کمرے سے باہر آیا جیسے ہی دروازے سے قدم باہر نکالا چھت سے پانچ روپے کا ایک نوٹ گرا نوٹ اس قدر نیا تھا کہ زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ فرش پر جب ایک نوٹ نیا پڑا ہوا دیکھا تو نامعلوم طریقے سے میرے اوپر دہشت طاری ہو گئی لیکن یکایک ذہن میں ایک آواز گونجی یہ اللہ کی طرف سے ہے وہ نوٹ اٹھا لیا گیا اور کھانے پینے کا بے فراغت انتظام ہو گیا۔

اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب بندے کا ذہن کسی کام کی طرف لگ جائے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کا اس کو مشاہدہ کرواتے ہیں تاکہ

Marfat.com

یقین کامل ہو جائے۔ یہ قانون ہے کہ یقین مشاہدے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ہم اگر اپنی روزمرّہ زندگی کا مشاہدہ کریں تو روزانہ ہمیں کئی قسم کی مثالیں ملتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دو سو فٹ اوپر ایک لمبے رسے پر بغیر کسی سہارے کے بلاخوف ایک کنارے سے دوسرے کنارے جا رہا ہے اگر ہم اس شخص کی زندگی کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پہلے دن وہ شخص پانچ فٹ اونچے رسے پر چلا ہوگا۔ جب کئی دن کی مشق کے بعد اسے اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ پانچ فٹ اونچے رسے پر چل سکتا ہے تو پھر اس نے رسے کی بلندی دس فٹ کر دی اور مشق شروع کر دی جب اسے یقین ہوگیا کہ اب وہ دس فٹ اونچے رسے پر چل سکتا ہے تو اس نے رسے کی اونچائی بڑھانا شروع کر دی اور ایک دن آیا کہ اسے یہ یقین ہوگیا کہ وہ دو سو فٹ زمین سے اوپر رسے پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلا خوف و خطر جا سکتا ہے۔ اگر دورانِ مشق اس کا یقین ذرا بھر بھی متزلزل ہو جاتا تو وہ کبھی بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے یہ کام نہ کرسکتا۔

انسان کی بنیادی ضروریات میں سب سے اہم ہوا' پانی' دھوپ' چاند کی چاندنی وغیرہ شامل ہیں۔ دنیا میں ایک بھی آدمی اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ ان بنیادی ضروریات میں سے کسی ایک پر بھی اس کا اختیار ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ جب روٹی کپڑے مکان کا ذکر آتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنا اختیار استعمال نہ

Marfat.com

کریں گے تو یہ چیزیں حاصل نہیں کر سکتے۔

ان مفروضات سے منشاء یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ میں بے اختیار ہوں اور وہ گھر بیٹھ جائے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ یقین پیدا ہو جائے کہ زندگی میں ہر عمل اور ہر حرکت من جانب اللہ ہے۔ انسان بھرپور کوشش کرے مگر نتیجہ پر نظر نہ رکھے نتیجہ اس قادرِ مطلق پر چھوڑ دے جس کے ہاتھ میں ساری ڈوریاں ہیں۔ جدوجہد اور کوشش اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات میں حرکت چاہتا ہے اور اگر حرکت نہ ہو گی تو اعضاء منجمد ہو جائیں گے آدمی اپاہج ہو جائے گا۔ انسان جس مناسبت سے جدوجہد کرتا ہے جس مناسبت سے عملی اقدام کرتا ہے بے شک اسے وسائل بھی اسی مناسبت سے نصیب ہوتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قانونِ قدرت پر اسے دسترس حاصل ہو گئی۔

قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین و آسمان اور زمین و آسمان کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب مسخر کر دیا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس تسخیر کو صرف اور صرف مادی حدود میں استعمال کیا جائے اور دوسرا اور احسن طریقہ یہ ہے کہ وسائل کو اس لئے استعمال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وسائل انسان کے لئے پیدا کئے ہیں۔ استغناء اور یقین کے ضمن میں جو بنیادی باتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ انسانی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات ہوتے ہیں جنکی وہ کوئی توجیہہ

Marfat.com

پیش نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان واقعات کے صدور میں اسکی کوئی عملی جدوجہد اور کوشش شامل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ خود ہی اس کے لئے وسائل مہیا کرتا ہے۔ ایک دکان پر بیٹھے شخص کا ایک گاہک کے آنے میں کتنا اختیار ہے۔

ہمارا خالق اللہ ہے جس نے ہماری تمام ضروریات کی کفالت اپنے ذمے لے لی ہے۔ ضروریات کا پورا ہونا اور مسلسل پورا ہونا اور بغیر کسی مادی قانون کے پورا ہونا انسان کو بالآخر یہ سوچنے اور یقین کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ فی الواقع رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو زندگی دیتا اور لیتا ہے۔ عزت' ذلت سب اسی کے ہاتھ میں ہے وہی ابتداء ہے وہی انتہاء' وہی ظاہر وہی باطن اور وہی ہر شئے پر محیط ہے۔ اس منزل میں داخل ہوئے بغیر انسان کے اندر کبھی بھی استغناء پیدا نہیں ہوتا' اور جس بندے کے اندر استغناء پیدا نہیں ہوتا وہ راہِ سلوک کا بھٹکا ہوا ایسا مسافر ہے جسکی کوئی منزل نہیں۔

انبیاء کرام کی ساری تعلیمات پر روحانی نقطہ نظر سے اور قلبی مشاہدے کے ساتھ غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کی ساری تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ بندے کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دیا جائے یعنی اگر بندہ انفرادی طور پر زندہ رہتا ہے تو اس لئے زندہ نہ رہے کہ اس کو اسکی مرضی کے بغیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے بلکہ اس لئے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صلاحیتوں کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے تو جب اللہ تعالیٰ اسے توفیق دیں اور وہ ان صلاحیتوں کا استعمال کرے تو اس کے ذہن میں یہ بات رہے کہ میری صلاحیتوں کا اظہار اس لئے ہو رہا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچے۔

استغناء کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آدمی اپنی خواہشات کو ختم کر دے۔ یہ سراسر کوتاہ عقل کی دلیل ہے اس لئے کہ زندگی خود خواہشات کا نام ہے۔ پانی پینا' بھوک لگنا' سونا' جاگنا' بچوں کی خواہش' بچوں کی تربیت کرنا' اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کا تقاضا پیدا ہونا سب خواہشات میں شامل ہیں۔ استغناء کا مطلب یہ ہے کہ تمام خواہشات پوری کی جائیں لیکن خواہشات کو پورا کرنے میں انسان کا ذہن یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ چونکہ چاہتے ہیں لہذا اس لئے ہم کر رہے ہیں۔ استغناء یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ وسائل عطا فرمائیں اور آدمی سوکھی روٹی کھاتا رہے۔ استغناء کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ کرے اللہ کے لئے کرے۔ اللہ اگر مرغی دے تب بھی شکر کرے' اگر چٹنی کے ساتھ روٹی دے تب بھی شکر کرے اور خوش ہو کر اللہ کی نعمتوں کا استعمال کرے۔ جب یہ بات کسی کی طرزِ فکر بن جاتی ہے تو یہ بات اس کے مشاہدہ میں آجاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے' جو ہو چکا ہے' ہو رہا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے اس کا براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے یعنی جس طرح

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے ذہن میں ہے اسی طرح اس چیز کا یا اس عمل کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ استغناء بغیر یقین کے پیدا نہیں ہوتا اور یقین بغیر مشاہدے کے تکمیل نہیں پاتا اور جس آدمی میں استغناء نہیں ہے اس آدمی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کم اور مادیت سے زیادہ ہے۔

تصوف اور روحانیت دراصل ایسے اسباق کی دستاویز ہیں جن اسباق میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ سکون کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر استغناء ہو۔ استغناء کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہو۔ توکل کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر ایمان ہو اور ایمان کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے اندر وہ نظر کام کرتی ہو جو نظر غیب میں دیکھتی ہے بصورتِ دیگر کسی بندے کو کبھی سکون میسر نہیں آ سکتا۔ سکون ایک کیفیت کا نام ہے جو یقینی ہے اور جس کے اوپر کبھی موت واقع نہیں ہوتی۔ یہ ہرگز کوئی عارضی چیز نہیں لہذا ایسی چیزیں ایسی کیفیات جو عارضی اور فانی ہیں کبھی بھی سکون نہیں دے سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔'' جب سالک یا مرید کے ذہن میں یہ آیت یقین کا درجہ اختیار کر لیتی ہے تو اس کے ذہن کی مرکزیت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے اور اگر یہ یقین غیر مستحکم ہو تو آدمی ایسے عقیدے اور ایسے وسوسوں میں گرفتار ہو جاتا ہے جن میں ذہنی انتشار ہوتا ہے پریشانی ہوتی ہے غم اور خوف ہوتا ہے۔

میرے مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب اپنی زندگی کا ذاتی واقعہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عید کا چاند دیکھنے کے بعد بچوں کی عید کے سلسلے میں فکر لاحق ہوئی اور میں اپنے ایک دوست کے پاس کچھ روپے ادھار لینے چلا گیا۔ دوست نے مجھ سے کہا کہ روپے تو میرے پاس موجود ہیں مگر کسی کی امانت ہیں۔ طبیعت نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ دوست کو امانت میں خیانت کرنے کا مجرم قرار دیا جائے۔ وہاں سے چلتا ہوا میں بازار آ گیا۔ وہاں مجھے ایک دوست ملے۔ بہت اچھی طرح پیش آئے اور انہوں نے پیشکش کی کہ آپ کو عید کے سلسلے میں کچھ روپے پیسے کی ضرورت ہو تو لے لیں میرے پاس کافی رقم موجود ہے۔ نامعلوم طریقے پر میں نے ان کی پیشکش کو نامنظور کر دیا۔ انہوں نے کہا صاحب میں نے آپ سے کسی زمانے میں کچھ روپے ادھار لئے تھے وہ میں ادا کرنا چاہتا ہوں اور انہوں نے میری جیب میں ساٹھ روپے ڈال دیئے۔ میں گھر چلا آیا اور ان ساٹھ روپوں سے عید کی تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔ اس واقعہ پر بہت غور طلب بات یہ ہے کہ دوست سے میں تیس روپے ادھار لینے گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے پیسے دلوا دیئے جو میری ضروریات کے لئے پورے تھے۔ ظاہر ہے

Marfat.com

اگر تیں روپے قرض مل جاتا تو ضرورت پوری نہ ہوتی۔ اس قسم کے بے شمار واقعات زندگی میں پیش آئے۔ ان بے شمار واقعات پیش آنے کے نتیجہ میں یہ یقین مستحکم اور پختہ ہوگیا کہ ضروریات کے واحد کفیل اللہ تعالیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو رزق دینے کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وہ کارندے جن کو اللہ تعالیٰ نے فی الارض خلیفہ کہا ہے اس بات پر کاربند ہیں کہ وہ مخلوق کو زندہ رکھنے کے لئے وسائل فراہم کریں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ کسان جب کھیتی کاٹتا ہے تو جھاڑو سے ایک ایک دانہ سمیٹ لیتا ہے اور جو دانے خراب ہوتے ہیں یا گھن کھائے ہوئے ہوتے ہیں ان کو بھی اکٹھا کر کے جانوروں کے آگے ڈال دیتا ہے۔ جس زمین پر گیہوں بالیوں سے علیحدہ کر کے صاف کیا جاتا ہے وہاں اگر آپ تلاش کریں تو مشکل سے چند دانے نظر آئیں گے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پرندے اربوں اور کھربوں کی تعداد میں دانہ چگتے ہیں تو یہ معمہ حل نہیں ہوتا کہ کسان تو ایک دانہ نہیں چھوڑتا۔ ان پرندوں کے لئے کوئی مخصوص کاشت نہیں ہوتی پھر یہ پرندے کہاں سے کھاتے ہیں؟ قانون یہ ہے کہ پرندوں کا غول زمین پر اس ارادے سے اترتا ہے کہ ہمیں یہاں دانہ چگنا ہے' اس سے پہلے کہ ان کے پنجے زمین پر لگیں قدرت وہاں دانہ پیدا کر دیتی ہے۔ اگر پرندہ کی غذا کا دارومدار حضرت انسان یعنی کسان پر ہوتا تو سارے پرندے بھوک سے مر جاتے۔

Marfat.com

دوسری مثال حضور بابا صاحبؒ نے یہ ارشاد فرمائی کہ چوپائے بہر حال انسانوں سے بہت بڑی تعداد میں زمین پر موجود ہیں۔ بظاہر وہ زمین پر اگی ہوئی گھاس کھاتے ہیں درختوں کے پتے چرتے ہیں۔ لیکن جس مقدار میں وہ گھاس اور درختوں کے پتے کھاتے ہیں زمین پر کوئی درخت نہیں رہنا چاہئے۔ لیکن قدرت ان کی غذا کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اتنی بھاری تعداد میں درخت اور گھاس پیدا کرتی ہے کہ چرندے سیر ہو کر کھاتے ہیں لیکن گھاس اور پتوں میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہ ان درختوں اور گھاس کا تذکرہ ہے جس میں انسان کا کوئی تصرف نہیں ہے۔ قدرت اپنی مرضی سے انہیں پیدا کرتی ہے اپنی مرضی سے درختوں کی پرورش کرتی ہے اور اپنی مرضی سے انہیں شاداب رکھتی ہے۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں دو چار واقعات ایسے ضرور پیش آتے ہیں جن کی وہ کوئی عقلی یا سائنسی توجیہہ پیش نہیں کر سکتا۔ انہونی باتیں ہوتی رہتی ہیں مگر آدمی اتفاق کہہ کر گزر جاتا ہے حالانکہ کائنات میں کسی اتفاق کسی حادثہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ضرورت صرف اور صرف تفکر کی ہے۔ تفکر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''ہماری نشانیوں پر غور کرو اور تفکر کرو اور عاقل بالغ باشعور سمجھدار اور فہیم لوگ وہ ہیں جو ہماری نشانیوں پر غور کرتے ہیں۔''

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''انبیائے کرام جب کسی چیز کے متعلق سوچتے ہیں تو اس چیز کے اور اپنے درمیان کوئی رشتہ براہِ راست قائم نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ ان کی طرزِ فکر یہ ہوتی تھی کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی چیز کا رشتہ ہم سے براہِ راست نہیں بلکہ ہم سے ہر چیز کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ جب وہ کسی چیز کی طرف مخاطب ہوتے تھے تو اس چیز کی طرف خیال جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف خیال جاتا تھا۔ انہیں کسی چیز کی طرف توجہ دینے سے پیشتر یہ احساس عادتاً ہوتا تھا کہ یہ چیز ہم سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی اس چیز کا اور ہمارا واسطہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ جب ان کی طرزِ فکر یہ ہوتی تھی تو ان کے ذہن کی ہر حرکت میں پہلے اللہ تعالیٰ کا احساس ہوتا تھا اللہ تعالیٰ ہی بحیثیت محسوس کے ان کا مخاطب اور مدِّنظر قرار پاتا تھا اور قانون کی رو سے اللہ تعالیٰ کی صفات ہی ان کا احساس بنتی تھیں اور ان کا ذہن اللہ تعالیٰ کا قائم مقام بن جاتا تھا۔

استغناء کے ضمن میں غوث علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ سالک کو تمام ممکنات و موجودات کو واجب الوجود سے خیال کرنا اور ان فروعات کو اصل اصول سے سمجھنا چاہئے اور تمام وسیلے اور واسطے درمیان سے اٹھا ڈالنے چاہیں۔ اور جو کرو جان لو کہ اسی کی مشیت سے کرتے ہیں اور جو آفت و راحت کسی سے پہنچے منجانب اللہ سمجھے جیسے کتے کو کوئی پتھر مارے تو وہ پتھر کو نہیں دیکھتا بلکہ جان لیتا ہے کہ مارنے والا

Marfat.com

کوئی اور ہے پتھر خود نہیں لگا اسی واسطے پتھر مارنے والے کی طرف دوڑتا ہے۔

رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست　　بر عارفان جز خدا ہیچ نیست

ترجمہ: عقل کا راستہ سوائے مشکلات کے اور کچھ نہیں۔ عارفوں کے لئے خدا کے سوا اور کچھ نہیں۔

کسی شیخ کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ ہر وقت اپنا احسان جتاتا رہتا ہے کبھی کہتا ہے میں کھلاتا ہوں' میں پلاتا ہوں اور کبھی کہتا ہے میں ہی رزق فراہم کرتا ہوں۔ اگر ہم کھانا نہ کھائیں تو کوئی طاقت ہمیں کھانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ یہ سوچ کر کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ جب بیوی بچوں نے زیادہ پریشان کیا تو گھر چھوڑ کر ایک پرانے قبرستان میں وہ جا بیٹھے۔ شام ہوئی تو ایک صاحب اپنی منت پوری کرنے کے لئے قبرستان میں موجود ایک مزار پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ کے بعد انہوں نے شیخ کو بھی تبرک دیا۔ شیخ کے انکار اور اس شخص کے اصرار نے عجیب صورت حال پیدا کر دی۔ وہ شخص یہ سمجھ کر کہ شیخ کوئی دیوانے ہیں ایک پڑیا میں کچھ لڈو لپیٹے اور ایک جھاڑی کے نیچے رکھ دیئے کہ جب اس شخص کے حواس درست ہوں گے تو کھا لے گا۔ آدھی سے زیادہ رات گزر گئی تو قبرستان میں چور داخل ہوئے اور انہوں نے چوری شدہ مال کی تقسیم شروع کی تو شیخ اٹھ بیٹھے۔ چوروں کے کان کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص کوئی مخبر ہے انہوں نے جلدی جلدی اپنا

Marfat.com

سامان سمیٹ کر پوٹلی میں باندھ لیا اور شیخ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ شیخ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اس تکرار میں چوروں میں سے ایک چور کی نظر جھاڑی کے نیچے رکھی ہوئی پڑیا پر پڑی۔ پڑیا کو کھول کر دیکھا تو اس میں سات لڈو تھے اور چور بھی اتفاق سے سات تھے۔ چوروں کا سردار بولا کہ یہ شخص بھی کوئی چور ہے اور بہت چالاک چور ہے اس نے لڈوؤں میں زہر ملا دیا ہے تا کہ ہم سب کھا کر مر جائیں اور یہ ہمارے مال پر قبضہ کر لے۔ سردار نے کہا یہ سارے لڈو اسے کھلا دیئے جائیں تا کہ اس کی سازش خود اس کو ہلاک کر دے۔ دو آدمیوں نے دونوں پیر پکڑے، دو آدمیوں نے دونوں ہاتھ، ایک آدمی نے سر پکڑا، ایک آدمی سینے پر بیٹھ گیا اور ایک آدمی نے ان کا منہ کھول کر اس میں لڈو ڈال دیا۔ جب شیخ نے اس حال میں بھی لڈو کھانا نہیں چاہا تو اس شخص نے زور زور سے تھپڑ رسید کئے اور انگلی کے ذریعے لڈو شیخ کے حلق میں اتار دیئے۔ اس جبر وتشدد کے دوران ساتوں لڈو شیخ کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ یہ کارنامہ سرانجام دینے کے بعد ساتوں چور سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے۔

شیخ اٹھے اور بہت حسرت و یاس کے ساتھ انہوں نے جب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو آواز آئی۔ ''اے مغرور بندے! گھر چلا جا، ورنہ ہم روزانہ اسی طرح کھلائیں گے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے ترک و تجرید کی حالت میں رہے

Marfat.com

ہیں۔ تمام عمر کہیں گھر نہیں بنایا ہمیشہ قلندر وار پھرتے رہے۔ ایک روز آپؒ کہیں تشریف لے جارہے تھے اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی۔ ناچار ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے اتنے میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹہ میں گھس گئی آپؒ کو خیال آیا کہ سبحان اللہ جانوروں کے لئے تو ٹھکانہ اور میں خانہ بدوش' خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا اور ندا آئی کہ اے دوست اگر مکان درکار ہو تو یہ موجود ہے ہمارے پاس کسی شئے کی کمی نہیں لیکن تمہارے واسطے یہ رتبہ قلندری اس مکان سے اعلیٰ ہے آپؒ نے عرض کیا کہ یا الٰہی میں اسی حال میں خوش ہوں مجھ کو اور کچھ درکار نہیں۔ ان کی تقدیر میں یوں ہی لکھ دیا تھا کہ یہ ہمیشہ خانہ بدوش پھریں گے پھر مکان کیونکر لیتے آخر انہی کی زبان سے اقرار لے لیا کہ میں کچھ نہیں چاہتا غرض یہ ہے کہ مقدر سے زیادہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ زاہدانہ زندگی یہ نہیں ہے کہ آدمی خواہشات کو فنا کر کے خود فنا ہو جائے آدمی اچھا لباس پہننا ترک کر دے پھٹا پرانا اور پیوند لگا لباس پہننا ہی زندگی کا اعلیٰ معیار قرار دے لے تو دنیا کے سارے کارخانے اور چھوٹی بڑی فیکٹریاں بند ہو جائیں گی اور لاکھوں کروڑوں لوگ بھوک زدہ ہو کر ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے۔ اللہ نے زمین کی کوکھ سے وسائل اس لئے نہیں نکالے کہ ان کی بے قدری کی جائے ان کو استعمال نہ کیا جائے۔ اگر روکھا سوکھا کھانا

Marfat.com

ہی زندگی کی معراج ہے تو بارشوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ زمین بنجر بن جائے گی۔ زمین کی زیبائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے رنگ رنگ کے پھولوں، پتوں، درختوں، پھلوں اور کوہساروں اور آبشاروں کو بنایا ہے۔

جب حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ نئی فقیری حاصل کر کے گھر میں تشریف لائے اور اتفاقاً قحط ہو گیا۔ آپؒ نے ایک دیگ پلاؤ کی مسلمانوں کے واسطے باورچی سے اور ایک دیگ ہندوؤں کے واسطے برہمن سے پکوائی اور شہر میں منادی کروا دی کہ تمام مسلمان اور ہندو آئیں اور کھائیں۔ دیگوں کا یہ حال تھا کہ جتنا کھانا دیگ میں سے نکالتے تھے پھر اسی قدر زیادہ ہو جاتا تھا اور ہر دم گرما گرم۔ تین دن تک یہی حال رہا۔ چوتھے روز الہام ہوا کہ عبدالقدوس فقیری تو کر چکا مگر اب رزاقی میں بھی قدم رکھنے لگا بھلا ہم پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو۔ عرض کیا کہ تیرا بندہ۔ بھلا وہ لوگ کون ہیں کہا کہ تیرے بندے۔ حکم ہوا کہ پھر تو کون ہے دخل دینے والا کیا ہم سے زیادہ حکمت والا یا ہم سے زیادہ مخلوق پر مہربان ہے۔ اس کے بعد شاہ عبدالقدوس نے توبہ کی اور وہ دیگیں توڑ ڈالیں۔ پس اس کی مخلوق ہے جس طرح چاہے رکھے ہم سے زیادہ حکیم و رحیم ہے۔ جدھر رب ادھر سب۔

اس واقعہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ہر امر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور کوئی امر اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قحط میں ان بزرگ نے دخل اندازی کی اور لنگر جاری کیا۔ جس پر ان کی پرش

Marfat.com

کی گئی کہ'' تو کون ہوتا ہے ہمارے حکم میں دخل دینے والا۔'' اللہ تعالیٰ بندوں سے زیادہ جانتے ہیں اور اللہ کا کوئی حکم بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوتا۔ لازماً اس میں کوئی حکمت ہوتی ہے۔

کسی شخص نے ایاز سے سوال کیا کہ بندہ کے کیا معنی ہیں۔ اس نے کہا کہ پرسوں آنا۔ وہ حسبِ وعدہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایاز کے گلے میں طوق پاؤں میں زنجیر ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑی اور وہ کشاں کشاں لئے جاتے ہیں پوچھا کہ یہ کیا کہا کہ بندہ کے یہی معنی ہیں۔ اس دن تعز من تشآء کی شان ظہور تھا آج تذل من تشآء کی شان نمودار ہے نہ اس میں کچھ خوشی تھی نہ اس حال میں کچھ رنج ہے ہم جیسے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں نہ وہ رہا نہ یہ رہے۔

حضرت غوث علی شاہ صاحب سے کسی نے سوال پوچھا کہ حضرت جب یہ قاعدہ مسلم ٹھہرا کہ ہر امر وابستہ تقدیرِ الٰہی ہے تو پیر و مرشد کی کیا ضرورت ہے اور وہ معاملات مقدر میں کیا تصرف کر سکتا ہے۔ اس وقت ارشاد ہوا کہ یہ تو بجا اور درست ہے کہ پیر تقدیر میں کچھ تغیر نہیں کر سکتا لیکن پیر باخبر کی تدبیر بھی موافق تقدیر ہوتی ہے اور طالب کو غائیت تقدیر تک پہنچا دیتا ہے چنانچہ نقل ہے کہ:

''کسی شہر میں ایک بڑا امیر کبیر تھا اس کے مکان پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے۔ امیر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس بزرگ نے فرشتہ تقدیر سے اس لڑکے کا مقدر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک گھوڑا ہمیشہ

Marfat.com

اس کے تھان پر رہا کرے گا پھر اس امیر کے گھر دوسرا لڑکا پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ چڑی مار ہوگا پھر اس کے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا حال منکشف ہوا کہ یہ بیوہ ہوگی، بازار میں بیٹھے گی اور ہر شب ایک مرد اس کے پاس رہے گا۔ وہ فقیر وہاں سے چلا گیا اور ایک مدت کے بعد اس شہر میں آیا اور امیر کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ سب کارخانہ درہم برہم ہوگیا ہے۔ ایک لڑکا تو سواروں میں پانچ روپوں کا نوکر ہے دوسرا لڑکا چڑی کا پیشہ کرتا ہے اور اس کی لڑکی بازار میں بیٹھ گئی ہے۔ وہ فقیر یہ حال سن کر بڑے لڑکے کے پاس گیا اگرچہ خود محتاج تھا مگر فقیر کی خدمت کرتا رہا۔ چند روز کے بعد فقیر نے ہدایت کی کہ تو نوکری چھوڑ دے اور گھوڑا اپنا بیچ ڈال۔ اس کو طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے لیکن فقیر کا معتقد ہو گیا تھا ایسا ہی کیا گھوڑا اچھے داموں کو بکا اگلے دن باجازت درویش ایک کم قیمت ٹٹو خریدا اور بیچ ڈالا یہی کام کرتا رہا چند روز میں مالا مال ہو گیا۔ فقیر نے کہا بس تم یہی کام کرو تمہارا تھان گھوڑے سے خالی نہ رہے گا روز خریدو اور بیچو اب ہم جاتے ہیں۔ پھر دوسرے لڑکے یعنی چڑی مار کے گھر گیا اس کی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ جب شکار کے لئے جاؤ تو ہم کو ساتھ لے چلو۔ دوسرے روز دونوں جنگل پہنچے اور جال لگا دیا۔ فقیر نے کہا کہ جب تک شہباز تیرے جال میں نہ آئے کھینچو مت۔ وہ بولا کہ حضرت بھلا میری تقدیر ایسی کہاں دو آنہ روز بھی مل جائیں تو غنیمت ہے۔ فقیر نے سمجھایا کہ خیر تو دیکھ تو سہی غرض

Marfat.com

بہت سے جانور آئے اور نکل گئے وہ چپ بیٹھا رہا آخر شام کے وقت ایک شہباز جال میں آ ہی پھنسا۔ چڑی مار نہایت خوش ہوا اور سو روپیہ کو وہ جانور بیچا۔ فقیر نے کہا کہ یہ میری بات یاد رکھ جب تک شہباز ہی تیرے دام میں نہ پھنسے دوسرے جانور کو نہ پکڑنا چند روز میں وہ بھی اس طریقے سے خوشحال اور دولتمند ہوگیا۔ اس کے بعد وہ بیسوا عورت کے پاس گیا اور کہا کہ آج یہ کام کر کہ جب تک کوئی سو روپیہ ایک شب کے تجھ کو نہ دے اس کے پاس مت جا۔ وہ بولی میاں صاحب میری دو آنہ کی اوقات چھوٹا منہ بڑی بات بھلا مجھ کو سو روپے والا کیوں پوچھے گا۔ فقیر نے کہا کہ خیر اس کا تجربہ کر دیکھ اس نے تعمیل حکم کی اور جو خواہش مند آیا اس سے سو روپیہ مانگے لوگوں نے کہا کہ تیری عقل ماری گئی ہے آخر آدھی رات کے قریب کوئی امیر آنکھوں کا اندھا آن پھنسا۔ چند روز میں وہ عورت بھی مالامال ہوگئی۔ فقیر نے وصیت کی کہ سو روپیہ سے کم قبول نہ کیا کر تجھ کو کوئی نہ کوئی مل ہی جایا کرے گا وہ بولی کہ حضرت آپ تو بزرگ آدمی ہیں کچھ ایسی ہمت اور دعا کیوں نہیں فرماتے کہ میں ان افعال شنیعہ کی علت سے پاک ہو جاؤں انہوں نے جواب دیا کہ سنو صاحب ہم تقدیر شکن نہیں ہیں یہ تو جو کچھ ہو رہا ہے مٹ نہیں سکتا اگر خدا کی طرف توجہ ہے تو اسی حال میں وہ بھی سہی۔ یہ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ البتہ پیر باخبر نے ہر ایک کو تحصیل دولت و مال کی ہدایت اسی راہ سے کی جو اس کے لئے مقدر تھا پس تقدیر کا بدل دینا پیر کا کام نہیں بلکہ پیر دانا

Marfat.com

طالب کو اسی راہ سے منزلِ مقصود کی راہنمائی کرتا ہے جو اس کے لئے مقدور و مقسوم ہے۔

ہر انسان کے شعور میں توجہ کی ایک مخصوص سمت اور مقدار ہے۔ ایک طرف توجہ کرنے سے دوسری طرف توجہ ہٹ جاتی ہے۔ کسی انسان کو پرکھنا ہو تو اس کا رجحان دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کی توجہ زیادہ تر کس طرف رہتی ہے۔ اگر کوئی انسان دنیا کے کاموں کی فکر میں لگا رہے تو بلاآخر وہ عقبیٰ سے غافل ہو جائے گا اور اگر دنیا کی فکر سے بچے گا تو آخرت کی فکر میں لگا رہے گا۔ یہ عام فہم بات ہے کہ جب کسی پودے کو پانی نہیں ملتا تو وہ سوکھ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روح کو اس کی غذا (عبادت) نہ ملے تو وہ سوکھ جائے گی اور اگر کوئی خاردار جھاڑیوں کو پانی دے تو ان بیکار جھاڑیوں کی نشو ونما ہو گی۔ عقل کی بات تو یہ ہے کہ انسان پھل دار پودوں کو پانی دے اور کانٹوں والی جھاڑیوں کو پانی نہ دے۔ لہٰذا انسان کو روحِ انسانی کی آبیاری کرنا چاہئے نہ کہ نفسانی خواہشات کی۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے غموں کو جسم تک محدود رکھو' قلب تک نہ پہنچنے دو۔ ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھو' سرمہ آنکھوں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ کانوں پر لگانے کے لئے۔ دل کا کام جسم سے لینا مناسب نہیں۔ مجاہدے اس وقت تک ہی ہوتے ہیں جب تک انسان مجسم روح اور قلب نہ بن جائے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو مجسم جسم ہے تو مجاہدوں کو

Marfat.com

اختیار کرا ایسے شخص کے لئے راہ طلبی مظہر ہے۔ انسان کا جسم ایندھن ہے اور روح سدرۃ المنتہٰی کی شاخ ہے۔ مال و دولت کی تلاش کے بجائے استغناء کی تلاش کی جائے۔ یہ مقصود اعظم کو حاصل کرنے کے برابر ہو گا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی

Marfat.com

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"اللہ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر اللہ اس آنکھ کا ادراک بن جاتا ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"

سال بھر کی برکت والی راتوں اور عبادت کے دنوں کی نفلی عبادت کو مفصل انداز میں پیش کیا گیا ہے

اللہ کی تجلی

عبادت ہی عبادت

درود و سلام کے فضائل کے علاوہ قرآنی آیات کی دعاؤں کی فضیلت کو

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے روحانی فرزند

میاں مشتاق احمد عظیمی نے تحریر کیا۔

آج ہی اپنے بک سٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

مکتبہ عظیمیہ [illegible] فون 7243541

برائے رابطہ 158- [illegible]

Marfat.com

ہماری زندگی میں ' ہمارے معاشرے میں
اور ہمارے ماحول میں اعتدال اور توازن نہیں ہے
اس لئے ہم ناخوش رہتے ہیں اور جلدی جلدی بیمار ہو جاتے ہیں

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے روحانی فرزند
میاں مشتاق احمد عظیمی نے ریفلکسولوجی
'رنگ و روشنی سے علاج ' روحانی علاج ' یونانی علاج '
ہومیو پیتھی اور اسم اعظم سے **175** بیماریوں
کا علاج بتایا ہے۔

بیماریوں کے پانچ جدید علاج

مؤلف: میاں مشتاق احمد عظیمی

آج ہی اپنے بک سٹال سے یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں۔

مکتبہ عظیمیہ اردو بازار لاہور فون **7243541**
برائے رابطہ: **158**- ٹین بازار مزنگ لاہور پاکستان

Marfat.com

145 سال قبل شائع ہونے والی کتاب آج بھی روحانی علوم میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے مشعل معرفت کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی ؒ کے ارشادات اور ملفوظات کو حضرت گل حسن شاہ قادری نے جمع کیا اور اس کو کتابی شکل میں شائع کیا۔

تذکرہ غوثیہ

روحانی توجیہہ / فارسی ترجمہ

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی تحریروں کی مدد سے ان کے روحانی فرزند میاں مشتاق احمد عظیمی نے واقعات کی روحانی توجیہہ بیان کی ہے اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔
کتاب کی اصل کو بھی اسی طرح برقرار رکھا گیا ہے۔

مکتبہ عظیمیہ [illegible] 7243541
برائے رابطہ: 158- [illegible] پاکستان

Marfat.com

Marfat.com